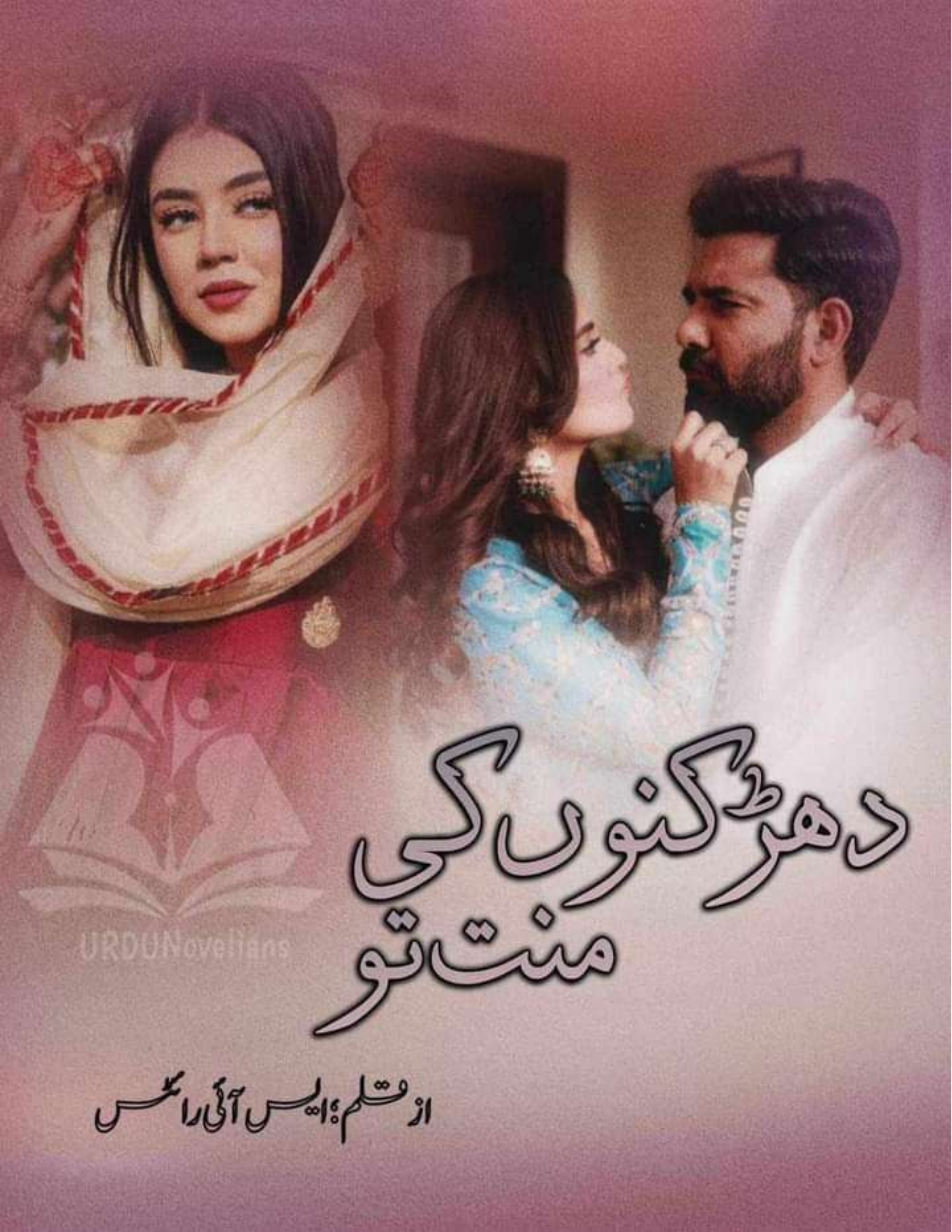

دھڑکنوں کی منت تو

از قلم: ایس آئی رائس

دھڑکنوں کی منت تو

از ایس آئی رائٹس

آج وہ بے تحاشا خوش تھی کیوں کہ آج وہ اس شخص کے نام سے منسوب ہونے جا رہی تھی جس کو اس نے بے حد اور بے حساب چاہا تھا،، آج اس کا رواں رواں اپنے رب کا شکر گزار تھا جس کی مہربانیوں کی وجہ سے اس کو اس کی محبت مل رہی تھی،،

لال رنگ کے خوبصورت فراک میں اس کی دودھیا رنگت چمک رہی تھی،، اس نے سامنے ٹیبل پر موجود کانچ کی چوڑیوں کو اٹھایا اور اک ادا سے انہیں اپنی نازک اور مرمری کلائیوں میں سجانے لگی،، تیار ہو کر اس نے خود کو آئینے میں دیکھا تو پل بھر کے لئے خود ہی حیران ہو گئی کہ وہ ہی ہے یا کوئی اور؟

سرخ رنگ کے فراک میں اس کی دودھیا رنگت پر بہت ہی بچ رہی تھی،،

یہ سرخ فراک، سرخ کانچ کی چوڑیاں، گجرے، اور پائل، یہ سب اس شخص کی طرف سے بھیجے گئے تھے جس کی محبت اس کی نس نس میں دوڑ رہی تھی،، اور اس نے اس سے کہا تھا کہ یہ سب اس کی محبت کی سوغات ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ آج کے دن وہ یہ سب زیب تن کرے کیوں کہ وہ اسے اپنی محبت کے رنگ میں رنگا ہوا دیکھنا چاہتا ہے،،

اس نے اپنی تیاری کو فائینل ٹچ دیا اور اپنا موبائل اور پرس اٹھاتی نیچے کی طرف بڑھی گئی جہاں سے شور غل کی آوازوں سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ مہمان لوگ آچکے ہیں،، وہ بھی دھیمے قدم اٹھاتی خود بھی اسی جانب چل دی، کیوں کہ

اسے پتہ تھا کہ آج اتنے بڑے خوشی کے موقعے پر بھی کوئی اس کے ساتھ نہیں ہو گا،، ہمیشہ سے ہی تو ایسا ہوتا آیا تھا کیوں کہ اس گھر کا بچہ بچہ اس سے نفرت کرتا تھا سوائے اس کے بابا کے جو اس سے بہت ہی محبت کرتے ہیں،،

وہ جیسے ہی ہال میں داخل ہوئی سامنے کا منظر دیکھ کر اسے اپنی سانسیں تھمتی ہوئی محسوس ہوئیں،، اس نے دھندلی اور نمناک نگاہوں سے سامنے موجود اسٹیج کی طرف دیکھا جہاں اس کا محبوب پورے حق سے اسی کی بہن کا ہاتھ تھامے بیٹھا ہوا تھا اور لوگ ان دونوں کو مبارکباد پیش کر رہے تھے جسے وہ دونوں مسکرا کر قبول کر رہے تھے،،

یہ دل شکن منظر دیکھ کر اس کا دل مانو جیسے دھڑکنا بھول گیا ہو،، وہ ٹوٹے دل اور شکستہ قدموں سے لڑکھڑاتی ہوئی ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی،، اس کی حالت دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا مانو جسم میں روح ہی نہ رہی ہو،،

ت۔۔ تم۔۔ ا۔۔ ایسا کیسے۔۔۔ ک۔۔ کر سکتے ہو۔۔ ی۔۔ یہ سب ج۔۔ جھوٹ ہے نا۔۔ مزاق۔۔ ک۔۔ کر۔۔ ر۔ رہے ہو نا۔۔ میرے ساتھ۔۔

وہ بولی تو آواز بھرائی ہوئی تھی جیسے ابھی پھوٹ پھوٹ کر رو دے گی۔۔۔

ب۔۔ بولو۔۔ ن۔ اا ریب چپ کیوں ہو۔۔ ا۔۔ اور۔ تمہارے ساتھ ۔۔ آپی۔ کیوں بیٹھی ہیں؟ یہاں تو مجھے ہونا چاہیے تھا نا کیوں کہ آج ہمارا نکاح تھا نا؟

وہ سہمے ہوئے دل کے ساتھ سراپا سوال بنی کھڑی ہوئی تھی،،

اس کی بات سن کر پورے ہال میں سناٹا چھا گیا اور مہمان اس خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر جو لال رنگ میں ملبوس لال پری لگ رہی تھی، کو دیکھ کر آپس میں چہ مگوئیاں کرنے لگے،،

یہ کیا بکواس کر رہی ہو تم؟ لڑکی دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہے تمہارا؟ جو اول فول بکے جا رہی ہو، تم ہوش میں تو ہو نا؟

رضا حیدر شاہ پوری قوت سے دہاڑے،، ان کے چہرے پر چھائے جاہ و جلال کو دیکھ کر ایک پل کے لئے وہ ڈر گئی لیکن پھر اپنا نقصان یاد آتے ہی خود کو مظبوط کرتے ہوئے بولی،،

دادا جان میں بکواس نہیں کر رہی اور نہ ہی میرا دماغ خراب ہوا ہے ،، آپ پوچھیں اپنے لاڈلے پوتے سے کہ اس نے مجھ سے جھوٹے وعدے کیوں کیے ، کیوں مجھے جھوٹے سپنے دکھائے ۔اور مجھے ان راہوں کا مسافر کیوں بنایا جب بیچ راہ میں ہی ساتھ چھوڑنا تھا ،،

اے لڑکی تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے بیٹے کے بارے میں ایسا بولنے کی ،، میرا بیٹا تم سے شادی کا وعدہ کیوں کرے گا جب کہ اس کی شادی بہت پہلے سے ہی تمہاری بہن کے ساتھ طے تھی وہ بھی سالوں سے ،، یہ بات اس گھر کا بچہ بچہ جانتا ہے ،، لہٰذا میرے معصوم بچے پر الزام لگانا بند کرو اور نکل جاؤ یہاں سے ''

جتنی منحوسیت پھیلانی تھی پھیلا چکیں اب دفع ہو جاؤ ،،

شمائلہ تائی نے زہر خند لہجے میں بولتے جارہانہ انداز میں اسے پیچھے کی طرف دھکیلا ،،

نہیں میں یہاں سے تب تک نہیں جاؤں گی جب تک مجھے میرے سوالوں کے جواب نہیں مل جاتے، وہ سرخ رنگ آنکھوں سے اریب شاہنواز حیدر شاہ کو گھورتے ہوئے مظبوط لہجے میں بولی،،

وہ ایسے اریب شاہنواز حیدر کو چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی کیونکہ اسے اس نے پوری شدت سے چاہا تھا،، اسے اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کے اریب نے اسے دھوکہ دیا ہے اسے یہ سب شاہ ولا والوں کی کوئی چال لگ رہی تھی،،

بتاؤ نا اریب۔۔ یہ سب جھوٹ ہے،، کیا ان لوگوں نے تمہیں پریشرائز کیا ہے؟ ان سب کو بتاؤ کہ تم مجھ سے پیار کرتے ہو،،

وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیتے ہزاروں امید اور مان لئے اس سے استفسار کر رہی تھی،،،

واٹٹٹ۔۔۔ تم پاگل ہو گئی ہو؟ میں نے تم سے کوئی وعدہ نہیں کیا،، میں تو دیبہ سے پیار کرتا تھا اور کرتا ہوں تم میرے لئے جیا اور دیا جیسی ہو،، بہن مانتا ہوں میں تمہیں۔۔ آئی سمجھ،،

اریب اس کے ہاتھوں کو بے دردی سے جھٹکتے ہوئے بولا،، جس پر وہ لڑکھڑا کر اس کے قدموں میں گری تھی،،

اس سیچیویشن سے حیران کھڑے مرتضیٰ حیدر شاہ تڑپ کر اس کی جانب بڑھے

،،

ب۔۔ بابا یہ جھوٹ بول رہا ہے ا۔ اس۔۔ نے م۔ جھ سے وع۔۔ دہ ک۔۔ یا تھا اور۔ اب۔۔ وعدہ خ۔۔ لافی۔۔ کر۔ ر۔ ہا ہے،، آپ جانتے ہیں نا۔۔ بابا آ۔ آپ کی وشی جھوٹ نہیں بولتی۔

وہ ہچکیوں سے روتے اٹک اٹک کر بولی،،

ہاں میرا بچہ مجھے پتہ ہے میری گڑیا جھوٹ نہیں بول رہی،، وہ اس کا آنسوؤں سے تر چہرہ صاف کرتے ہوئے بولے،،

کیا مطلب ڈیڈ؟ یہ جھوٹ نہیں بول رہی تو کیا اریب جھوٹ بول رہا ہے، یہ ہمیشہ کی طرح میری خوشی برباد کرنے آئی ہے کیوں کہ یہ جلتی ہے میری خوشیوں سے،، کیا آپ سب کو دکھائی نہیں دے رہا کہ یہ کس طرح سے کچھ

ٹائم پہلے ہوئے میرے نکاح کو تڑوانے کی کوشش کر رہی ہے،، یہ دیکھیے کیسے سج دھج کر یہاں آئی ہے اور یہ ساری تیاری اس نے ہمارے نکاح کی خوشی میں تو بلکل بھی نہیں کی ہو گی،،

دیبہ نے سب کی توجہ تناوش کی طرف کرائی جو اریب کے دیئے گئے ڈریس اور جویلری میں بہت ہی زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی،،

چٹخ-------چٹاخ-- خخخخ-------------------

اچانک آگے بڑھ کر ماہم مرتضٰی نے اس کے خوبصورت چہرے پر پے در پے کئی تھپڑ رسید کر دیئے--

بے شرم بے حیا--- تیری ہمت کیسے ہوئی میری بیٹی کی خوشیوں پر گرہن لگانے کی،، آخر نکلی نا تو اپنی ماں کی طرح بد چلن،، جو دوسروں کے شوہر پر نظر رکھتی ہے،،

♥□♥□♥□♥□____________

♥□♥□♥□♥□____________

وہ چاروں ڈپلیکیٹ چابی سے دروازہ کھول کر بنا آہٹ کیئے روم میں داخل ہوئے ،، جب ان میں سے ایک نے منمناتے ہوئے کہا،، ا۔۔ اذلان ب۔۔۔ بھائی پ۔۔ لیزز واپس چلتے ہیں،، اگر بڑے بھیا کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے،، پلیززززز بھائی۔۔

چپ کرو چوہیا کچھ نہیں ہوگا اور بھائی کو بلکل بھی پتہ نہیں چلے گا کیوں کہ وہ میٹنگ کے سلسلے میں دو دن کے لئے آؤٹ آف سٹی گئے ہوئے ہیں آج نہیں آنے والے،، ان میں سے ایک نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا،، اور وہ اپنے یہاں آنے کا مقصد پورا کرنے کے لئے آگے بڑھے،،

انہیں اتنی بے فکری سے اس ڈیول کے روم میں گھومتا دیکھ اس نے سہم کر نظریں پورے کمرے میں دوڑائیں اسے ایسا لگ رہا تھا کہ ابھی کہیں سے وہ ڈیول نمودار ہوگا اور پھر انہیں اس کے قہر سے کوئی نہیں بچا پائے گا،،

روم میں زیرو پاور بلب جل رہا تھا اور کھڑکی سے آتی چاندنی روم کی خوبصورتی اجاگر کر رہی تھی،،

جہازی سائز بیڈ جس پر سفید رنگ کی چادر بچھی ہوئی تھی گرے کلر کی بیک وال جس پر اس ڈیول کی بڑی سی پک لگی ہوئی تھی جس میں وہ فل بلیک تھری پیس سوٹ پہنے اپنی مہنگی گاڑی ''جیپ گرینڈ چروکی" سے ٹیک لگا کر کھڑا انگلیوں کے بیچ سگریٹ پھنسائے منہ اوپر کیئے دھواں اڑا رہا تھا،،

باقی والز پر شیشے کا کام ہوا تھا، گرے کلرز کی پردے، دائیں جانب ڈریسنگ روم اور اٹیچ باتھ روم، بائیں جانب ٹو سینٹر سوفہ،، اور سامنے ہی فل ڈریسنگ مرر جس کے سامنے ڈریسنگ ٹیبل اور ایک کانچ کی چھوٹی ٹیبل تھی، غرض کہ پورا روم ہی اپنے مالک کے زوق کا منہ بولتا ثبوت پیش کر رہا تھا،،

یاہووووو مل گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اچانک ان تینوں نے اپنی مطلوبہ چیز پاتے ہی زوردار نعرہ لگایا جس پر وہ خوف سے اچھل پڑی،،

اوہ ڈرپوک چوہیا بات بات پر ڈرنا چھوڑ دو،، اگر اسی طرح ڈرتی رہیں نا تو ایک دن ضرور تمہاری م۔وت سے ہو جائے گی،، ماہی نے اس کی بات بات پر ڈرنے والی عادت سے چڑتے ہوئے کہا جس پر سیرت ہونٹ باہر نکالے رونے کی تیاری کرنے لگی،،

اوئے ماہی تم میری گڑیا کو ڈانٹنا بند کرو اور فوراً سب یہاں سے نکلو،، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بڑے بھیا کے عتاب کا نشانہ بن جائیں

اذلان اسے جھڑکتے ہوئے بولا،، جس پر وہ سب پھرتی سے باہر کی جانب بڑھے لیکن ان کی بد قسمتی۔ ابھی وہ سب دروازہ کھول کر باہر جاتے اس سے پہلے ہی وہ ڈیول اندر داخل ہوا جسے دیکھ کر ان چاروں کی سانس سینے میں ہی اٹک گئی،،

سیرت پر تو باقاعدہ کپکپی طاری ہو گئی،، کیوں کہ بے چاری تھی سدا کی ڈرپوک

"

واٹ دا۔۔۔ تم سب اس وقت میرے روم میں کیا کر رہے ہو؟

وہ غصے سے بے قابو ہوتا دہاڑا،، جس پر ان چاروں کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں،،

اب بولو گے یا اس کے لئے مجھے اپنا طریقہ اپنانا پڑے گا،،

و۔۔و۔ وہ بڑے بھیاہ۔۔ مم۔۔۔ت۔ تو

جو بھی کہنا ہے صاف صاف کہو ورنہ میرے قہر سے تم لوگوں کو کوئی نہیں بچا پائے گا،، اس کی دہاڑ پر وہ چاروں اچھل پڑے اور خوف کے مارے روحان کے منہ میں جو بھی آیا بولتا چلا گیا،،

وہ کیا ہے نا بڑے بھیا کافی دن ہو گیا تھا ہم آپ سے ملے نہیں تھے اور ہمیں آپ کی یاد آ رہی تھی اور آج تو کچھ زیادہ آ رہی تھی اس لیے ملنے چلے آئے،، اس کی زبان پھراٹے سے چل رہی تھی ایسے ہی تو نہیں ہر کوئی روحان کی زبان کو سپر ایکسپریس بولتا تھا،،

اس کی اتنی بودی صفائی پر ان تینوں نے افسوس سے سر پیٹا اور آنکھیں بند کر کے جل تو جلال تو ورد کرنے لگے،،

اوو ریلی تم سب رات کے بارہ بجے مجھ سے ملنے آئے تھے واہ کیا کہنے تم سب کی محبت کے ،، اب اتنے پیار خلوص کو خراج دینا تو بنتا ہے نا۔

وہ سوالیہ انداز میں ابرو اچکاتے سرد آواز میں بولا تو ان چاروں کو اپنے ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہوئیں ،، مطلب صاف تھا کہ اگر اب بھی ان لوگوں نے سچ نہیں بولا تو جو خراج و تحسین انہیں سید ارحام بخت پیش کرتا وہ ان کی معصوم جانیں برداشت نہیں کر پاتیں ،، اس سے پہلے کی کوئی کچھ کہتا سیرت صاحبہ بول پڑیں ،،

ب۔۔بڑے ب۔۔۔بھیا۔ ہم سب یہاں اپنا موبائل لینے آئے تھے ، جو آپ نے کل سزا کے طور پر ہم سے لے لئے تھے ،، اس کے سچ بولنے پر ان تینوں نے اسے کھا جانے والی نظروں سے گھورا ،، کیوں اب وہ لوگ سید ارحام بخت کے قہر سے بچنے والے نہیں تھے ،،

سید ارحام بخت ،، بخت ولا کا سب سے بڑا چشم و چراغ جس کا سکہ پورے بخت ولا اور اس کے مکینوں پر چلتا تھا، اس کے بنائے ہوئے کچھ اصول اور حدود تھیں جنہیں توڑنے اور پار کرنے کی اجازت کسی کو بھی نہیں تھی ،،

ہوا کچھ یوں تھا کہ ان اکزامز نزدیک تھے اور یہ لوگ اپنی اکزامز کی تیاری چھوڑ کر پب جی گیم کھیلنے میں مست اور ساتھ ہی بے چاری سیرت کو بھی گھسیٹ لیتے ،، ان کی مائیں انہیں سمجھا کر تھک گئیں تو آخر کار ان کی شکایت ڈیول کے سامنے پیش کر دی جس پر ان کی سزا کے طور پر ان کے موبائل چھین لئے گئے تھے ،، اور وہ چاروں آج سید ارحام بخت کی غیر موجودگی محسوس کر کے وہی چوری کرنے آئے تھے لیکن پکڑے گئے اب پھر نئی سزا ان کے لئے تیار تھی ،،

♥☐♥☐♥☐♥☐_______________

♥☐♥☐♥☐♥☐_______________

اوئے اٹھ جا کتنا سوئے گی موٹی دیکھ سورج چاچا بھی غصے میں آگ اگل رہے ہیں ، میں بتا رہی ہوں انا اگر اب تو نہیں اٹھی تو یہ ٹھنڈے پانی کی بوتل تیرے سر پر انڈیل دوں گی ،، وہ مسلسل آدھے گھنٹے سے انا میڈم کو جگا رہی تھی لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی تھی ،،،

یار تنو تمہیں اس کُمبھ کَرَن کی اولاد پر اپنی ایز جی ویسٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے ،، یہ میڈم اتنی جلدی نہیں اٹھنے والی ،، تو ادھر آ اور میرے ہاتھ کی بنی گرما گرم چائے اور پکوڑوں کے مزے لے ،،

نیناں ٹرے میں پکوڑے اور دو کپ چائے لاتے ہوئے بولی ،، جس پر تنو بھی سر جھٹکتے اس کے پاس آ گئی ،، اور پکوڑوں اور چائے سے انصاف کرتے ہوئے نیناں کو ناول کے بارے میں بتانے جو آج کل وہ پڑھ رہی تھی ،،

یہ ممبئی شہر کے کوہِ نور گرلز ہوسٹل کا منظر ہے ،، ممبئی شہر جسے خوابوں کا شہر کہا جاتا ہے ،،

نیناں تنو اور انا یہ تینوں بیسٹ فرینڈز ہیں اور ہوسٹل میں روم میٹ بھی ،،،

نیناں کو پڑھائی کے ساتھ ساتھ کوکنگ کا شوق تھا اور تنو کو بکس اور ناولز پڑھنے کا جنون کی حد تک کریز تھا وہ کتابوں اور ناولز کی دیوانی تھی پھر چاہے رومانٹک ناولز ہوں یا تاریخی کتابیں، ، رہ گئیں انا میڈم وہ تو بس نیند کی شوکین تھی، ،

دیکھ لے یہ ابھی تک نہیں، ، رک جا سے تو میں اٹھاتی ہوں، ، تنو غصے سے کپ رکھتے ہوئے اٹھی اور ایک ہی جھٹکے میں آڑی ترچھی لیٹی انا کے پاس پہونچی، ، اور اس کے کان کے پاس جھک کر زور سے چیخی، ،

انا کی بچی اٹھ جا نہیں تَکلے کباڑیہ سے (پروفیسر ٹوینکل کپاڑیہ)

تجھے کوئی نہیں بچا پائے گا، ،

آئے ہائے ے ے ے کہاں ہے میری بچی؟ ظالموں شرافت سے بتادو کہاں ہے میری بچی، ، ایک ماں کی دعا لگے گی تم کو۔۔۔۔۔

انا بیڈ سے چھلانگ لگا کر اتری اور آس پاس نظریں گھماتے مصنوعی دکھ بھرے لہجے ،، نیناں اس کی حرکت سے نالاں ہوتے سر جھٹکہ جبکہ تنو تو اس کی ڈرامے بازی دیکھ کر جل بھن گئی ،،

منحوس عورت یہاں تجھے جگاتے جگاتے میری ساری انرجی ویسٹ ہو گئی اور تو دکھیاری ماں بنی سکتے ڈائیلاگ جھاڑ رہی ہے۔

ایک ماں کا دکھ تم کا جانو تنو بہن ۔۔ وہ فل ڈرامائی انداز میں بولی ،،

جا جا بہن کسی ڈراما انڈسٹری میں ٹرائے کر ،، ہم سے تیرا یہ بھاری بھرکم ٹیلنٹ برداشت نہیں ہو رہا ،، تنو نے سر جھٹک کر کہا اور ناول پڑھنے لگی ،،

ہونہہ ٹیلنٹ کی تو کوئی قدر نہیں ،،

اچھا تنو تو ان ناولوں کو کیوں پڑھتی ہے کیا ملتا ہے انہیں پڑھ کر ،، جب دیکھو انہیں میں گھسی رہتی ہے ،، وہ جاتے جاتے اچانک پلٹ کر بولی ،،،

اس کے سوال پر تنو نے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا اور پھر بولی تو اس کا لہجہ کھویا ہوا تھا ،،

کتنی عجیب ہوتی ہے نہ یہ ناولز کی دنیا جس کی شروعات کیسی بھی ہو لیکن اختتام ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے، میرا دل کرتا ہے میں بھی اس دنیا کا حصہ بن جاؤں جہاں ہر روٹھا ہوا انسان مان جاتا ہے، ہر بچھڑا ہوا انسان مل جاتا ہے،،

مجھے عشق ہے کتابوں اور ناولز سے۔ ہاں مجھے محبت ہے اپنی افسانوی دنیا سے، یہ مجھے ہنساتی ہیں رولاتی ہیں، یہ اس وقت سے میری ساتھی ہیں جب میرا کوئی دوست نہیں تھا،، میں روتی ہوں جب ان سے اپنے دل کا حال کہتی ہوں، یہ مجھے اپنی آغوش میں لے لیتی ہیں، میرے آنسو سمیٹ لیتی ہیں،، مجھے جج نہیں کرتیں مجھ پر طنز نہیں کرتیں مجھ سے تکلیف دہ باتیں نہیں کرتیں، یہ دوست ہیں میری اسی لئے مجھے عشق ہے ان سے،،،

مجھے انسانوں سے زیادہ کتابوں کے ساتھ وقت گزارنا اچھا لگتا ہے کیوں کہ کتابیں خود نہیں بدلتیں لیکن آپ کو بدلنے کا فن رکھتی ہیں جبکہ انسان۔۔۔۔۔۔انسانی جذبات تو گھڑی کی سوئی کے ساتھ پل پل بدلتے ہیں

اس کا لہجہ کھویا ہوا تھا اور چہرے پر کرب نمایاں تھا،، اس کی حالت دیکھ کر انا کو خود پر غصہ آیا کہ اس نے ایسا سوال ہی کیوں پوچھا؟ وہ دونوں ہی جانتی تھیں کہ تنو اپنے درد اور ڈپریشن سے باہر نکلنے کے لئے ان کتابوں اور ناولوں کا سہارا لیتی ہے،، وہ ان کہانیوں اور کرداروں میں خود کو جیتی ہے،،

اوئے انا منحوس عورت تم نے میری تنو جانو کن سوالوں میں الجھا دیا ہو سکتا ہے تمہیں اس ٹکلے کباڑیہ سے عزت افزائی کرانے کا شوق ہو لیکن ہمیں کوئی شوق نہیں،، اسلئے ہمیں یونی کے لئے تیار ہونے دو،،

نیناں نے تنو کو اس تکلیف دہ لمحے سے باہر نکالنے کے لئے مزاحیہ انداز میں کہا

''''

♥☐♥☐♥☐♥☐____________

♥☐♥☐♥☐♥☐____________

حرافہ لڑکی پہلے تیری ماں نے شادی شدہ مرد پر ڈورے ڈالے اور اپنی ادائیں دکھا کر میرے شوہر سے نکاح کر کے میری زندگی میں آگ لگائی اور اب تو میری بیٹی کی زندگی برباد کرنا چاہتی ہے لیکن میں ایسا ہونے نہیں دوں گی ،،

ماہم مرتضٰی تناوش کے نازک گالوں پر پے در پے تھپڑ مارتے چیختی ہوئی بولیں ،، جبکہ تناوش تو مسلسل مار کھاتی آنسو بھری آنکھوں سے اریب کی طرف دیکھ رہی تھی جو چپ چاپ کھڑا تماشہ دیکھ رہا تھا ،،

ماہم پاگل ہو گئی ہو ، چھوڑو تناوش کو ،، اگر وہ کہہ رہی ہے کہ اریب نے اس سے یہ سب کہا ہے تو سچ ہی ہو گا کیوں کہ میں جانتا ہوں اپنی بیٹی کو ، وہ اتنا بڑا جھوٹ نہیں بول سکتی ،، میں نے تربیت کی ہے اس کی اور مجھے پورا یقین ہے کہ میری بیٹی میری تربیت کے خلاف نہیں جائے گی ،،

واہ وا۔۔۔۔۔۔۔۔ بھائی صاحب کیا کہنے ہیں آپ کے ؟آپ کی بیٹی جھوٹ نہیں بول رہی تو کیا میرا بیٹا جھوٹ رہا ہے ،، ارے صحیح کہہ رہی ہے ماہم یہ ہے ہی حرافہ ماں کی حرافہ بیٹی۔۔

میں تو کہتی ہوں بابا جان اس سے پہلے کہ یہ اور گند پھیلائے اسے اس گھر سے باہر نکال دیں ،، میری بھی بیٹیاں ہیں اور میں نہیں چاہتی کہ اس کے نقش قدم پر چلنے لگیں ،،

ان کی باتیں سن کر مرتضٰی حیدر شاہ کے دل میں درد اٹھا تھا اور آنکھوں کے سامنے تناوش کی ماں کا چہرہ ابھرا تھا سالوں پہلے وہ بھی یوں ہی کٹھرے میں کھڑی تھی اور اس پر بھی یوں ہی لعن طعن کئے جا رہے تھے جب کہ اس کی کوئی غلطی بھی نہیں تھی ،،،

شمائلہ تائی کی بات سن کر رضا حیدر شاہ نے پر سوچ نگاہوں سے ان کی سب کی طرف دیکھا اور پھر ایک فیصلہ کیا ،،

شاہنواز ہم اپنے روم میں جا رہے ہیں تم کو مہمانوں کو کھانا کھلا کر انہیں رخصت کر واور سبھی گھر والے ہم سے ہمارے کمرے میں آ کر ملیں،،

ان کے جاتے ہی تناوش جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور اریب کی طرف دیکھ کر بولی،،

اگر تمہیں مجھ سے شادی نہیں کرنی تھی تو تم نے مجھ سے محبت کا ناٹک # کیوں کیا،، یہ لال جوڑا، یہ سرخ چوڑیاں، یہ پائل یہ گجرے، یہ سب تم نے مجھے کس حق سے بھیجے تھے، بولو،، بولتے کیوں نہیں،، وہ دونوں سے اس کے کوٹ کو مٹھیوں میں جکڑے چیخ رہی تھی،،

تم موبائل پر میسجز اور کال کر سکتے ہو اور سب سے چھپ کر مجھ سے ملنے میرے ہوسٹل آ سکتے ہو تو اب یہ سب قبول کرنے میں تمہیں شرم کیوں آ رہی ہے مسٹر اریب شاہنواز،،

بکواس بند کرو اپنی ایسا کچھ بھی نہیں کیا میں نے تم مجھ پر جھوٹے الزام لگانا بند کرو،، سچ تو یہ ھے کہ تم نے مجھے اپنی طرف مائل کرنے کی بہت کوشش کی لیکن میں تمہاری چال میں نہیں پھنسا تو تم نے یہ پینترا بدل لیا،،

اے لڑکی دور ہٹ میرے بیٹے سے،، اور جا کر اپنا سامان باندھ اور نکلنے کی تیاری کر، بہت مونگ دل لیا تو نے ہمارے سینوں پر،،

شمائلہ تائی نے بے دردی سے دھکہ دیتے ہوئے کہا،،

م۔۔ مم۔۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی ب۔۔ بابا میرے ثبوت ہے م۔۔ میں ا۔ ابھی دکھاتی ہوں،،

وہ جلدی سے پرس سے موبائل نکالتے ہوئے بولی،، لیکن یہ کیا؟ اس کے موبائل ساری چیٹ ڈیلیٹ تھیں اور اسے سمجھنے میں دیر نہیں لگی یہ سب کس نے کیا ہے،،

کیا ہوا بی بی نہیں ملے ثبوت ؟ ملیں گے بھی کیسے جب ہیں ہی نہیں،، اب ڈرامے بازی بند کرو،، اور آپ سب چلیں بابا جان کے روم میں،،

نہیں میں جھوٹ نہیں بول رہی سچ میں میرے پاس ثبوت تھے شاید کسی نے ڈلیٹ کر دئے ہیں۔۔ بابا میرا یقین کریں۔۔۔

وہ آنکھوں میں آنسو لئے بے بسی سے بولی۔ مرتضٰی حیدر اس کی طرف بڑھے جب ماہم مرتضٰی نے ان کا ہاتھ کا پکڑ کر روکا، اور ان کے کان میں سر گوشی سے بھی کم آواز میں بولیں،،

مرتضٰی اگر آپ نے اس کی طرف ایک بھی قدم بڑھایا تو میں اس لڑکی سے جڑا سالوں پرانا راز افشاں کر دوں گی اور آپ کو تو پتہ ہی ہو گا اس کے بعد کیا ہو گا؟ شاید آپ کی لاڈلی بیٹی وہ راز برداشت نہ کر پائے،، اس لئے خاموش رہیں اور جو میں بولوں ویسا کریں،، ان کی بات سن کر مرتضٰی صاحب کے چہرے کا رنگ اڑ گیا،،

حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ میں نے آپ کی پڑھ لی تھی،، جس میں سارے راز دفن ہیں،، اب میرا منھ مت دیکھیں جو کہا ہے وہ کریں،،

مرتضیٰ حیدر بے بسی سے آگے بڑھے اور کھینچ کر ایک زوردار تھپڑ تناوش کے نازک گال پر جڑ دیا،، تناوش تو اپنی جگہ پر پتھر ہو گئی،، ی۔۔ یہ اس کے بابا نے کیا۔

م۔۔ مجھے نہیں پتہ تھا تناوش کہ تم اپنی بہن کا گھر برباد کرنے کے لئے اس حد تک گر جاؤ گی،، کتنا بھروسہ اور مان تھا مجھے تم پر لیکن تم نے میرے بھروسے کو توڑ ڈالا،، میں تمہیں اا س گھر میں ایک پل بھی برداشت نہیں کر سکتا دور ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے،، بابا جان جو فیصلہ کریں گے سو کریں گے،، یہ میرا فیصلہ ہے کہ تم جیسی اولاد سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے،،

دیبہ نے اسے ابھی کے اس گھر سے باہر۔۔ ن۔۔۔۔ کال۔۔۔ و۔

بولتے بولتے انہیں اپنے سینے میں درد ہوتا محسوس ہوا جس پر دل تھام گئے،،

ب۔۔ بابا۔۔۔ وہ تڑپ کر ان کی طرف بڑھی لیکن انہوں نے اشارے سے روک دیا،،

ا۔۔اریب۔۔دیبا کیا تم لوگ من میری موت کا انتظار کر رہے ہو نکالو اسے وہ درد سے تڑپتے ہوئے بولے،، تو وہ دونوں آگے بڑھے۔۔

ن۔۔نہیں میں کہیں نہیں جاؤں گی،، پلیز زز بابا ایسا مت کہیں،، بابا مجھے اپنے آپ سے دور مت کریں یہ دنیا بہت بری ہے یہ آپ کی گڑیا کو نگل جائے گی کسی کو پتہ بھی نہیں چلے،، مجھے مت بھیجیں ورنہ آپ کی وشی کھو جائے گی۔۔وہ روتے ہوئے بولی،،

اس کی باتیں سن کر ان کا دل تڑپ اٹھا،، (مجھے معاف کر دو میری بچی لیکن ایسا کرنا ضروری ہے،، ابھی جو تکلیف تمہیں ہو رہی ہے وہ اس تکلیف سے کم ہے جو سچ پتہ لگنے کے بعد تمہیں ہوتی)

اریب اور دیبا نے اس کی ایک نہیں سنی اور اسے کھینچ کر باہر لے آئے اور گیٹ کے باہر دھکہ دیا،،

مس تناوش یہی ہے تمہاری اوقات، چلو اب دفع ہو جاؤ اس گھر سے بھی اور ہماری زندگیوں سے بھی،، یہ کہہ کر وہ جانے لگی پھر پلٹی،،

ارے ایک بات تو بتانا بھول ہی گئی،، چلو بتا ہی دیتی ہوں،، تمہیں پتہ ہے یہ جو اریب نے تم سے محبت کھیلا تھا نہ وہ سب ایک گیم تھا، میرے کہنے پر اس نے وہ سب کیا تھا،، پیار تو وہ صرف دیبا سے کرتا ہے،، تمہارے ساتھ تو ٹائم پاس کیا تھا،، کیوں اریب؟

یس ڈارلنگ،، تمہیں تو پتہ ہی کہ میں تمہاری کوئی بات ٹال نہیں سکتا،،

ت۔ تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ کیا بگاڑا تھا میں نے تمہارا؟

کیا بگاڑا تھا؟ بچپن سے لے کر آج تک تم مجھ سے میرے حصے کا پیار چھینتے آئی ہو مجھ سے بابا میرے سے زیادہ تم سے پیار کرتے تھے،، اسی لئے میں نے ان سب کا بدلہ سود سمیت اصول لیا،،

اتنی بڑی گیم،،، وہ اس کے ساتھ محبت کا ڈھونگ کر رہا تھا اور وہ اس کو سچا پیار سمجھ بیٹھی،،

تناوش نے ایک زخمی نگاہ ان دونوں کے ہنستے چہرے پر ڈالی اور بولی تو اس کا لہجہ ہر احساس سے عاری تھا،،

مسٹر اریب شاہنواز یہ مت سمجھنا کہ تم مجھے برباد کر کے خوش رہ لو گے ،، تم تڑپو گے ، بس مکافات عمل کا انتظار کرو ،، میں نہیں چاہتی کہ تمہارے کیئے کا ہرجانہ تمہاری بیٹی چکائے ،، ہر بار عورت ہی کیوں ،،

میں چاہتی ہوں کہ تمہیں دنیا کی ہر خوشی ملے لیکن روز قیامت تمہیں میرے مجرم کی حیثیت سے کھڑا کیا جائے اور تمہیں رگوں کو چیر دینے والی وہی اذیت دی جائے جو تمہاری وجہ سے میں اس وقت برداشت کر رہی ہوں ،،

♥☐♥☐♥☐♥☐

♥☐♥☐♥☐♥☐

رضا حیدر شاہ ایک جدی پشتی رئیس تھے ان کی شادی ان کے خالہ زاد رقیہ شاہ سے ہوئی تھی۔ جس سے ان کے دو بیٹے ہیں شاہنواز حیدر شاہ اور مرتضیٰ حیدر

شاہ،، اور ایک بیٹی عذرا، جو ان کی بہن کی بیٹی تھی،، ان کی بہن کا بیٹی کی پیدائش کے وقت انتقال ہو گیا تھا اور ان کے شوہر نے دوسری شادی کر لی تھی اس لئے رضا حیدر شاہ اپنی بھانجی کو گود لے لیا اور اسے اپنی بیٹی بنا کر اپنے گھر لے آئے لیکن رقیہ شاہ کو یہ بات ذرا پسند نہیں آئی۔

وہ اس معصوم سے کھار کھانے لگیں لیکن ان. بر عکس رضا حیدر شاہ اور ان کے دونوں بیٹے اس پر جان نچھاور کرتے تھے اور یہی بات رقیہ بیگم کو عذرا سے اور متنفر کر گئی،، وہ عذرا کے معاملے میں دن بدن کٹھور ہوتی گئیں،، دن یوں ہی گزرتے گئے اور بچوں نے جوانی میں قدم رکھا،، مرتضی حیدر کو شروع سے ہی انجینئرنگ کا شوق تھا تو وہ اسی کی پڑھائی میں لگ گئے اور رہ گئی عذرا تو اسے تو ڈاکٹر بننے کا جنون تھا تو رضا حیدر شاہ نے اس کا شوق دیکھتے ہوئے اس کا داخلہ میڈیکل کالج میں کر لیا،، رقیہ شاہ کو عذرا کی اتنی اہمیت برداشت نہیں ہوتی تھی اس لئے وہ روز اس پر طعنے کستی جس سے تنگ آ کر رضا حیدر شاہ نے اس کا داخلہ پونا کے گرلز ہاسٹل میں کرا دیا،، تاکہ وہ اس روز روز کی اذیت سے محفوظ رہے،،،

شاہنواز نے پڑھائی کو خیر آباد کہہ کے رضا حیدر شاہ کے بزنس کو سنبھالنا شروع کر دیا،، تو رقیہ شاہ نے شاہنواز کی شادی اپنی بھتیجی شمائلہ سے کر دی،، جو ہو بہو انہیں کا پرتو تھی،، شادی کے ایک سال بعد ہی شمائلہ کے یہاں اریب پیدا ہوا، تو پورا گھر خوشی سے جھوم اٹھا مٹھائیاں بانٹی گیی اور جشن منایا گیا،، اسی جشن میں رقیہ بیگم کی چھوٹی بہن نے اپنی بیٹی ماہم کے لئے مرتضٰی حیدر شاہ کا رشتہ مانگ لیا،، رقیہ شاہ تو خوشی سے نہال ہو گئیں کہ ان کی دونوں بہوئیں انہیں کے خاندان سے ہوں گی،، لیکن جب یہ بات رضا حیدر شاہ اور مرتضٰی کو پتا چلی تو انہیں بلکل بھی یہ رشتہ پسند نہیں آیا،، کیوں کہ مرتضٰی حیدر عذرا کو پسند کرتے تھے اور یہ بات رضا حیدر بھی جانتے تھے،،

جب انہوں نے یہ بات رقیہ شاہ کو بتائی تو انہوں واویلہ مچا کر پورا گھر سر پر اٹھا اور عذرا کو کوسنے اور بددعائیں دینے لگیں،،

لیکن مرتضٰی حیدر شاہ کسی قیمت پر اس رشتے پر راضی نہ ہوئے تو انہوں نے اپنی جان لینے کی دھمکی باآخر انہیں ماننا پڑا انہوں نے دل پر پتھر رکھ اس رشتے کے ہامی بھر لی،،

اور اس سب سے عذرا انجان تھی اور ویسے بھی اس نے مرتضٰی حیدر کو کبھی اس طرح نہیں سوچا تھا وہ تو انہیں اپنا بھائی مانتی تھی، ،

مرتضٰی کی شادی میں عذرا بھی آئی تھی لیکن اس سے کسی نے ڈھنگ سے بات بھی نہیں کی سوائے رضا حیدر کے، ، اور شادی کی رات رقیہ بیگم نے ناجانے اس سے ایسا کیا کہا تھا جس سے دلبر داشتہ ہو کر وہ شادی کے تیسرے دن ہی ہوسٹل چلی گئی، ،

______________♥☐♥☐♥☐♥☐

______________♥☐♥☐♥☐♥☐

__ لدھیانہ

بھارت کی ریاست پنجاب کے ایک مشہور شہر کا نام ہے، ،

صبح کا وقت تھا بادلوں کی اوٹ سے جھانکتا سورج اپنی سنہری کرنیں سر سبز لہلہاتے کھیتوں پر برسانے کی کوشش میں تھا اور آنکھوں کو فرحت بخشتی ڈھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، ،

آج ایک.بڑی پنچایت تھی جس میں شمولیت کے لئے آس پاس کے علاقوں سے لوگ آ رہے تھے جس کی وجہ سے گاؤں میں کافی ہلچل مچی ہوئی ،،

سبھی لوگ کافی متجسس تھے کہ کیا فیصلہ ہونے والا ہے ،، کیوں کہ آج کی پنچایت کا فیصلہ سید ارحام بخت کرنے والا تھا ،،

سید ارحام بخت ،، سید حبیب بخت کا بڑا پوتا جو آکسفورڈ یونیورسٹی سے تعلیم یافتہ ہے ،، سید حبیب بخت اس گاؤں اور آس پاس کے علاقوں کے سردار تھے جن کا ایک مہینہ پہلے انتقال ہو چکا ہے اور ان کی وصیت تھی کہ ان کے بعد سرداری ان کے پوتے سید ارحام بخت کو دی جائے ،، جس کو ارحام بخت نے خوشی خوشی قبول کر لیا ،، کہاں وہ آکسفورڈ یونیورسٹی کا ڈگری ہولڈر ،، اب گاؤں کی سرداری سنبھالنے جا رہا تھا لیکن اسے یہ دادا جان سے زیادہ پیاری نہیں تھی ،،

سید ارحام بخت ۔۔۔ چھ فٹ سے نکلتا قد، کسرتی جسم، کھڑی مغرور ناک جس غصے کی وجہ سے ہمیشہ سرخ رہتی ہے مظبوط بازو، سرخ و سفید رنگت کشادہ پیشانی جن پر ہمیشہ دو بل پڑے رہتے ہیں ،، کالی گھور سیاہ آنکھیں جو نا جانے کتنی

گہرائی سمیٹے ہوئے ہیں،، عنابی لب،، چہرے پر چھائی گہری سنجیدگی اسے متاثر کن بناتی ہے،، یہ ساری خوبیاں مل کر اس پر کسی طلسماتی دنیا کا شہزادہ ظاہر کرتی ہیں،،

اچانک ایکے بعد دیگرے چار پانچ گاڑیاں آکر رکیں اور ستائیس سالہ سید ارحام بخت سفید رنگ کے کرتا شلوار پر بلیک واسکٹ پہنے اور کندھے پر بلیک چادر اوڑھے اپنی مرسڈیز کا ڈور کھول کر باہر نکلا،، گاؤں کے لوگ.بڑے اشتیاق سے اپنے نئے سردار کو دیکھ رہے تھے،، سبھی کی آنکھوں میں اپنے سردار کے محبت اور عقیدت صاف جھلک رہی تھی لیکن انہیں میں کچھ آنکھیں ایسی بھی تھیں جن میں نفرت اور حسد کی آگ تھی،، اور وہ تھیں پاس کے علاقے کے گردیزی حویلی والوں کی،، بخت حویلی والوں اور گردیزی حویلی والوں کے بیچ سالوں سے دشمنی چلی آرہی تھی اور وجہ تھی یہ سرداری جو بخت حویلی والوں کو ملی تھی،،

سالوں پہلے گردیزی حویلی والے سردار تھے لیکن ان کے ظلم اور زیادتیوں سے پریشان آس پاس کے سبھی علاقوں کے باشندوں نے متفقہ رائے سے گردیزز

کو چھوڑ کر سید حبیب بخت کے دادا سید عباس بخت کو اپنا سردار منتخب کر لیا اور گردیزز کچھ نہیں کر پائے،، تب سے وہ بخت حویلی والوں سے بغض رکھے ہوئے ہیں،، اور نہ جانے ان کی یہ نفرت کیا رنگ لانے والی تھی،،

اس نے اشارہ کیا کہ پنچایت شروع کی جائے،، اس کے اشارے پر ایک عورت چادر اوڑھے سامنے آئی اور سید ارحام بخت کے سامنے التجا کرنے لگی کہ اس کی بیٹی کو اس بھیانک روایت سے بچا لیا جائے،، جب کہ اس کا شوہر اسے کچھ نہ بولنے کے اشارے کیئے جا رہا تھا،،

سردار مہربانی کر کے میری معصوم بیٹی کو بچا لو ورنہ وہ اس جھوٹی اور فرسودہ روایات کی نظر ہو جائے گی،، میں نے بڑا سنا ہے سردار سید حبیب بخت کے دربار میں انصاف ہوتا ہے آج میں اسی انصاف کی بھیک مانگتی ہوں،، ہم پر رحم کریں سردار۔۔۔

ماں جی آپ کیا کہنا چاہتی ہیں بے خوف ہو کر کہیں سید حبیب بخت کا پوتا سید ارحام بخت آپ سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ آپ اور کی بیٹی کو انصاف دلائے گا،،

سید ارحام بخت نے اپنی مظبوط اور نرم آواز میں کہا،،

سردار دو سال پہلے میرے شوہر نے میری بیٹی کا میری مرضی کے خلاف آٹھ سال کی عمر میں نکاح کر دیا تھا اور کل اس کا شوہر مر گیا ہے۔ اور اب یہ لوگ میری بیٹی کو زندہ درگور کر رہے ہیں،، یہ روایت کے نام پر میری بیٹی کا بچپن اس کی معصومیت اس کے چہرے کی مسکان چھیننا چاہتے ہیں'،، یہ لوگ چاہتے ہیں کہ میری لاڈو ساری زندگی ان کے بیٹے کے نام پر بیٹھی رہے،، گڑیوں اور رنگ.برنگی تتلیوں سے کھیلنے والی میری بیٹی کی زندگی سے رنگ چھیننا چاہتے ہیں' یہ لوگ چاہتے ہیں وہ سفید رنگ پہن کر ساری زندگی ان کے گھر میں قید رہے،، کیوں کہ وہ بیوہ ہے اور بیواؤں کا آسائشوں اور خوشیوں پر کوئی حق نہیں ہے،،

وہ عورت پھپھک پھپھک کر روتی بلکتی ہر کسی کی آنکھ نم کر گئی،،

اس کی ساری باتیں سن کر سید ارحام بخت کا غصے سے. برا حال ہو گیا اس نے غضبناک نگاہوں اس عورت کے شوہر کو دیکھا جو خوف سے نظریں چرا رہا تھا،،

ن۔۔ نن۔۔ نہیں سردار یہ جھوٹ بول رہی ہے،، ہم تو اسے اپنے بیٹے کی بیوہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ اپنی بیٹی بنا کر اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں کیوں کہ ہم اس سے بہت پیار کرتے ہیں،،

ان میں سے ایک دراز عمر کا آدمی سامنے آتے ہوئے بولا،، سید ارحام نے ایک سرد نظر اس پر ڈالی تو وہ سہم کر پیچھے ہو گیا،،

نہیں سردار میں جھوٹ نہیں بول رہی اگر آپ کو یقین نہیں تو میں ابھی آپ کے سامنے ان کی درندگی کے ثبوت دکھاتی ہوں یہ کہہ کر وہ عورت بھیڑ چیرتی ہوئی پیچھے گئی جہاں اس کی بیٹی اپنے چھوٹے بھائی کا ہاتھ پکڑے سہمی کھڑے تھی،،

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بیچ مجمع میں لے آئی،،

یہ دیکھیں سردار اور اب بتائیں کہ کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں،،

ارحام بخت نے جیسے ہی نظر سامنے ڈالی تو ایک پل کے لئے اس کا دل کانپ اٹھا ،، اس دس سالہ معصوم بچی کا چہرہ ان لوگوں کی بربریت ظاہر کر رہا تھا ،،

اس بچی کی یہ حالت کس نے کی ہے ؟ سامنے آئے ،،

وہ پوری قوت سے دہاڑا تو پنچایت میں موجود ہر شخص خوف سے کانپ اٹھا ،،

بیٹا آپ بتاؤ کہ آپ کی یہ حالت کس نے کی ہے ؟ اس بچی نے ایک نظر ارحام بخت کی طرف دیکھا اور پھر اپنی ماں کی طرف جو اسے بتانے کا کا کہہ رہی تھی اور مڑ کر اپنے باپ کی طرف دیکھا جو چپ رہنے کا بول رہا تھا ،،

سائیں اگر میں نے ان کا نام بولا تو وہ لوگ شینو کو پھر سے ماریں گے سائیں شینو کو مار نہیں کھانی کیوں کہ شینو کو بہت درد ہوتا ہے ،، ابھی بھی ہو رہا ہے ،، اور اگر نام نہیں بتایا تو وہ لوگ شینو کو لے جائیں گے شینو کو نہیں جانا کیوں کہ شینو کو پڑھائی کرنی ہے خوب ساری پڑھائی ،، وہ رو رو کر بتاتی آخر میں پڑھائی کے بارے میں بتاتے خوشی سے چہک کر بولی ،، پڑھائی کے ذکر سے ہی اس کے چہرے پر چھائے تکلیف دہ آثار خوشی میں بدل گئے ،،

جیسے جیسے وہ بچی بول رہی تھی ویسے ویسے سید ارحام بخت کے آنکھوں کی سرخی میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔۔۔

سائیں اگر میں نے بتایا تو وہ لوگ مجھے ما****ر دیں گے آپ خود ہی پتہ کرلو نہ آپ سردار ہو آپ تو کچھ بھی کر سکتے ہو۔۔

صحیح کہا بیٹا آپ نے میں سردار ہوں اور ہر غلط کو صحیح کرنا مجھے آتا ہے یہ کہتے ہوئے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور سیدھا اس بچی کے سر کے پاس آیا۔۔

ہم تو حارث صاحب بتانا پسند کرو گے یا پھر میں اپنے طریقے سے سچ تلاش کروں اور اگر ایسا ہوا نا تو یقین مانیں وہ آپ کی برداشت سے باہر ہوگا۔۔ وہ آگ اگلتے لہجے میں بولا۔۔ اس کے لہجے میں اس قدر وحشت تھی وہ آدمی خوف سے اچھل پڑا۔۔

ب۔۔ بتاتا ہوں۔۔ یہ میں نے اور میرے دونوں بڑے بیٹوں نے کیا ہے

معاف کر دیں سائیں غلطی ہو گئی رحم سائیں،، وہ دونوں ہاتھ جوڑے التجا کرتے ہوئے بولا،،

رحم کروں ؟ کیا تم نے اس معصوم بچی پر رحم کیا تھا اور رہی معافی ۔۔۔۔ تو سن لو معافی جیسا لفظ سید ارحام بخت کی ڈکشنری میں ہے ہی نہیں،،

خان ۔۔۔ اسے اور اس کے دونوں پٹھوں کو میرے اسپیشل روم میں لے جاؤ اور انہیں اس سے کئی گنا زیادہ درد دو جتنا ان لوگوں نے اس معصوم بچی کو دیا ہے،، اور تب تک دیتے رہو جب تک ان کے اندر سے ظلم کرنے کی صلاحیت نہ ختم ہو جائے،، تاکہ یہ لوگ ہر ظالم کے لئے عبرت کا نشان بن جائیں،،

اس نے اپنا فیصلہ سنا کر اس بچی کے سر پر ہاتھ پھیرا،

بیٹا آپ پڑھنا چاہتی ہیں۔

ہاں شینو خوب سارا پڑھنا چاہتی ہے،،۔

اوکے۔ آج سے آپ آزاد ہو جہاں چاہے جاسکتی ہیں اور خوب سارا پڑھ بھی سکتی ہیں،، ماں جی آپ بے فکر ہو جائیں آج سے اس بچی کی پڑھائی کی ساری زمہ داری ہماری ہے۔۔

سارے گاؤں والے اپنے اس مہربان سردار کا فیصلہ سن کر کافی خوش ہوئے تھے ،اوران کے دل میں اپنے سردار کے لئے عزت اور تعظیم اور زیادہ.بڑھ گئی تھی ،،، جبکہ دلاور گردیزی کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں پھوٹ پڑیں،،

□♥□♥□♥□♥______________

□♥□♥□♥□♥______________

وہ تینوں یونی پہونچی تو ہمیشہ کی طرح لیٹ تھیں،، ان دونوں نے جلدی سے تنو کوآگے کر دیا تاکہ وہ سرسے کلاس میں انٹر ہونے کی پرمیشن لے،، تنو نے چشمے کے اندر سے گھور کران دونوں کو دیکھا تو وہ دونوں مسکین سی صورت بناتے ہوئے بولیں،، تو وہ دانت کچکچاتے اندر جھانکنے لگیں جہاں سر بورڈ پر کچھ لکھ رہے تھے،،

کیا ہم اندر آ سکتے ہیں سر رر۔۔۔

بلکل بھی نہیں۔۔ برائے مہربانی اب اتنی بھی زحمت نہ کریں آپ لوگ اور جہاں اب تک تھیں وہیں تشریف لے جائیں،،

سر نے ٹکا کر بے عزتی کی۔۔ تھے تو وہ ہندو لیکن اردو کے اتنے مشکل لفظ جانے کیسے بول لیتے تھے،،

ان کے بے عزتی کرنے پر ساری کلاس کھی کھی کرنے لگی اور سر کی ایک گھوری پر خاموش بھی ہو گئی،، ان تینوں نے اپنی اتنی بے عزتی پر گھور کر سر کو دیکھا،، انا کا دل کر رہا تھا کہ کچھ اٹھا کر سر کی اس چمکتی ٹنڈ پر دے مارے،،، جس طرح انہوں نے ٹکا کر بے عزتی کی تھی،، پھر اپنے غصے کو کنڑول کیا اور ڈرامائی انداز میں بولنا اسٹارٹ کیا،،

آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں سر رر آپ کے کہنے کا کیا مطلب کہ ہم پھر سے ہوسپٹل چلے جائیں۔۔۔

ہم نے ایسا تو نہیں کہا،،،

لیکن ایسا تو کہا ہے نا سر کہ ہم جہاں سے تشریف لائے ہیں وہیں جائیں،، آپ کو نہیں پتا سر ہم ہوسپٹل سے آ رہے ہیں کیوں کہ صبح سے نیناں کی طبیعت خراب تھی اسے چکر پہ چکر اور الٹی پہ الٹی ہو رہی تھی اسے لے کر ہم ہوسپٹل گئے تھے اس لئے ہمیں دیر ہو گئی،، وہ اپنی زبان کے جوہر دکھاتے ایک ہی سانس میں بولتی گئی جبکہ وہ دونوں منہ کھولے اتنے فراٹے سے جھوٹ بولتا دیکھ رہی تھیں،،

اوہ سوری مجھے لگا کہ روز کی طرح آپ لوگ لیٹ آئی ہیں خیر آپ لوگ اندر آئیں،، سر کی ٹون فوراً بدلی تھی،، ساری کلاس منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی جب انا نے شرارت سے آنکھ ونگ کی،،

یوں ہی تو نہیں وہ لوگ اسے ڈرامہ کوئین کہتے تھے،،

♥□♥□♥□♥□

♥□♥□♥□♥□

وہ کب اپنی ٹوٹی بکھری ذات کے ساتھ کالونی سے نکل کر مین روڈ پر آئی اسے کچھ پتہ ہی نہیں چلا،، وہ یوں ہی اپنے غموں کا ماتم کرتی بیچ سڑک پر چل رہی تھی جب اچانک ایک تیز رفتار گاڑی سے ٹکرا گئی ٹکر بہت شدید تھی جس کی وجہ سے وہ اچھل کر دور جا گری،، اس کے سر سے خون کا فوارہ ابل پڑا اور دھیرے دھیرے اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور ہوش کھونے سے پہلے جو چہرہ اس کی نگاہوں میں تھا وہ اس کے بابا کا تھا۔۔۔۔

♥□♥□♥□♥□

رضا حیدر شاہ کو جب سے پتہ چلا تھا کہ تناوش اس گھر سے جا چکی ہے تب سے وہ غصے سے بھڑکے ہوئے تھے،،

مرتضٰی تمہارا دماغ خراب ہو گیا تھا جو یوں اس کو رات کے اندھیرے میں گھر سے نکال دیا کیا تمہیں اندازا بھی ہے کہ تم کتنی سنگین غلطی کر چکے ہو جس کا

انجام بہت بھیانک ہو سکتا ہے،، کیا تم بچے ہو جو تمہیں معلوم نہیں کہ اس رات کی تاریکی میں انسان نما بھیڑیے گھومتے ہیں جو اس بچی کو رات کی تاریکی میں درندوں کے آگے ڈال دیا میں نے فیصلہ کیا تھا کہ یا تو اس کا کوئی اچھا سا رشتہ دیکھ کر جلد سے جلد شادی کرا دوں گا یا پھر اسے تمہاری خالہ (رقیہ بیگم کی بہن) کے گاؤں بھیج دوں گا۔ مجھے تم سے اس بیوقوفی کی امید نہیں تھی،،

ناجانے وہ بچی کہاں اور کس حال میں ہو گی،، اب تو بس اس کی سلامتی کی دعا ہی کر سکتے ہیں،، رضا حیدر شاہ کی باتیں ان کا دل چیر گئیں،، یا اللہ یہ کیا ہو گیا مجھ سے، میری بیٹی ناجانے کس حال میں ہو گی،، وہ تو دن میں بھی کبھی اکیلی باہر نہیں نکلی کجا کی رات کو،، اے میرے پروردگار تو میری معصوم بیٹی کی حفاظت کرنا اسے ہر بری نظر اور برے لوگوں سے محفوظ رکھنا۔

مرتضٰی صاحب سینے میں ہوتے درد کو اگنور کرتے مسلسل تناوش کے لئے دعا گو تھے،،،،

افففففف میں بتا نہیں سکتی کہ آج میں کتنیییی خوش ہوں ،، سچ میں اریب آج تم نے ثابت کر دیا کہ تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو ،، آئی لو یو اریب آئی لو یو سو مچ ،،

لو یو ٹو دیبا ،، اب تو تم خوش ہو نہ ، تمہاری سب سے بڑی دشمن اب تمہاری زندگی سے دور ہو گئی ہے ،،

خوش ۔۔۔۔ خوش نہیں بلکل میں بہت بہت بہت خوش ہوں اتنا کہ میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی ،، تمہیں پتہ ہے جب جب بابا اس کی تعریف کرتے اسے پیار کرتے یا اس کی فرمائشیں پوری کرتے تو میرا من کرتا کہ میں اسے بابا کی نظروں سے اوجھل کر دوں ، اتنا دور کر دوں کہ پھر وہ ہماری زندگیوں میں دوبارہ نہ آسکے اور فائنلی ایسا ہو بھی گیا ،، وہ منحوس ہم سب کی زندگی سے دور ہو گئی ۔ اور یہ سب ممکن ہوا ہے صرف اور صرف تمہاری اور تمہارے پلان کی وجہ سے ،، کیا پیار کا ناٹک کیا تھا یار کہ تناوش جیسی بی بی حاجن تمہارے پیار میں دیوانی ہو گئی اور ایسی دیوانی ہوئی کہ تناوش جس کی زبان

نہیں کھلتی تھی کسی کے سامنے وہ اپنے پیار کے لئے بھری محفل میں کھڑی ہو کر اپنے پیار کا اظہار کر گئی،،

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے تناوش جیسی دبو لڑکی سے اتنی بہادری کی امید نہیں تھی یارررر۔ میں تووووو۔۔۔۔

وہ قہقہہ لگا کر اریب کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی لیکن جب نظر سامنے پڑی تو اس کی بات ادھوری رہ گئی،،

سامنے اس کے بابا آنکھوں میں بے یقینی لئے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے

‘‘

ب۔۔ا۔ بابا مم۔۔ میں۔۔ں

خاموش اپنی ناپاک زبان سے مجھے بابا مت کہنا۔ م۔ رگیا میں آج سے تمہارے لئے، کہاں مجھ سے چوک ہو گئی نا جانے کیا کمی رہ گئی تھی میری تربیت میں جو تم اس حد تک گر گئیں،، جانے کب سے تم اپنی ہی بہن کے لئے اتنی نفرت اور

حسد پال رہی تھی،، تم جو میری معصوم بیٹی کے ساتھ کیا ہے نا میں تو کیا خدا بھی تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا یاد رکھن۔۔۔ آہہہہہہہہ

سینے میں ہوتے درد کو برداشت کرتے کرتے وہ کراتے ہوئے بولے۔

۔۔ بابا۔۔۔ چاچو۔۔ وہ دونوں بے وقت ان کی جانب بڑھے لیکن اس سے پہلے ہی وہ درد کی شدت سے زمین ہوگئے،،

بڑے پاپا، ماما داداجان پلیززز جلدی آئیں بابا بے ہوش ہوگئے ہیں،، وہ چیخ چیخ کر سب کو بلانے لگی، جبکہ اریب شاہنواز بت بنا کھڑا تھا،، اسکے کانوں میں بار بار تناوش کی باتیں گونج رہی تھیں جو اس نے جاتے جاتے کہی تھیں،،

♥□♥□♥□♥□

♥□♥□♥□♥□

اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور ہوش کھونے سے پہلے جو چہرہ اس کی نگاہوں میں تھا وہ اس کے بابا کا تھا۔۔۔

مکمل طور پر ہوش و حواس کھوتے اس نے کسی کی آواز اپنے بے حد نزدیک سنی جو اسے بلا رہا تھا اس کا ذہن ساتھ چھوڑ گیا اور وہ ہوش و حواس سے بے گانہ ہو گئی

''

اوہ گاڈ یہ تو بے ہوش ہو گئی،، اسے ہو سپٹل لے جانا چاہی ئے

رشید اسے گاڑی میں ڈالو جلدی۔۔۔

جی میم صاحب۔۔

******

پچھلے ایک گھنٹے سے وہ بینچ پر بیٹھی اس اجنبی لڑکی کے لئے دعا گو تھیں جو ہوش و حواس سے بے گانہ ہو سپٹل کے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی،،

تبھی دروازہ کھول کر نرس باہر نکلی۔۔۔

کیسی ہے اب وہ؟

ابھی تک ہوش نہیں آیا ہے ان کی حالت کافی کریٹیکل ہے بی پی خطرناک حد لو ہے ،، ان کی باڈی رسپونس نہیں دے رہی ایسا لگ رہا ہے کہ وہ جینا ہی نہیں چاہتی ۔۔

ڈاکٹرز اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں چوبیس گھنٹے ان کے لئے کافی مشکل ہیں آپ دعا کریں جلد ہوش آ جائے نہیں تو جان بھی جا سکتی ہے ،،

نرس یہ بول کر انجیکشن لینے چلی گئی جو ڈاکٹر نے بولا تھا ،،

آخر دس گھنٹے کے صبر آزما انتظار کے بعد اسے ہوش آیا تھا ،، ڈاکٹر نے انہیں اپنے کیبن میں بلایا ،،

دیکھیں محترمہ آپ کی پیشنٹ ہوش میں تو آ گئی ہیں لیکن ان کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں ہے وہ اپنے بارے میں کچھ بھی بتا نہیں رہی ہیں ایسا لگتا ہے کہ ان کا دماغ سویا ہوا ہے

کیا مطلب ڈاکٹر ؟ آپ کا مطلب کہ اس کی میموری لوس ہو گئی ہے ،،

نہیں میں یہ نہیں کہہ رہا، بلکہ ان کی میموری ٹھیک ٹھاک ھے شاید ان کے ساتھ کوئی حادثہ ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ ڈپریشن میں ہیں اور وہ اس حادثے کے بعد پچھلا کچھ بھی یاد کرنا نہیں چاہتیں،، اس لئے کوئی ریکٹ نہیں کر رہیں۔۔

آپ کو ان کی بہت زیادہ کیئر کرنے ہو گی بلکل ایک بچے کی طرح،، ہو سکتا ہے وہ دھیرے دھیرے ریکور ہو جائیں،،

تھینک یو سو مچ ڈاکٹر۔۔ کیا اب میں انہیں گھر لے جا سکتی ہوں؟

جی ہاں۔ احتیاط لازمی ہے،،

♥□♥□♥□♥□

♥□♥□♥□♥□

بخت حویلی۔۔۔۔

صبح کے آٹھ بج رہے تھے اور اس وقت حویلی کے سبھی لوگ ڈائینگ ہال میں موجود ناشتہ کر رہے تھے ،، اس حویلی کے اصول کے مطابق یہ لوگ صبح جلدی اٹھنے کے عادی تھے اور ویسے بھی گاؤں میں صبحیں جلدی ہو جایا کرتی ہیں ۔۔

سید حبیب بخت اور زکیہ بیگم کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہیں ، سب سے پہلے ہیں دلنشین بیگم جو دونوں بھائیوں سے بڑی ہیں اور ان کا صرف ایک بیٹا ہے ضرغام آفندی جو ارحام کا ہم عمر ہے اور پولیس آفیسر ہے جو آج کل امرتسر میں ڈی ٹی سر انجام دے رہا ہے ،، دلنشین بیگم اپنے بیٹے کے ساتھ بخت حویلی میں ہی رہتی ہیں ،،،

ان کے بعد سید نجیب بخت ہیں جن کا ایک بیٹا سید ارحام بخت اور ایک بیٹی ماہین نجیب بخت ہے ،، اس کے بعد آتے ہیں سید حمید بخت جن کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہے سید دانیال بخت اور اذلان بخت ،، اور یہ دونوں ٹونز ہیں ،، اور بیٹی سیرت حمید بخت ہے ،،

اس وقت وہ چاروں خاموشی سے سر جھکائے ناشتہ کر رہے تھے سبھی کو کافی حیرت ہوئی کہ یہ لوگ اتنے چپ چپ کیوں ہیں ان کے ہوتے ہوئے ٹیبل پر خاموشی رہے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا، ان کی وجہ سے ہی تو اس حویلی میں رونق تھی،،

ارے بچوں کیا ہوا آپ سب اتنے چپ کیوں ہیں طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپ سب کی ؟؟

دادو نے حیرت سے سوال کیا جس پر انہوں نے سر اٹھا کر ایک نظر انہیں دیکھا اور ایک نظر ارحام بخت کو جو سنجیدہ تاثرات سجائے نیوز پیپر پڑھ رہا تھا،، وہ چاروں بنا کوئی جواب دیئے ناشتہ کرتے رہے،،

بیٹا دادو آپ لوگوں سے کچھ پوچھ رہی ہیں جواب دیں،، مجیب بخت نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا،،

بابا جانی ہم سے نہیں بڑے بھیا سے پوچھیں وہ دادو کے سوال کا ٹھیک طرح سے جواب دے پائیں گے،،

ماہی نے ایک تیز نگاہ ارحام پر ڈال کر نروٹھے پن سے کہا، وہ یوں ہی باپ کی موجودگی میں بہادر بن جایا کرتی تھی،، ورنہ کسی کی کیا ہمت جو ارحام بخت کے سامنے زبان چلائے پھر چاہے وہ اس کی لاڈلی بہن ہی کیوں نہ ہو،،

ایسا کیا کر دیا میرے شیر پتر نے جو تم چاروں کی ٹرین سے بھی تیز چلتی زبان کو تالے لگ گئے ہیں،، دادو نے ایک پیار بھری نظر اپنے لاڈلے پوتے پر ڈالتے ہوئے کہا،،

دادو آپ کو نہیں پتا آپ کے شیر پتر نے ہمیں پوری رات سونے نہیں دیا، انہوں نے رات چار بجے تک ہم سے اسٹڈی کرائی ہے، خود تو آرام سے جا کر سو گئے اور جاتے جاتے ہمیں دھمکی بھی دے گئے کہ تم میں سے اگر کوئی چار بجے کے پہلے سویا تو میرے حکم کی خلاف ورزی کرنے پر سزا ڈبل کر دی جائے گی،، ذرا پوچھیے اپنے شیر پتر سے کہ ہم معصوموں پر اتنا ظلم کرتے ہوئے ان کے پتھر فٹ دل میں ذرا رحم نہیں جاگتا،، ڈیول نہ ہوں تو۔۔ ہونہہ

اذلان بخت دادو کے گلے لگ کر اپنے نادیدہ آنسو بہاتے دکھ بھرے لہجے میں بولا ،، اس کی اس ڈرامے بازی پر ارحام بخت نے سرد نظروں سے اسے گھورا مانو آنکھوں سے نگلنے کا ارادہ ہو ،، جس پر اذلان اور زور سے دادو سے چمٹ گیا ،،

دادو دیکھیں کیسے گھور رہے ہیں ابھی تو سب موجود ہیں تو اتنی خطرناک نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں ، آپ ہی سوچیں آپ سب کی غیر موجودگی میں ہم معصوموں کا کیا حال کرتے ہوں گے ،،

ہونہہ ڈرامے باز کہیں کا ،، ذرا دادو کو اپنے کارنامے بھی بتاؤ جس کی وجہ سے میں نے یہ سزا دی تھی ،،

اچھا دادو مائے جان کب آئیں گی وہ تو بول کر گئیں تھیں کہ تین ہی دن کا اسٹے کریں گی پھر واپسی ہے ،، لیکن آج تو پانچواں دن ہے اور ابھی تک آئی نہیں وہ ؟

ہاں بیٹا وہ۔۔۔۔

آ گئیں ہیں وہ رات کو ہی اگر آپ ہماری نگرانی کے علاوہ بھی کہیں اپنی نظروں کا فوکس کر لیا تو پتہ بھی چلے کہ کون آ رہا ہے کون جا رہا ہے ،،

دانیال کی بھی زبان پھسلی،، یہ سب رات بھر جاگنے کا اثر تھا جو وہ سب یوں اپنی بھڑاس نکال رہے تھے ورنہ ارحام بخت کے سامنے زبان کھولنا اپنی موت بلانے کے مترادف تھا،، ان سب میں بس ایک سیرت ہی تھی جو خاموش بیٹھی تھی، ویسے بھی وہ کافی انوسنٹ ٹائپ لڑکی تھی ذرا ذرا سی بات پر ڈر جانے والی،، اور اس حویلی میں وہ سب سے زیادہ ضرغام آفندی سے ڈرتی تھی اس کے سامنے جاتے ہوئے اسے اپنی جان نکلتی محسوس ہوتی تھی،، کیوں کہ ضرغام آفندی اس پر صرف اپنا حق سمجھتا تھا اور بلاوجہ روک ٹوک،، زیادہ کسی سے گھلنے ملنے نہ دینا،، سیرت یہ بات سمجھ نہیں آتی تھی کہ آخر ماہی بھی تو ہے وہ اس پر کیوں کوئی پابندی نہیں لگاتا،

وہ اپنی ڈیوٹی پر ہوتے ہوئے بھی سیرت کے لئے یہاں موجود ہوتا تھا، اس کا خوف اس قدر اس کے دل میں بیٹھ گیا تھا،، وہ سیرت کے معاملے میں کافی حد تک پوزیسیو تھا اور ایسا کیوں تھا سیرت کو پتا نہیں تھا،،

ہاں بھیامائے جان رات کے لگ بھگ تین ساڑھے بجے ہی آ گئی تھیں اور وہ اپنے ساتھ ایک عدد خوبصورت پری بھی لائی ہیں،، اور وہ ایک دم سنڈریلا کی شہزادی کی طرح ہے

کب سے خاموش بیٹھی سیرت بھی باتوں میں حصہ لیتے ہوئے بولی،، وہ رات میں اسٹڈی کر رہے تھے تو دادو جان نے سیرت کو بلایا تھا تاکہ وہ دلنشین بیگم کو چائے بنا کر دے دے،، کیوں کہ وہ چائے بہت مزیدار بناتی تھی اور اس حویلی کا ہر فرد سیرت کے ہاتھوں کی چائے کا دیوانہ تھا،،

وہ چائے لے کر ان کے کمرے میں گئی تھی تبھی اس نے اس پری کو دیکھا تھا جو دلنشین بیگم کے بیڈ پر کوئی ہوئی تھی اور اس کے سر پر پٹی لگی تھی چہرہ بھی کملایا ہوا تھا لیکن پھر بھی اس کی خوبصورتی اجاگر ہو رہی تھی،،

ہائے۔۔ مائے جان کی واپسی ایک عدد خوبصورت کنیا کے ساتھ،، دانی میرے بھائی کہیں ہم لوگوں کے اچھے دن تو نہیں شروع ہونے والے،، میرا مطلب

ہے کہ مائے جان کہیں اس پری سے بڑے بھیا کی شادی تو نہیں کرانے والیں ۔ اگر ایسا ہو گیا تو مزا ہی آ جائے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

شٹ اپ یور ماؤتھ ۔۔ اذلان ۔ اگر تم نے اپنی پٹر پٹر چلتی زبان کو بند نہیں کیا تو میں اسے کا*ٹ کر پھینک دوں گا ،،

وہ سرد آواز میں غرایا تو اذلان کی زبان کو تالے لگ گئے ،،

وہ اسے چپ کرا کے دادو کی طرف متوجہ ہوا جو ان کی باتوں کو ملاحظہ فرما رہی تھیں اور باقی گھر والے اپنے بچوں کی اس نوک جھونک سے لطف اندوز ہو رہے تھے ،،

دادو میں ذرا کنسٹرکشن سائیڈ جا رہا ہوں ،، لیکن پہلے میں مائے جان سے مل لوں ،، وہ عجلت سے آگے بڑھا

بیٹا تم سائیڈ سے آنے کے بعد اس سے مل لینا ابھی اس کے روم میں وہ بچی سو رہی ہے رات تھی اس لئے گیسٹ روم نہیں کھلوایا ،، دلنشین نے اسے اپنے کمرے میں ہی سلا دیا

دو دن پہلے جب دلنشین سیمنار سے واپس آ رہی تھی تو یہ بچی اسے خون میں لت پت روڈ پر گری ہوئی ملی تھی۔۔ وہ اسے ہوسپٹل لے گئی تھی اس کی حالت کافی کریٹیکل تھی پورے دس گھنٹے بعد اس کو ہوش آیا تھا،۔ ابھی بھی وہ ٹھیک نہیں ہے،، نہ کچھ بول رہی ہے اور نا اپنے بارے میں کچھ بتا رہی ہے ایسے میں اسے اکیلا چھوڑنا صحیح نہیں تھا اس لئے وہ اسے حویلی لے آئی ,

دادو نے ساری بات تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا،،

وااااٹ۔۔ وہ ایسا کیسے کر سکتی ہیں کسی اجنبی لڑکی کو اپنے ساتھ کیسے لا سکتی ہیں؟ اگر وہ کوئی فراڈ ہوئی تو؟ میں اپنی فیملی کے لئے کوئی رسک نہیں لے سکتا میں ابھی مائے جان سے بات کرتا ہوں وہ اس لڑکی سے اس کے گھر کا پتہ وغیرہ پوچھیں اور اسے یہاں سے بھیج دیں،، اس کے ہر لفظ سے اس کی فیملی کے لئے محبت جھلک رہی تھی۔

کسے بھیج دیں ارحام؟

دلنشین بیگم وہاں آتے ہوئے بولیں،

بیٹا کہاں جائے گی وہ، اور ہمیں اس کے بارے میں کچھ پتہ بھی نہیں ہے،

اسی لڑکی کو جسے آپ اپنے ساتھ لائی ہیں، مجھے نہیں پتہ وہ کہاں جائے گی،، اگر اپنے بارے میں کچھ بتا نہیں رہی تو کسی یتیم خانے میں بھیج دیں،، میں نہیں چاہتا کہ کسی انجان کی وجہ سے ہماری فیملی پر کوئی مصیبت آئے وہ سرد آواز میں بولا تو سب حیرت سے اس کا سرخ چہرہ دیکھنے لگے جو ایک چھوٹی سی بات پر بھڑک رہا تھا،،

ارحام پاگل ہو گئے شاید تمہیں نہیں معلوم کہ وہ کتنی تکلیف میں ہے،، ڈاکٹر کہہ رہے تھے کہ جسمانی تکلیف کے ساتھ ساتھ اسے دماغی طور پر بھی کوئی گہری چوٹ پہونچی ہے اسی وجہ سے وہ ڈپریشن میں چلی گئی ہے جسے اپنے بارے میں کچھ پتہ ہی نہیں ہے،، اب میں اتنی بے رحم تو نہیں ہوں کہ اس بچی کو یوں ہی تنہا چھوڑ کر آ جاتی، آخر میں بھی بیٹیوں والی ہوں۔

وہ کافی غصے سے بولی،،

سوری مائے جان۔۔ میں تھوڑا اوور ریکٹ کر گیا۔۔

تھوڑا نہیں بلکہ زیادہ اوور ریکٹ کیا تم نے،،

سوری۔۔۔۔

کوئی بات نہیں جان۔ بٹ ایک بات یاد رکھنا کہ اگر ہم کسی مصیبت میں مبتلا انسان کی مدد کرتے ہیں تو اس سے ہماری شان نہیں گھٹ جائے گی بلکہ ہماری نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے،، اللہ تعالیٰ فرماتے ھیں کہ تم بے بس اور لاچاروں کی مدد کرو قیامت کے دن میں تمہاری مدد کروں گا،،

شاید تم کہیں جا رہے تھے؟ جاؤ تمہیں دیر ہو رہی ہو گی

واپس آؤ پھر بات کرتے ہیں،، اور ہاں آج ضرغام کی کال آئی تھی وہ کہہ رہا تھا کہ کل وہ آرہا ہے،

واؤ ڈیٹس فینٹاسٹک نیوزز،، ارحام خوش ہوتے ہوئے بولا،

سب کے سامنے ریزرو رہنے والا سردار سید ارحام بخت ضرغام آفندی کے سامنے ایک الگ ہی روپ میں ہوتا تھا دونوں میں کافی جمتی ہے ایک دوسرے پر

جان چھڑکتے ہیں،، اگر۔ یہ کہا جائے کہ دونوں دو جسم ایک جان ہیں تو غلط نہیں ہو گا،،

* * *

بلیک رنگ کی جیپ اپنی مخصوص رفتار سے سڑک پر دوڑ رہی تھی، ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا وجود اسٹیرنگ کو کسی لٹو کی طرح گھما رہا تھا،،

گاڑی کی ہائی اسپیڈ اس کے شدید غصے میں ہونے کا پتہ دے رہی تھی،،

سرخ و سفید رنگت کشادہ پیشانی جن پر اس وقت شکنوں کا جال بچھا ہوا تھا،،

کھڑی مغرور ناک جو غصے سے سرخ تھی،، نیلی کانچ سی آنکھیں،،

جیپ ایک جھٹکے میں پولیس اسٹیشن کے باہر رکی اور وہ چھلانگ لگا کر باہر نکلا،،

اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا پولیس اسٹیشن کے اندر داخل ہوا،، اسے اندر آتا دیکھ سب ہڑبڑی میں اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے سیلوٹ کرنے لگے،،

وہ غصے میں بھرا سب انسپکٹر کی طرف. بڑھا اور کھینچ کر ایک زور دار گھونسہ اس کے چہرے پر جڑ دیا،، جس پر وہ درد سے بلبلا اٹھا،،

تمہاری وجہ سے صرف تمہاری. بزدلی کی وجہ سے ایک انسان نے خودکشی کر لی ،، تم اگر اس کی رپورٹ کر لیتے تو ایک لاچار باپ یوں جان کی بازی نہ ہارتا،، تمہیں شرم نہیں آئی اپنی ڈیوٹی اور وردی سے غداری کرتے ہوئے،،

تم پولس کی حیثیت سے نہ صحیح انسانیت کے ناتے ہی اس مدد کر دیتے،،

ضرغام آفندی اس کا منھ اپنی آہنی شکنجے میں جکڑے غصے سے بول نہیں بلکہ دہاڑ رہا تھا،، اس کی دہاڑ پر پورے پولیس اسٹیشن میں خاموشی چھا گئی،،

ہوا یوں تھا کہ ضرغام آفندی کی کمشنر کے ساتھ کوئی میٹنگ تھی اور یہ میٹنگ آؤٹ آف سٹی تھی جس کی وجہ سے وہ دو دن سے پولس اسٹیشن کے باہر تھا اور ایسی صورتحال میں سب انسپکٹر کی ذمے داری تھی کہ وہ ہر آنے والے کیس پر پوری ایمانداری سے کام کرے،،

کل ایک ادھیڑ عمر آدمی اپنی سولہ بیٹی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرانے آیا تھا، اور اس نے اپنی بیٹی کی گمشدگی کا زمدار اس شہر کے مشہور و معروف صنعتکار خلیل لودھی کے بیٹے کو ٹھہرایا تھا اور اس کی مانگ تھی کہ اس کے خلاف ایکشن لیا جائے،،

سب انسپکٹر اتنے بڑے آدمی کے خلاف ایکشن لینے سے ڈر گیا اور اس بوڑھے آدمی کے رونے گڑگڑانے کو نظرانداز کرتے یہ کہہ کر اسے پولیس اسٹیشن سے باہر نکال دیا کہ تمہاری بیٹی خود کسی کے ساتھ بھاگ گئی ہے،،

اس بے چارے نے بہت ہاتھ پیر مارے لیکن اس کی بیٹی نہ ملی تو اس نے بیٹی کے غم میں آکر خودکشی کرلی،،،

س۔۔ سرر۔ وہ خلیل لودھی کا بیٹا ہے۔۔۔

ہاں تو؟ چاہے وہ خلیل لودھی کا بیٹا ہو یا پرائم منسٹر کا،، تمہیں اس کی مطلب تھا بس۔۔ اگر تم اس وردی کا حق ادا نہیں کر سکتے تو تمہیں اس وردی کو پہننے کا بھی

کوئی حق نہیں ہے،، یو آر سسپنڈڈ،، نکلو یہاں سے اور جاکر جبران لودھی جیسے کتوں کے تلوے چاٹو،،

س۔۔ سر آپ ایسا نہیں کر سکتے، آپ کو مجھے اس جوب سے نکالنے کا کوئی رائٹ نہیں ہے۔۔۔

مجھے اس سے بھی زیادہ کرنے کا رائٹ ہے،، اب شرافت سے یہاں سے دفع ہو جاؤ نہیں تو مجھے تمہارا انکاؤنٹر کرنے میں دیری نہیں لگے گی،، شاید تم میرے بارے میں ٹھیک طرح سے جانتے نہیں ہو،،

آئی ایم، اے سی پی،، ضرغام آفندی، انکاؤنٹر اسپیشلسٹ اب تک میں نے پندرہ انکاؤنٹر کئے ہیں،،

مجھے اپنی ڈیوٹی سے جان سے بھی زیادہ پیار ہے لیکن میں قانون کی حد میں رہ کر ڈیوٹی کرنے والا آفیسر نہیں ہوں، مجرموں کو سزا دینے کے لئے مجھے قانون توڑنا پڑے تو میں اس سے چوکتا نہیں ہوں،،، اسی وجہ سے اب تک میرا دس شہروں میں تبادلہ ہو چکا ہے،،

وہ سرد آواز میں بولا اس کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کا لہجہ بھی انتہائی سرد تھا

،،

ضرغام آفندی کو مظلوموں کے لئے مسیحا اور مجرموں کے لئے موت سے کم نہیں تھا اب تک جہاں جہاں وہ ٹرانسفر ہو کے گیا وہاں سے جرم کا نام و نشاں مٹا دیا،،

جرم کی دنیا میں اس کے نام کی دہشت تھی،،

♥□♥□♥□______________

♥□♥□♥□______________

جیسے ہی وہ تینوں کلاس سے باہر نکلیں نیناں فوراً انا پر جھپٹ پڑی،،

کمینی عورت اندر کیا بکواس کر کے آئی ہے ہاں؟ مجھے چکر پہ چکر الٹی پہ الٹی آ رہی تھی ہاں؟ ذلیل عورت تجھے شرم نہیں آئی میرے بارے میں ایسا جھوٹ بولتے ہوئے،، اگر سچ میں میں بیمار ہو گئی تو؟ یا تیرے جھوٹ کی وجہ سے میں مر گئی تو؟

ایسا کچھ نہیں ہو گا اگر ہو بھی گیا تو زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا ہم کوئی کک رکھ لیں گے جو تیرے لذیذ ڈش کی طرح ہمیں مزیدار کھانے بنا کر کھلائے،،

منحوس چڑیل، تیرے منہ میں خاک۔۔۔

وہ آپس میں ہی الجھ رہی تھیں جبکہ تنو مسلسل اپنے موبائل پر لگی ہوئی تھی،،

تنو کی بچی ایسا کیا ہے اس موبائل میں جو تو اسی میں گھسی ہوئی ہے تو اس موبائل کی جان چھوڑ اور ہماری طرف دھیان دے،،

نیناں نے اس کے ہاتھوں سے موبائل چھینتے ہوئے کہا،،

نینو وو پلیز زیار میرا واپس کر۔۔۔

نہیں میں نہیں دوں گی میں دیکھ رہی ہوں اس بار جب سے گھر سے آئی ہے اکثر موبائل میں گھسی رہتی ہے،، بتا ایسی کون سی بات ہے جو تو ہم سے بھی شئیر نہیں کر رہی،،

بتا دوں گی لیکن تو پہلے موبائل واپس کر،، اوکے یہ لے اور اب بتا۔۔۔

ہھم۔۔ دراصل بات یہ ہے کہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کہ۔ کیا؟ زیادہ سسپنس کریٹ نہ کر اور سیدھے سیدھے بتا بات کیا ہے،،

وہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھے پیار ہو گیا ہے،،

واااااٹ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ دونوں ایک ساتھ چیخیں،،،

افففففف چڑیلوں میرے کان کے پردے پھاڑنے ہیں کیا؟؟

تنو پاگل ہو گئی ہے؟ یہ تیرے پیار و یار میں پڑنے کی عمر ہے بھلا؟ ابھی تو صرف انیس سال کی ہے،، تو یہ فضول خیال چھوڑ اور اپنا دوسرا پیار ناول پر فوکس کر،،

انا نے اس کو ڈپٹتے ہوئے کہا،،

آئی ایم سیریس یاررر،، میں مزاق نہیں کر رہی سچ میں مجھے پیار ہو گیا ہے،

آئی ایم ڈبل سیریس میری جان،، اب یہ فضول ٹاپک بند کر چلو کینٹین چلتے ہیں ،، میرے پیٹ میں کب سے چوہے بیلی ڈانس کر رہے ہیں،، وہ اسے کینٹین کی طرف لے جاتے ہوئے بولی،،،

شٹ اپ انا،، میں تم لوگ کو اتنی اہم بات بتا رہی ہوں اور تم لوگ اسے سیریس ہی نہیں لے رہے،،

اچھا۔ سچ میں،، مجھے تو لگا تھا کہ ہماری تنو منو کسی ناول کا ڈایلاگ بول رہی ہے،، چل اب فٹافٹ بتا کہ کون ہے کہاں رہتا ہے کیا کرتا ہے سب کچھ۔۔

میرا کزن ہے اریب۔

واٹ وہ تمہارا کزن جو تمہیں کبھی منہ نہیں لگاتا تھا اور اب تمہیں اسی سے پیار ہو گیا ہے؟ اور کیا اسے بھی تم سے پیار ہے یا ٹائم پاس کر رہا ہے؟

ہاں وہ بھی مجھ سے بہت پیار کرتا ہے اور اس نے گھر والوں سے بات بھی کر لی ہے اس بار جب میں گھر جاؤں گی تو ہم دونوں کا نکاح ہو گا اور رخصتی میری پڑھائی کے بعد،،

وہ نگاہیں نیچے کیئے سرخ چہرے کے ساتھ ساری باتیں بتاتی گئی،،

انہیں تو ذرہ برابر بھی یقین نہیں آ رہا تھا لیکن وہ اپنی جان سے پیاری دوست کی خوشی اپنے شک کی بنیاد پر ختم نہیں کرنا چاہتی تھیں،، وہ بہت معصوم تھی دنیا کی

چالاکیوں کو نہیں سمجھتی تھی،، وہ دونوں نہیں چاہتی تھیں کہ اسے کوئی تکلیف پہونچے وہ دل سے اپنی پیاری دوست کے لئے دعاگو تھیں،، انہیں کیا پتہ تھا کہ ان کی دوست کی زندگی میں پہلے سے ہی تکلیفیں لکھ دی گئیں ہیں،،

□♥□♥□♥

□♥□♥□♥

وہ ایک بہت ہی خوبصورت محل تھا جس کے ہر طرف سر سبز لہلہاتے سبزہ زار اگے ہوئے تھے،، محل کے بیرون وسط میں ایک. بڑا سا لان تھا جہاں دنیا جہان کے رنگ. برنگے پھول لگے ہوئے تھے،، اور لان کے بیچ و بیچ ایک. بڑا سا فوارہ ابل رہا تھا اور وہ اس کے نزدیک بیٹھی پانی ہتھیلیوں میں بھرتی اوپر کی طرف اچھال رہی تھی جو پلٹ کر اس کے چہرے پر گرتا تو وہ کھلکھلا اٹھتی،،

وہ دونوں باہیں کھولے اسے پکارتے بے قراری سے اس کی طرف. بڑھے

ـــ انہیں تناوش میری جان،، میرا دل میرے دل کا سکون کہاں چلی گئی تھیں

آپ؟ میرا بچہ بابا کے پاس آجاؤ،، بابا آپ کے بنا نہیں رہ سکتے،، کم بیک مائے پرنسز،

انہیں اپنی طرف آتا دیکھ وہ کھلکھلا کر وہاں سے بھاگنے لگی،،

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔ بابا پکڑو پکڑو۔۔۔۔

میری جان بھاگو مت ورنہ آپ پھر سے کھو جاؤ گی اور آپ کے بابا ڈھونڈ بھی نہیں پائیں گے،، وہ تڑپ کر اس کی طرف بڑھے،،

ہاہاہاہا بابا آپ ہار گئے آپ اپنی وشی کو ڈھونڈ نہیں پائے،، اےےےے بابا ہار گئے، بابا ہار گئے،،،

تناو ششششش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ ایک دم چیخ کر جھٹکے سے اٹھ بیٹھے،، ان کا پورا جسم پسینے سے شرابور تھا انہوں نے نگاہیں ادھر اُدھر گھمائیں تو ہوسپٹل کے بیڈ پر لیٹے تھے اور سارے گھر والے فکرمندی سے ان کی جانب دیکھ رہے تھے،،

آ۔۔آپ سب یہاں ؟اور مجھے کیا ہے ؟وہ اپنے ہاتھ پہ لگی ڈرپس کو دیکھ کر بولے،،

مرتضٰی صاحب آپ کو مایئز اٹیک آیا تھا جو کافی شدید تھا،، اللہ کا شکر ہے کہ اب آپ بہتر ہیں لیکن۔۔۔۔۔

ڈاکٹر کیا اب میں گھر جا سکتا ہوں ؟وہ ڈاکٹر کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بے تاثر لہجے میں بولے،،

دیکھیں ابھی آپ مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہوئے ہیں۔۔

زندہ سلامت ہوں کیا یہ کم نہیں ہے،، ویسے مجھے کسی کی پرمیشن کی کیا ضرورت، میں خود ہی چلا جاتا ہوں۔

مرتضٰی یہ کیا کر رہے ہیں آپ ؟ماہم بیگم آگے بڑھتے بولیں،،

ابھی کسی کا لیکچر سننے کا میرا بلکل بھی موڈ نہیں ہے،،

ناجانے کیوں وہ اتنا تلخ ہو رہے تھے،، شاید تناوش کے جانے کی وجہ سے،،

مرتضٰی صاحب نے کسی کی نہیں سنی اور گھر آ کر دم لیا،، گھر آتے ہی انہوں نے دیبہ کی رخصتی کا فیصلہ کیا تھا،، جس پر دادا جان ان کی صحت کی وجہ سے تیار نہیں ہو رہے تھے لیکن ان کے منانے پر آخر مان گئے،، مرتضی صاحب نے دیبہ اور اریب کو اپنے کمرے بلوایا تھا،،

وہ دونوں ان کے کمرے میں داخل ہوئے تو وہ وال پر لگی تناوش کی فوٹو کو نم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے،،

ب۔۔ بابا آئی ایم سوری۔۔۔ سوری چاچو۔۔ وہ دونوں ایک ساتھ بولے،

اونہووو مجھے تم لوگوں کی یہ معافی تلافی کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی تم لوگوں کو یہ خوش فہمی پالنے کی ضرورت ہے کہ میں نے تم دونوں کو معاف کر دیا ہے اس لئے یہ رخصتی کروا رہا ہوں، نہیں بلکل بھی نہیں،،

تم لوگوں کو کیا لگتا ہے کہ اتنا بڑا گناہ کر کے بنا کوئی سزا پائے یوں ہی خوشی خوشی زندگی گزار لوگے ؟

انہوں نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا، ۔اور پھر ان کی آنکھوں میں پنپتے سوال پڑھ کر بات آگے بڑھاتے ہوئے بولے۔۔

تم دونوں کو مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں تمہیں کوئی سزا دوں گا بلکل نہیں، ، سزا و جزا کا حق صرف اوپر والے کے پاس ہے اور اس سے بڑا کوئی منصف نہیں۔۔

مسٹر اریب شاہنواز تم نے میری بیٹی کے جذبات کے ساتھ کھیل کر اچھا نہیں کیا اس کی سزا تمہیں ملنے جا رہی ہے اس کی صورت میں، انہوں نے دیبہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ،

تم دونوں خود ہی ایک دوسرے کے لئے سزا ہو یہ ۔بہت جلد تم دونوں کو پتہ چل جائے گا، ، اب تم لوگ جا سکتے ہو انہوں نے اتنا کہہ کر اپنا چہرہ موڑ لیا، ،

وہ دونوں آنے والے وقت سے بے پرواہ ایک دوسرے کی ہمراہی مل جانے پر شاداں ہوتے وہاں سے چلے گئے، ،

مجھے معاف کر دو عذرا میں تمہاری بیٹی کی حفاظت نہیں کر سکا،، جس طرح سالوں پہلے تمہاری نہیں کر پائے تھا،،

وہ خیالووں میں ہی عذرا کے عکس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،، اور پلکوں پہ اٹکی نمی کو ہاتھوں سے صاف کرتے بستر پہ لیٹ گئے،،

♥□♥□♥□______________

♥□♥□♥□______________

اچھا دادو اب میں چلتا ہوں شام میں ملاقات ہوتی ہے پھر۔

ارحام بخت دادو کے سامنے پیار لینے کے لئے سر جھکاتے ہوئے بولا، جب اس کی کی نظر دادو کے پیچھے پڑی اور پھر مانو پلٹنے سے انکاری ہو گئیں،،

وہ ڈری سہمی سی، گھبراتی ہوئی دھیمے قدم چلتی سیڑھیاں اترتی آ رہی تھی،، بلیک رنگ کی فراک میں اس کا سوگوار چہرہ بنا کسی زیبائش کے انتہائی خوبصورت لگ رہا تھا،،

اور سب سے زیادہ بھلی اس کے چہرے پر چھائی معصومیت لگ رہی تھی جو اسے کافی الگ بنا رہی تھی ،،

رات میں وہ سفر کی وجہ سے کافی تھکی ہونے کی وجہ سے سو گئی تھی اور اب بھوک کی وجہ سے آنکھ کھلی تو کافی دیر تک کسی کے آنے کا انتظار کیا لیکن جب کوئی نہیں آیا تو وہ بھوک کے آگے بے بس ہوتی خود ہی چلی آئی لیکن اب ڈائنگ ہال میں اتنے سارے لوگوں کو دیکھ کر وہ سہمی ہوئی نظروں سے انہیں دیکھنے لگی ،، اس کی حالت ایسی تھی جیسے بھیڑ میں کوئی بچہ اپنی ماں سے بچھڑ گیا ہوں ،، اس کی نگاہیں بھٹکتی دلنشین بیگم پر تو ایک پل میں اس کی ڈری سہمی آنکھوں میں شناسائی کی چمک ابھری اور وہ بھاگ کر ان کے پاس گئی ،،

دل آپ کہاں تھیں میں آپ کو ڈھونڈھ رہی تھی۔۔۔

وہ ان کے دونوں ہاتھوں کو اپنے نازک ہاتھوں کی گرفت میں لیتے روہانسے لہجے میں کہا ،،

سب کافی دلچسپی سے اس کامنی سی من موہنی لڑکی کو دیکھ رہے تھے

تناوش میں تو یہیں تھی ،، آپ بتاؤ آپ مجھے کیوں ڈھونڈ رہی تھیں وہ محبت سے اس کے بالوں کو سنوارتے ہوئے بولیں ،، اس کا انہیں دل کہنا کسی کی یاد دلا گیا تھا ،،

ارحام بخت نے بے تاثر نگاہوں سے تناوش کی جانب دیکھا جو کنفیوژ سی چور نظروں سے ان سب کی طرف دیکھ رہی تھی ،،

گلابیاں چھلکاتی سفید رنگت ، بڑی بڑی غزالی آنکھیں ، جن پر گولڈن فریم کا نظر کا چشمہ لگا ہوا تھا سرخ بھرے بھرے ہونٹ ، جنہیں وہ بار بار کچل رہی تھی ،،

واؤ ۔۔۔ یہ تو سچ مچ کی فیری لگ رہی ہیں جو پرستان سے بھٹک کر اس پاپی دنیا میں آ گئی ہے ،،

سب سے پہلے اذلان کی زبان میں کھجلی ہوئی تھی ،،

اس ملنے کے لئے سب سے زیادہ وہ چاروں اکسائیٹیڈ تھے ،،

اس کی بات پر ارحام بخت نے پر تپش نظر اس کے دلکش چہرے پر ڈالی تو اس کا دل اذلان کی بات سے متفق نظر آیا ۔۔

اچانک اس کا موبائل پر کال آنے لگی تو اسے اٹینڈ کرتا کان سے لگا گیا لیکن دوسری طرف کی بات سن کر پارہ ہائی ہو گیا،،

واٹ دا ہیل۔۔۔ کیا بکواس ہے یہ ؟ ایسے کیسے وہ کنسٹرکشن سائیڈ پر ہڑتال کر سکتے ہیں،، کیا تم وہاں گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہے تھے جو اتنا سب کچھ ہو گیا،

تمہارا تو میں بعد میں حساب کتاب کرتا ہوں پہلے میں انہیں دیکھ لوں جو سید ارحام بخت کے کام میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں،،

وہ کال کٹ کر کے گن ہولسٹر کو چیک کرتا آندھی طوفان بنا وہاں سے چلا گیا،،

دراصل ارحام بخت گاؤں والوں کے لئے اپنی کئی ایکڑ پر مشتمل زمین پر کالج بنوا رہا تھا،، جو الموسٹ تو تیار ہو چکا تھا بس کچھ چھوٹے موٹے کام باقی تھے،،

اس نے اپنے گاؤں میں شہروں کی ہر سہولیات فراہم کرانے کیلیئے اسکول کالج اور ہوسپٹل بنوائے تھے جس میں جدید ٹیکنالوجی کی مشینری بھی فراہم کی تھی،،،

افففف اللہ جی پلیززز ہمارے اس ڈیول بھائی کی زندگی میں کوئی پری بھیج دیں تا کہ وہ تلواروں کی جگہ پایل کی کھنکار اور گولیوں کی جھنجھناہٹ کی جگہ چوڑیوں کی کھنکھاہٹ سے لطف اندوز ہوں، ،

دانیال نے دونوں ہاتھوں کو بلند کر کے باقاعدہ دعائیں مانگتے ہوئے کہا،

جس پر اذلان اور ماہی نے بلند آواز میں زور شور سے آمین کہا، ، اور بے چاری تناوش ان عجیب و غریب مخلوق کو حیرت سے ٹکر ٹکر دیکھ رہی تھی، ،

بیٹا حیران مت ہو دھیرے دھیرے عادت ہو جائے گی، ،

دلنشین بیگم نے اس کی حیرت سے پھیلی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے کہا، ،

*******"********

آدھی رات کا وقت تھا اور جھاجھوں جھانج بارش ہو رہی تھی ایسے میں وہ نرم لحاف میں دبکی خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی جب کوئی انتہائی آہستگی اس کے کمرے میں داخل ہوا اور آہستہ آہستہ چلتا سوئے ہوئے وجود کے پاس آیا باہر زور بجلی کڑکی جس سے کمرے میں روشنی چھاگئی اس وجود کی نظر اس کے

خوبصورت چہرے پر پڑی اور وہ مدہوشی میں اس کے چہرے پر جھکا ابھی وہ کوئی گستاخی کرتا کہ اس سے پہلے ہی سویا ہوا وجود جاگ اُٹھا اور اس کے منھ سے ایک زوردار چیخ بلند ہوئی

______♥☐______♥☐

وہ ریس ڈرائیونگ کرتے وہاں پہونچا، ، تو دیکھا کہ مزدور کام روک کر بیٹھے ہوئے تھے ، ، اور اس علاقے کے کچھ ہندو ٹھاکر بھی وہاں موجود تھے ، ،

یہاں کیا ہو رہا ہے اور آپ لوگ اس طرح کام روک کر کیوں بیٹھے ہیں؟ وہ غصہ ضبط کرتے ہوئے بولا ، ، ،

دیکھیں سردار سائیں آپ ہمارے گاؤں میں یہ لڑکیوں کا کالج بنوا رہے ہیں اور ہم ایسا بلکل بھی نہیں ہونے دیں گے ، ، ان میں سے ایک بزرگ آدمی زوردار آواز میں بولا ،

اوہ ریلی، ، آپ سب نہیں بنانے دیں گے اور سردار سید ارحام بخت رک جائے گا، امپاسبل، کالج تو بن کر رہے گا اور کسی میں ہمت نہیں کہ سردار ارحام بخت کو روک سکے،

دیکھیں سائیں ہم آپ سے لڑائی کرنے نہیں آئے ہیں، ، ہم تو بس یہی چاہتے ہیں کہ یہ کالج نہ بنے کیوں کہ ہم نہیں چاہتے کہ ہماری بہو بیٹیاں گھر سے نکل کر کالجوں یونیورسٹیوں میں جائیں، ،

ان میں سے ایک قدرے ضعیف آدمی مصلحت آمیز لہجے میں کہا، ،

ارحام بخت اچھے سے سمجھ رہا تھا کہ یہ سارے ٹھاکر لوگ اپنی زبان نہیں بول رہے بلکہ ان کے منھ سے کسی اور کے لفظ نکل رہے ہیں کیوں کہ اگر یہ ایسا کرنا چاہتے تو پہلے ہی یہ اعتراض اٹھا سکتے تھے جب کالج بننا اسٹارٹ ہوا تھا، ، لیکن یہ سب اب آئے تھے تو ضرور اس سب کے پیچھے کوئی اور ماسٹر مائنڈ ہے اور وہ کون ہے سید ارحام بخت کو اچھے سے معلوم تھا، ، اس لئے اس نے معاملے کو کسی جھگڑے کے بغیر سلجھانے کا سوچا، ،

دیکھیں کاکا اس کالج سے آپ کی بہو بیٹیوں پر کوئی اثر نہیں پڑے گا انفیکٹ اس سے آپ سب کا فایدہ ہی ہو گا

آپ کی بہو بیٹیاں پڑھ لکھ کر خود اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکیں گی،، یہ تو آپ کو بھی معلوم ہو گا کہ زمانہ اب کتنا بدل چکا ہے اور زمانے کے ساتھ ساتھ لوگ بھی بدل گئے ہیں،، اس دور میں تعلیم کی سب سے زیادہ اہمیت ہے،،

اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ میرے گاؤں کی ہر بیٹی پڑھی لکھی ہو وہ جہاں بھی جائیں کوئی ان کو کمتر نہ سمجھے،، سید ارحام بخت کا نرم مخصوص لہجہ انہیں پل بھر میں قائل کر گیا،،

سید حبیب بخت نے ہمیشہ اپنے علاقے میں امن وامان قائم کرنے کی جدو جہد کی تھی اسی وجہ سے اس علاقے کے ہندو مسلمانوں میں بہت زیادہ اتفاق تھا،، وہ آپس میں مل جل کر رہتے ہیں اور اسی اتفاق کو قائم رکھنا سید ارحام بخت اپنا فرض سمجھتا تھا،، بلا شبہ وہ ایک اچھا سردار ہے،،

ان لوگوں کے جاتے ہی اس نے اپنے خاص آدمی خان کو بلایا،،

خان فورا گاڑی نکالو، آج اس فیروز گردیزی کو سبق سکھانا ہی پڑے گا تاکہ وہ سردار سید ارحام بخت سے پنگا لینے کی غلطی کرنے کا انجام بھگت لیں،،

اس کا سفید چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں،، خان اپنے سائیں کو اتنے غصے سے میں دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا،،

♥□♥□♥□

تم نے دیکھا ہے کبھی درد کا مارا چہرہ
آؤ دیکھو نہ کبھی یار ہمارا چہرہ
مجھ سے ٹوٹے ہوئے شیشے نے کہا تھا ایک دن
کتنا ملتا ہے نا تم سے یہ میرا چہرہ۔

~ ~ ~ ~ ~ ~ ~ ~ ~ ~ ~ ~ ~ ~ ~

وہ جب سے کمرے میں آئی تھی ایک ہی زاویے پر بیٹھی تھی،، باہر سب لوگ اس سے خوش اخلاقی سے ملے تھے۔

خاص کر کے اذلان دانیال ماہی اور سیرت، وہ سب اس سے اپنا اپنا تعارف کرا رہے تھے جب کہ وہ ان کے بیچ غایب دماغی سے بیٹھی تھی،، کچھ ہی دیر میں دلنشین بیگم نے اس کے تھک جانے کے خیال سے اس کو اندر بھیج دیا تاکہ وہ آرام کر سکے،، لیکن وہ جب سے اندر آئی تھی کھڑکی میں بیٹھی نا جانے کس سوچ میں گم تھی،، تبھی دروازہ کھول کر خدیجہ بیگم (ارحام بخت کی والدہ) اندر داخل ہوئیں،، انہیں تناوش پہلی ہی نظر میں بہت پسند آئی تھی،، (ان کے بیٹے کی طرح😂)

ارے تناوش بیٹا اتنی دیر سے آپ اندر اکیلے کیا کر رہی ہیں بیٹا آپ بھی سب کے ساتھ بیٹھ کر باتیں وغیرہ کرو،، جب سے آئی ہو اتنی چپ چپ ہو،، یہ بھی تمہارا گھر ہے خود کو یہاں اجنبی مت سمجھو،، تم بھی ہمارے لئے ماہی اور سیرت کی طرح ہو،،

وہ اس کے گالوں کو پیار سے سہلاتے ہوئے بولیں، ،

ان کے اتنے پیار بھرے لہجے پر تناوش کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں

ارے ارے رو کیوں رہی ہو کیا میری بات بری لگی جو یوں رونے لگی؟

ن۔ نہیں آنٹی آپ کی بات بری نہیں لگی کیوں کہ میرے گھر میں کبھی کسی نے مجھ سے اتنے پیار سے بات نہیں کی سوائے میرے بابا کے اس لئے میرا دل بھر آیا، ، اور مجھے بابا کی یاد بھی بہت آ رہی ہے، وہ نم لہجے میں بولی،

ٹھیک ہے میں مان لوں گی کہ تم میری وجہ سے نہیں رو رہی اگر تم ہم سب کے ساتھ گھل مل کر رہو گی ہمیں اپنا مانو گی، ، چلو پھر اٹھو اور آؤ میرے ساتھ، ، وہ اس کے آگے ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولیں،

ان کی بات سن کر تناوش نے ایک نظر انہیں اور ایک نظر ان کے بڑھے ہاتھ کی جانب دیکھا، ،

تم ہم پر بھروسہ کر سکتی ہو، ، وہ اس کے چہرے پر پھیلے الجھن بھرے تاثرات دیکھ کر بولیں، ،

بھروسہ۔۔۔۔

میرے رشتوں اور میرے اپنوں نے مجھے ایسی ٹھوکر ماری ہے کہ میرا خود پر سے ہی بھروسہ اٹھ گیا ہے پیار اور بھروسہ جیسے لفظ سے ہی مجھے ڈر لگنے لگا ہے،،

وہ دھیمے بے تاثر لہجے میں بولی،، اس کے درد میں ڈوبے لفظ سن کر خدیجہ بیگم کا دل تڑپ اٹھا،، نا جانے کیا ہوا تھا اس معصوم لڑکی کے ساتھ جو وہ یوں اتنی گہری باتیں کرنے لگی تھی،، وہ پوچھنا تو چاہتی تھیں لیکن پھر اس کی تکلیف کا خیال کر کے خاموش ہو گئیں،،

تناوش نے کچھ سوچ کر ان کے ساتھ چلنے کی ہامی بھر لی وہ ان کے پیار اور خلوص کو ٹھکرانا نہیں چاہتی تھی اس لئے ہامی بھر لی،،

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

وہ ان کے ساتھ لاؤنج میں آئی تو سب بیٹھے اسی کا انتظار کر رہے تھے،،

افففف پری کوئی اتنا انتظار کراتا ہے کیا؟ ہم کب سے آپ کا انتظار کر رہے تھے

"
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

اسے آتے دیکھ ماہی نروٹھے پن سے بولی ،، وہ پھیکا سا مسکراتی ان کے پاس جا بیٹھی ،، اور پھر کیا تھا ان کی نان اسٹاٹ باتوں کا سلسلہ شروع ہوا تو کچھ پل کے لئے اس کی اداسی بھی کہیں جا سوئی اور ان کی نوک جھوک انجوائے کرتی وہ بھی مسکرانے لگی ،،

♥□♥□♥□____________

ارحام بخت نے خان کے ہاتھ سے گاڑی کی چابی چھیننے کے انداز میں لی اور گاڑی اسٹارٹ کرتا فیروز گردیزی کے ڈیرے پر جاننے والے رستے پر ڈال دی ،، اور دس منٹ کے اندر اندر وہ وہاں موجود تھا اس نے جھٹکے سے گاڑی اور ڈیش بورڈ سے ر*یوالور اٹھاتا باہر نکلا ،

فیروز گردیزی جو بیٹھا اپنے آدمیوں سے خدمت کرا رہا تھا سید ارحام بخت کو اپنے ڈیرے پر دیکھ کر ایک پل کے لئے ہڑبڑا گیا لیکن پھر خود کو سنبھالتا اپنے آدمیوں سے بولا ،،

ارے یہ دیکھو آج ہمارے غریب کھانے پر سردار سید ارحام بخت آئیں ہیں ان کی خاطر طواضع کرو،،

سردار سائیں بتائیں کیا لیں گے ٹھنڈا یا گرم؟

بکواس بند کرو اپنی اور میری بات اپنے اس بھیجے میں بیٹھا لو،، کہ سردار سید ارحام بخت شیر ہے شیر جو سامنے سے مقابلہ کرنا پسند کرتا ہے اور وہ اپنے دشمنوں سے بھی اسی چیز کی امید رکھتا ہے کیوں اسے پیٹھ پیچھے وار کرنے والے بزدلوں سے سخت نفرت ہے، اگر تمہیں دشمنی کرنی ہی ہے تو سامنے سے آکر وار کرو تاکہ مجھے بھی اس جنگ میں مزا آئے،،

اس کا بزدلی والا اشارہ فیروز گردیزی کو صاف خود کے لئے محسوس ہوا تھا اس لئے وہ غصے سے آگ بگولہ ہو گیا،،

تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے بزدل کہنے کی،،۔ بزدل تو تم اور تمہارا خاندان ہے جو گاؤں علاقے والوں کی آڑ میں چھپے ہم پر وار کر رہے ہو، ہمت تو تم میں خود نہیں ہے نامرد کہیں۔۔آہہہہہہہہہہ

ابھی اس کی زبان سے کوئی بیہودہ الفاظ نکلتے اس سے پہلے ہی سردار سید ارحام بخت کے ریوالور سے گولی نکلی اور فیروز گردیزی کا دایاں بازو چیرتی چلی گئی،،

فیروز گردیزی میں یہ گولی تمہارے سینے میں اتار سکتا تھا لیکن صرف میری طرف سے وارنگ تھی کہ میرے مقابلے میں تب آنا جب تم میں میرے سامنے کھڑے کی ہمت آ جائے ورنہ بزدل کی طرح کسی کونے میں چھپ جانا،،

سید ارحام بخت جس طرح آیا تھا اسی طرح لوٹ گیا۔

آہہہ۔ ارحام میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔ اب تم وار کا انتظار کرو

♥☐♥☐♥☐

آآآآآآ---

ابھی وہ خوف سے چیخ ہی رہی تھی جب اس کے منہ سے نکلنے والی بلند چیخ کو کسی نے اپنی مظبوط ہتھیلیوں سے بند کر دیا،،

ششش۔ ہرنی اب کیا چیخ چیخ کر سارے حویلی والوں کو جگانے کا ارادہ ہے،، یہ میں ہوں تمہارا اسائیکو مین،، دیکھو اب میں ہاتھ ہٹانے جا رہا ہوں خبر دار جو تم نے ایک بھی آواز نکالی تو،،، وہ اس کے ہونٹوں پر سے اپنی ہتھیلیوں کی گرفت ہٹاتے ہوئے بولا،،

ض۔۔ ضرغام ل۔۔ لالا آ۔۔ اپ یہاں کیا کر رہے ہیں اور ابھی آپ کیا کرنے جا رہے تھے؟ کہیں گلا دبا کر مجھے ما*رنے تو نہیں جا رہے تھے،،

سیرت خوف سے آنکھیں پھیلائے ڈری سہمی آواز میں بولی

تو۔۔ ضرغام جو اس کے لالا کہنے پر غصہ ہوا تھا اس کی مار۔ نے والی بات سن کر حیرت سے اپنی معصوم ہرنی کو دیکھنے لگا کہ آیا وہ سچ میں اتنی معصوم ہے۔

ہرنی تمہیں کیا لگتا ہے کہ میں سچ میں تمہیں مارنے آیا ہوں؟ وہ ابرو اچکاتے سرد آواز میں بولا،، اسی لہجے سے تو بے چاری سیرت کی جان جاتی تھی،،

ہ۔۔ ہاں تو اور کیا؟ آ۔۔ آپ م۔۔ مجھے مار*نے ہی تو آئے ہیں

ج۔۔ جب دیکھو غصہ کرتے رہتے ہیں، سیرت یہ نہ کرو وہ نہ کرو، وہاں نہ جاؤں ، کالج میں کسی سے فری نہ ہو کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ بلا بلا۔۔ سائیکو مین،،

سیرت جس کی زبان نہیں کھلتی تھی ضرغام آفندی کے اس وقت کے بے حد قریب کھڑی اسی کی، شکایتیں کرے جا رہی تھی،، اسے لگ رہا تھا کہ وہ خواب دیکھ رہی ہے اسی لئے وہ آج اپنے دل میں موجود ساری بھڑاس نکال رہی تھی،، کیوں کہ اس کو لگتا تھا کہ ضرغام آفندی رات کے اس پہر بھلا اس کے روم میں کیوں آئے گا بیچاری کو کیا پتہ ضرغام آفندی جب بھی حویلی آتا سیرت کے روم میں ضرور آتا تھا اور اس کے دیدار سے مستفیض ہو کر جاتا تھا اور سیرت میڈم اپنی پکی نیند کی وجہ سے کچھ محسوس ہی نہیں کر پاتی تھیں،،

اوکے اگر تمہیں ایسا لگتا ہے تو ٹھیک ہے مر*نے کے تیار ہو جاؤ،، وہ آنکھوں میں شرارت لئے اس کی طرف جھکا تو وہ فوراً آنکھیں بند کر گئی،،

ض۔۔ ضرغام لالاک۔۔ کیا آپ سچ میں مجھے مار نے آئے ہیں وہ خوف سے کانپتی ہوئی بولی،،

افففففف پھر سے لالا۔۔ سیرت کتنی بار کہا ہے کہ مجھے لالا مت کہا کرو اتنی چھوٹی سی بات تمہارے دماغ میں کیوں نہیں بیٹھتی ہے،، وہ غصے سے اپنی دو انگلیوں کو اس کی کنپٹی پر ٹپ کرتے ہوئے بولا،،

م۔۔ماما کہتی ہیں اپنے سے بڑوں کو نام لے کر نہیں بلاتے،،

وہ روہانسے لہجے میں بولی اس کے ذرا سے غصے سے پل بھر میں اس کی شہد رنگ آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں،

ہرنی اگر تمہاری آنکھوں سے ایک بھی آنسو ٹپکا تو بہت برا پیش آؤں گا میں تمہارے ساتھ، وہ اپنی سخت آواز میں بولا،،

آ۔۔آپ بہت برے ہیں ہمیشہ مجھے ڈانٹتے ہیں، جب دیکھو میرے پیچھے پڑے رہتے ہیں،، ماہی کو آپ کچھ بھی نہیں کہتے ہیں،، دیکھنا میں کے مائے جان کو بتاؤں گی کہ آپ نے رات میں میرے روم میں آکر مجھے بہت زیادہ ڈانٹا اور مجھے مارنے والے تھے،، آ۔۔۔آئی ہ۔ ہیٹ یو۔۔

اور ہاں سن لیں آپ۔ میں آپ کو ہمیشہ لالا ہی بولوں گی لالاااااااااااااا۔ آخر میں وہ لالا کو خوب کھینچتے ہوئے بولی،

وہ غصے میں جو بھی منہ میں آیا بول کر جھپاک سے واشروم میں بند ہو گئی،، جب کہ ایک بار پھر سے لالا کہے جانے پر ضرغام آفندی کا غصہ ساتویں آسمان پر پہونچ گیا،،

میں بھی دیکھتا ہوں ہرنی کہ آج کے بعد تم مجھے لالا کیسے بلاتی ہو،،

ہاں ہاں شوق سے دیکھنا ضرغام لالاااااا، وہ وہیں اندر سے زوردار آواز میں بولی تو وہ تن فن کرتا وہاں سے چلا گیا،،

♥□♥□♥□

شاہ ولا کو خوبصورتی سے سجایا گیا تھا کیوں کہ آج اریب اور دیبا کی مہندی تھی نکاح تو پہلے ہی ہو گیا تھا۔

دیبہ کا چہرہ مارے خوشی دمک رہا تھا جیسے اس نے دونوں جہاں کی خوشیاں پالی ہوں اور یہی حال اریب کا بھی تھا،،

مہمان آنا شروع ہو چکے تھے، جن میں خاص خاص لوگ ہی تھے زیادہ لوگوں کو نہیں بلایا تھا کیوں کہ نکاح دن شاہوں کی کافی بے عزتی ہو چکی تھی اس لئے اور بدنامی سے بچنے کے لئے انہوں نے چند لوگوں کو ہی شامل کیا تھا

لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے،،

دیبہ کو کچھ لڑکیاں لا کر اسٹیج پر بٹھا رہیں تھیں جب اسٹیج کے نزدیک کھڑی کسی عورت کی آواز سنائی دی، جو دوسری عورت سے کہہ رہی تھی۔

ارے بہن میں نے تو سنا ہے کہ نکاح کے وقت دلہن کی بہن کافی ہنگامہ کیا تھا اور تو اور دلہے پہ بھی الزام لگا رہی تھی۔

ہاں سنا تو میں نے بھی تھا، دیکھو اس کی بہن بھی دکھائی دیے رہی کہیں اس کی باتیں سچ تو نہیں۔۔۔۔

کیا بکواس کر رہی ہیں آپ؟

دیبہ جو بیٹھنے لگی تھی ان کی باتیں سن کر آپے سے باہر ہوتی چیخ پڑی،،،

♥□♥□♥□

زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آپ یہاں دعوت پر آئی ہیں تو کھانا کھائیں اور یہاں سے چلتی بنیں،

اس کی زبان کے جوہر دیکھ کر وہاں موجود ساری خواتین ششدر رہ گئیں،،

توبہ توبہ۔۔ کتنی لمبی زبان ہے اس لڑکی کی،، دیکھو کیسے زبان لڑا رہی ہے،، مجھے تو لگتا ہے جو اس کی بہن کہہ رہی تھی سب سچ ہی تھا اور الزام بیچاری پر لگا دیا، نا جانے کہاں ہو گی وہ معصوم بچی،،

وہ عورت بھی بنا لحاظ کئے سنانے لگیں،، جب کہ شمائلہ تائی کو بھی غصہ آنے لگا جس نے اتنے سارے مہمانوں میں ان کی ناک کٹوا دی،، اریب شاہنواز تو خاموشی سے اپنی بیوی کی جاہل عورتوں کی طرح چلتی زبان دیکھ رہا تھا اسے ابھی اچھی خاصی سبکی محسوس ہوئی تھی،،

دیبہ چپ ہو جاؤ،، اور خاموشی سے بیٹھی رہو اور خبردار جواب منہ سے ایک بھی آواز نکالی تو،،

ماہم مرتضٰی شرمندہ ہوتے تیز آواز میں اسے ڈپٹتے ہوئے بولیں جس پر وہ ناک منھ چڑھاتی چپ کر کے بیٹھ گئی،

سبھی عورتیں اس نک چڑھی دلہن کی طرف دیکھ رہی تھیں جسے شادی پر چین نہیں تھا،،

یہ تناوش منحوس جا کر بھی میری زندگی سے نہیں گئی،

اس کی وجہ سے میرا اتنا امپورٹنٹ دن اسپائل ہو گیا،،

وہ اپنے ساتھ بیٹھے اریب سے دھیمی آواز میں بولی جسے آج نا جانے کیوں دیبہ کی ہر بات پر غصہ آرہا تھا جسے وہ بڑی مشکل سے برداشت کر رہا تھا،،آخر کار بول پڑا،

دیبہ یار کم سے کم آج کے دن ہی اپنی زبان کو قابو میں رکھ لو،،

واٹ۔ میں اپنی زبان پر قابو رکھوں اور یہ جو جاہل عورتیں نان سینس بکے جا رہی ہیں وہ،، تم ان کا منھ بند کرانے کے بجائے مجھے چپ کرا رہے ہو۔۔۔وہ ایک بار پھر سے تڑخ کر بولی،،

اریب شاہنواز نے سرد نظروں سے اس کی طرف دیکھا اور پھر اپنی نگاہوں کا زاویہ بدل لیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے تناوش کے ساتھ گزارے لمحے یاد آئے،، تناوش جب بھی بولتی تو اس کا لہجہ انتہائی نرم ہوتا تھا،،

خدا کا واسطہ ہے دیبہ چپ کر جاؤ،، نہیں تو میں یہاں سے اٹھ کر چلا جاؤں گا،،

دیبہ نے اس کی طرف خونخوار نظروں سے اور پھر کبھی حساب لینے کا سوچ کر خون کے گھونٹ پیتی چپ ہو گئی،،

جب کہ اریب شاہنواز اپنی نظریں چاروں طرف گھماتے دیبہ کے ساتھ گزرنے والی زنگی کے بارے میں سوچ رہا تھا جو نہایت ہی مشکل گزرنے والی تھی،،،

♥□♥□♥□

اوئے دانی سن۔۔۔

اذلان نے کروٹ کے بل سوئے دانیال کو آواز دی جو گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہا تھا اس کے جھنجھوڑ کر جگانے پر بھی کوئی جواب نہیں دے رہا تھا۔

تو ایسے نہیں مانے گا تیرا بڑھیا علاج ہے میرے پاس رک بیٹا۔ میں ابھی آیا،،

اذلان نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ڈراء سے موبائل اٹھایا اور کچھ دیر اسکرول کرنے کے بعد اپنی مطلوبہ چیز پاتے ہی خوشی سے چہک اٹھا،،

ہم تو میرے سے سات منٹ ساٹھ سیکنڈ بڑے بھیا، اب دیکھتے ہیں کہ آپ کیسے نہیں اٹھتے،، وہ اپنے کارنامے سے خوش ہوتا شرارت سے مسکراتے ہوئے بولا

،،

دانیال جو گہری نیند میں سویا ہوا تھا اپنے کانوں کے پاس سنائی دینے والی تیز آواز سے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا وہ غائب دماغی سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا جب نظر ہنستے ہوئے اذلان پر پڑی جو پیٹ پکڑ کر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو رہا تھا،،

دراصل اذلان نے فل والیوم میں منی بدنام ہوئی ڈارلنگ تیرے لئے،، گانا لگا کر دانیال کے کان کے پاس رکھ دیا تھا جس کی وجہ سے وہ جاگ گیا،،

ہاہاہاہاہاہاہاقسمے دانی میرے بھائی اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تواس ٹرِک سے اتنی آسانی سے اٹھ جائے گا تو میں نے جو سالوں سے تجھے کمبھ کرن کی اٹھانے کے لئے اتنی محنتیں کی ہیں وہ کبھی نہ کی ہوتی، ، ہاہاہا۔۔

ذلیل انسان تیری وجہ سے میری نیند خراب ہو گئی؟ بیٹا اب تو مجھ سے بچ کے دکھا، ، وہ اس پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے بھاگا، ،

ڈارلنگ وہاں آپ کی منی بدنام ہو گئی اور یہاں آپ کو نیند کی پڑی ہے ہاہا ہا۔۔۔۔۔

دانیال اس کے پیچھے پیچھے اور اذلان قہقہ لگا کر ہنستے ہوئے آگے آگے بھاگ رہا تھا ، ، پھر تھک ہار کر دونوں بیڈ پر دراز ہو گئے۔

کمینے چول انسان اب بتا تو نے مجھے کیوں جگایا ہے؟

ہائے میں کتنا حسین خواب دیکھ رہا تھا، ،

وہ نازک اندام حسینہ ہاتھوں میں گلاب کے پھول کی ٹہنی لئے آہستہ آہستہ چلتی میرے پاس آئی اور اس میں سے اور اس میں سے گلاب توڑ کر۔۔۔۔۔۔

اس کے سارے کانٹے تمہارے خوابوں کے غبارے میں گھونپ دیئے جس سے تمہارے سارے خواب ہوا بن کر ہوا ہو گئے۔

میرے ساتھ منٹ بڑے بھیا تمہارے خواب میں صرف ہماری کزن انو ہی آ سکتی ہے جو یا تو سارا دن کھاتی رہتی تھی یا تمہارے آگے پیچھے دانی دانی کرتے گھومتی رہتی تھی،،

استغفراللہ۔۔۔ذلیل انسان تمہارے منہ میں خاک،، یہ کیسی بد دعائیں دے رہے ہو،، تم میرے بھائی ہو یا دشمن،،

دانیال تو تڑپ ہی اٹھا اس کی اتنی خوفناک نقشہ کھینچنے پر،،

اچھا اب بک کیا مو*ت پڑ گئی تھی جو اتنی رات کو جگا دیا،،

دانی میرے میرا بھائی میرا سوہنا۔۔۔۔۔

دور ہٹ ذلیل آدمی۔ اور زیادہ چمٹنے کی کوشش مت کر۔

اور دور رہ کر بات کر۔

دانی مجھے تیرے ہاتھ کے بنے سینڈوچ کھانے ہیں،، بنادے نا پلیززز تو میرا راجا بھائی ہے نا۔ قسم میرے پیٹ میں ریٹ ڈانسنگ چالو ہے۔

واٹٹٹٹٹ۔۔۔ تو نے مجھے رات کے دو بجے سینڈوچ بنانے کے لئے اٹھایا ہے۔ قسم کھا کر کہتا ہوں اگر تو میرا بھائی نہ ہوتا تو آج تیرا قتل میرے ہاتھوں سے ہونا طے تھا۔

ایک تو گہری نیند سے جگانا اوپر سے سینڈوچ کی فرمائش دانیال کا تو دماغ ہی گھوم گیا تھا۔

یاررر دانی آج شام میں اپنے دوستوں کے ساتھ ایک کنسرٹ میں گیا تھا اور آتے آتے کافی لیٹ ہو گیا تھا تم تو جانتے ہی ہو لیٹ آنے پر بڑے بھیا کیا سزا دیتے ہیں اب تم صدمے سے باہر نکلو اور مجھے بنا کر دو۔۔

اس کی مسکین صورت دیکھ کر اسے ناچار کچن میں جانا پڑا۔

♥☐♥☐♥☐

وہ ڈائنگ ہال میں ناشتہ کے لئے بیٹھے تھے جب نک سک سے تیار شیار ضرغام آفندی سیڑھیوں سے اترتا دیکھائی دیا،،

واٹ آ سرپرائیز؟ ضری بھیا آپ کب آئے؟ ہمیں پتہ ہی نہیں چلا۔ (ہاں پتہ بھی کیسے چلے گا جن جو ہیں یہ جناب،، سیرت دل میں بولی منھ پر بولنے کی ہمت جو نہیں تھی)

ماہی خوشی سے چہکتی اس کی طرف بھاگی،، اس کی ضرغام آفندی کے ساتھ بہت بنتی ہے اور وہ بھی اس سے بہت پیار کرتا ہے۔

میں تو رات میں آیا تھا گڑیا۔ وہ اس کے سوال کا جواب دی کر پیار لینے کے لئے دادو کے آگے جھکا،،

اور سردار صاحب کیا حال چال ہیں؟ کیسی چل رہی ہے آپ کی سرداری۔

ہمارے حال چال بڑھیا ہیں آفیسر، آپ اپنے بتا۔۔۔۔۔۔

وہ ضرغام سے بات کر رہا تھا جب اس کی نظر کچن سے نکلتی تناوش پر پڑی جو ہاتھوں میں ڈش تھامے آ رہی تھی،، جس نے موسم کے مناسبت سے سبز رنگ

کی کلیوں والی فراک زیب تن کی ہوئی تھی جس پر گلابی رنگ کے ریشمی دھاگوں سے بوٹے بنے ہوئے تھے اور ساتھ ہی گلابی رنگ کا دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا کل کی نسبت آج اس کا چہرہ تروتازہ لگ رہا تھا لیکن اس کی آنکھیں کسی بھی تاثر سے کھالی تھیں،،

سید ارحام بخت بے خودی کے عالم میں ایک ٹک اسے دیکھے گیا۔ اتنے سال اس نے باہر ملک میں گزارے تھے ہزاروں لڑکیوں سے ملا تھا لیکن جو کشش اور جاذبیت اسے اس چہرے میں نظر آئی تھی وہ کسی میں نہیں۔

وہ یوہی ارد گرد سے بے گانہ تناوش کو دیکھنے میں گم تھا جب ضرغام کی آواز نے اسے بے خودی سے باہر نکالا۔ جو دادو سے تناوش کے بارے میں پوچھ رہا تھا،

بیٹا یہ تناوش ہے، اور تناوش بیٹا یہ ضرغام ہے دلنشین کا بیٹا۔

دادو نے ان دونوں کا آپس میں تعارف کرایا تو دونوں نے ایک دوسرے کو ہائے بولا۔

ضرغام بیٹا اس بار کتنے دن کے لئے آئے ہو، ابھی تو رہو گے نا کچھ دن۔

نہیں ماموں جان۔ میں بس دو دن کے لئے آیا ہوں۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میری ڈیوٹی کس ٹائپ ہے۔

بیٹا آپ اپنا ٹرانسفر اپنے علاقے میں کیوں نہیں کرا لیتے۔ اس طرح ہم سب کے ساتھ تو رہو گے۔ نجیب صاحب نے بھی باتوں میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

مجھے یہاں آنے کی بلکل بھی ضرورت نہیں ہے ماموں۔ کیوں کہ اس علاقے کا سردار سید ارحام بخت ہے جس کے ہوتے ہوئے اس علاقے میں کوئی بھی جرم کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔

وہ ارحام کو فخر سے دیکھتے ہوئے بولا۔

اچھا یہ سب چھوڑیں اور یہ بتائیں کیا آپ سب کو نہیں لگتا کہ اب اس حویلی میں بھی شادی کے شادیانے بجنے چاہیئے۔

وہ کنکھیوں سے سیرت کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

ارے چاہتے تو ہم بھی یہی ہیں لیکن ہمارے چاہنے سے کیا ہو گا۔

ایک آپ ہیں جس سے شادی کی بات کرو تو فوراً اپنی ڈیوٹی کا بہانہ کر کے ٹال جاتے ہو کہ ابھی نہیں کرنی اور ایک یہ ہمارے سردار صاحب ہیں جنہیں اپنے علاقے کے لوگوں کے لئے بہت کچھ کرنا ہے اس لئے شادی جیسے جھنجھٹ میں پڑنا نہیں چاہتے۔

دادو نے وجوہات پیش کرتے ہوئے کہا،

دادوا گر یہ دونوں حضرات نہیں کرنا چاہتے تو کوئی بات نہیں آپ ذرا نظر ادھر اُدھر گھمائیں شاید کوئی دکھ جائے جو آپ کی چاہت پوری کر دے۔

دانیال بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا،،

دانی تم چپ کرو مجھے بات کرنے دو۔ ضرغام دانی چپ کرا کے پھر دادو کی جانب متوجہ ہوا۔ وہ ارحام اور باقی بچوں کی طرح انہیں نانو کے بجائے دادو ہی کہتا تھا ۔

دادو یہ تو پرانی بات ہو گئی آپ پھر سے کہہ کر دیکھیں ہو سکتا ہے بات بن جائے۔

پتر جی آپ سیدھے سیدھے یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ شادی کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ اور جلد سے جلد سر پر سہرا سجانے کے خواہشمند ہیں زرینہ بیگم (دانیال کی والدہ) نے ہنستے ہوئے کہا،،

جب کہ ان سب کے درمیان خاموش بیٹھی دلنشین بیگم اپنے بیٹے کے چہرے کو ابزرو کر رہی تھیں کہ کیا وہ سچ کہہ رہا ہے۔ ہمیشہ سنجیدہ رہنے والا ان کا بیٹا آج ضرورت سے زیادہ خوش لگ رہا تھا۔ جب کہ اس کے دل کے حال سے واقف ارحام بخت اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ وہ ایسی باتیں کیوں کر رہا ہے۔

دادو صدقے میرا بچہ آج تو نے میری دلی مراد پوری کر دی ہے،، زرینہ، حمید تم دونوں تیاری کرو کیوں کہ اب وقت آگیا ہے کہ دلنشین کو اس کی امانت دے دی جائے۔

دادو خوشی سے نہال ہوتیں حمید اور زرینہ بیگم سے بولیں۔

دادو یہ سب تو ٹھیک ہے لیکن یہ امانت والا کیا چکر ہے بھئی؟

اذلان ماہی کے پلیٹ سے گرم پراٹھے اٹھاتے ہوئے بولا جو ابھی ابھی تناوش رکھ کر گئی تھی۔ اسے حویلی کے کام کرنے سے سب نے بہت منع کیا تھا لیکن وہ نہیں مانی تھی اس نے خود کو مصروف کرنے کے لئے یہ مصروفیات ڈھونڈ لی تھیں۔

اذلان کی بات سن کر سبھی مسکرائے۔

اچھا اسے چھوڑیں اور یہ بتائیں لڑکی کون ہے کہاں رہتی ہے

تصویر وغیرہ ہو تو ہمیں بھی دکھائیں ہماری ہونے والی بھابھی کی۔ آخر ہم بھی تو دیکھیں کہ ہماری ہونے والی بھابھی کیسی ہیں۔

ماہی اذلان کے ہاتھوں سے پراٹھا چھینتے ہوئے بولی۔

یہ کیا آپ لوگ چھینا جھپٹی کر رہے ہیں ساری تمیز بھول گئے ہیں کیا؟ نجیب بخت غصے سے بولے۔

سوری تایا ابو۔ وہ کیا ہے نا کہ پری کے ہاتھوں کے بنے پراٹھوں میں کچھ زیادہ ہی ٹیسٹ ہے اسی لئے میں نے اپنے پراٹھے کھانے کے بعد ماہی کے بھی لے لئے۔

اذلان بنا شرمندہ ہوئے دانت دکھاتا بولا جس پر وہ اس کو گھور کر رہ گئی۔

بیٹا لڑکی کی تصویر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے جب پوری کی پوری لڑکی ہی سامنے موجود ہے۔ خدیجہ بیگم نے شرارت سے مسکراتے ہوئے کہا جس پر وہ چاروں حیرت سے سر گھما گھما کر دیکھنے لگے۔

ماما آپ ہمارے ساتھ مزاق کر رہی ہیں ڈیٹس ناٹ فیئر۔۔

ماہی ٹھنکتے ہوئے بولی۔

بچوں ادھر میں ملواتی ہوں اپنی پیاری سی بہو سے،

ان سے ملو یہ ہیں میری چھوٹی سی پیاری سی بہو سیرت ضرغام آفندی۔

واااااٹہہہہٹٹٹشش۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وہ سب ایک ساتھ چیخے جب کہ سیرت صاحبہ صدمے سے اپنی جگہ پر جم گئی بس بے ہوش ہونا باقی رہ گیا تھا۔

ی۔۔ یہ ک۔۔ نہ۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔

سیرت لفظ توڑ توڑ کر بولتی اپنی جگہ سے اٹھی اور روتی ہوئی وہاں سے بھاگی۔

ارے سیرت پتر سن تو کہاں جا رہی ہے؟

جانے دیں اماں جان۔ اچانک سے یہ بات اچانک سے چلی ہے نا اس لئے ایسے ریکٹ کر رہی ہے۔

حمید بخت قدسیہ بیگم سے کہا۔

اور دانیال اذلان ماہی منھ کھولے ابھی تک حیرت سے سب بڑوں کا منھ دیکھ رہے تھے، ایسا بھی کچھ ہو سکتا ہے انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

دراصل ضرغام اور سیرت کا نکاح بچپن میں ہی ہو گیا تھا وہ بھی ضرغام کی ضد پر ۔جب سیرت پیدا ہوئی تو اس چھوٹی

سی باربی کو دیکھ کر ضرغام آفندی تو فدا ہو گیا اسے یہ سوفٹ گلابی سی گڑیا بہت پسند آئی تھی وہ سارا دن اسے گود میں اٹھائے رکھتا تھا گھر کے کسی اور بچے کو اس کے قریب بھی جانے نہیں دیتا ایک دن مزاق میں زرینہ بیگم نے کہہ دیا بیٹا جب یہ بڑی ہو کر اپنے سسرال چلی جائے گی تب کیا کرو گے ابھی تو شئیر نہیں کر رہے تب کیسے کرو گے، اتنا سننا تھا کہ ضرغام نے رو رو کر سارا گھر سر پر اٹھا لیا اس کی ایک ہی رٹ تھی کہ وہ اپنی فیری کو کسی کو نہیں دے گا ہمیشہ اپنے پاس رکھے گا۔ سیرت کو لے کر اس کی اس قدر دیوانگی دیکھ کر دلنشین بیگم نے اسے اپنے بیٹے کے لئے مانگ لیا اور پانچ سال کی ہوتے ہی ان دونوں کا نکاح کر دیا گیا

،

یہ بات دانیال اذلان ماہی اور سیرت کے علاوہ باقی سب کو پتہ تھی۔

تناوش بیٹا بات سنو۔۔۔

جی۔

دلنشین بیگم نے جاتی ہوئی تناوش کو پکارا تو وہ ان کے پاس آتے ہوئے بولی۔

بیٹا یہ لو۔۔ تمہارا موبائل جو روڈ پر گرنے کی وجہ سے ٹوٹ گیا تھا جو میں نے رشید سے کہہ کر اٹھوالیا تھا۔ یہ بننے کے لئے دیا تھا آج ہی آیا ہے۔ یہ لو اور کسی سے بات کرنی ہے تو کر لو۔

انہوں نے موبائل اس کے ہاتھ میں تھماتے ہوئے کہا۔ جس پر اس نے نم آواز میں شکریہ بولتے موبائل لے لیا۔

وہ اجنبی ہو کر بھی کسی اپنے سے کہیں زیادہ اپنی لگ رہی تھیں۔

واؤ اٹس بیوٹی فل۔ فری یہ کس کی پک ہے؟

اس نے موبائل لے کر آن کیا تو سوفے کے پیچھے کھڑی ماہی نے سوال کیا جس پر ساتھ بیٹھی دلنشین بیگم نے نگاہیں اسکرین کی طرف کی تو ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ای۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔

یہ میری مما ہیں۔ جو اب اس دنیا میں نہیں رہیں ں۔۔

تناوش بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

بیٹا یہ۔۔ آ۔۔ آپ ک۔ کی مما ہیں؟

جی ہاں دل۔ یہ میری مما ہیں۔

نہ۔۔ نہیں س۔۔۔ ای۔۔

وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھیں اور پھر بنا کسی کی طرف دیکھے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

ضرغام آفندی نے کافی حیرت سے اپنی ماں کے ہڑبڑائے ہوئے تاثرات دیکھے۔

گڑیا ایک منٹ موبائل ادھر دیں۔

جی بھائی۔ تناوش نے ناسمجھی سے موبائل ضرغام کی طرف بڑھا دیا۔ اسے الجھن ہوئی کہ دل آنٹی نے اس کی ماں کے فوٹو دیکھ کر ایسا ریکٹ کیوں کیا اور اب ان کا بیٹا۔

تصویر پر نظر پڑتے ہی ضرغام کی آنکھوں میں پہلے حیرت پھر بے یقینی۔ پھر غصہ ابھرا۔ اس نے موبائل اس کے ہاتھ میں دیا اور جلدی سے اپنے ماں کے کمرے کی بھاگا۔

♥□♥□♥□

اسے کمرے آئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا لیکن اب تک اریب کا کہیں اتا پتا نہیں تھا ایک ہی زاویے پر بیٹھی بیٹھے اس کی کمر اکڑ گئی تھی جیسے جیسے وقت گزرتا جارہا تھا ویسے ویسے اس کے غصے کا پیرا گراف بھی بڑھتا جارہا تھا۔

اس نے غصے سے نوچ نوچ کر ساری جویلری اتارنا شروع کر دی۔ اس نے کھینچ کھانچ کر ساری جویلری اتار دی اور چینج کرنے کی خاطر واشروم کی طرف بڑھی جب کلک کی آواز کے ساتھ دروازہ کھولا اور تھکا ماندا سا اریب اندر داخل ہوا۔

اوو تو فرصت مل گئی جناب کو اپنی پہلی دن کی دلہن سے ملنے کی۔

سوری دیبہ۔ کام میں پھنس گیا تھا یار۔۔۔

مجھے کوئی اسکیوز نہیں چاہیے۔ یہاں میں دو گھنٹے سے بیٹھی تمہارا انتظار کر رہی ہوں اور تم آکر یہ بول سوری مجھے دیر کما میں پھنس گیا تھا۔ تمہیں پتہ بھی ہے تم نے کیا کیا ہے۔۔۔

سوری جان میں لیٹ ہو گیا۔ تمہیں تو پتہ ہی ہے میں اس گھر کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ اور میرا کوئی بھائی یا کزن وغیرہ تو ہے نہیں جو چاچو اور بابا کا کام میں ہاتھ بٹا سکے اس لئے مجھے ہی مدد کرنی پڑی۔

اچھا یہ لو تمہاری منہ دکھائی۔ ہمیشہ سے دیکھے ہوئے چہرے کی کیا منہ دکھائی لیکن خیر رکھ لو اور آج کی غلطی کے لئے مجھے معاف کر دو۔ آئی ایم ریلی ویری سوری مائے بیوٹی فل وائف۔

سوری مائے فٹ۔ نہیں چاہئے مجھے تمہاری سوری اور نہیں چاہیے تمہارا یہ بکواس گفٹ۔

وہ تڑخ کر بولتی گفٹ اس کے ہاتھوں میں پکڑاتی کھٹاک سے واشروم میں بند ہو گئی۔

جب کہ اریب کا چہرہ اہانت کے مارے سرخ ہو گیا۔

جتنا وہ پیار سے بات کر رہا تھا اتنا ہی وہ بدتمیزی کر رہی تھی۔

یہ تو وہ دیبہ لگ ہی نہیں رہی تھی جو شادی سے پہلے ہوتی تھی۔ اس نے اس طرح سے اس کے ساتھ کبھی بات ہی نہیں کی تھی۔ یا پھر وہ ایسی ہی تھی بس آج ظاہر ہوئی تھی۔

ضرغام کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ دلنشین بیگم ٹاول سے چہرہ صاف کرتے ہوئے واشروم سے نکل رہی تھیں۔ ان کی آنکھیں سرخ تھیں۔

مائے جان آپ روئی ہیں؟

وہ ان کی سرخ آنکھوں کو دیکھتے ہوئے بولا۔

ن۔ نہیں تو م۔۔ میری آنکھ میں کچھ چلا گیا تھا وہ ہی نکالنے گئی تھی۔

وہ ضرغام سے نظریں چراتی ہوئی بولیں۔

مائے جان مجھ سے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ساری دنیا سے اپنی تکلیف چھپا سکتی ہیں لیکن مجھ سے نہیں۔

ضری سالوں پہلے جو ہوا وہ سب میری وجہ سے ہوا۔ میری غلطی کی وجہ سے عذرا۔۔۔۔

ششششش۔۔اس میں آپ کی کوئی غلطی نہیں تھی اور جس کی تھی اسے سزا آپ نے دلوادی تھی۔ میں نے کتنی بار آپ کو سمجھایا ہے کہ خود کو بلیم نہ دیا کریں ۔

لیکن بیٹا اگر یہ سچ تناوش کو پتہ چلا تو وہ ہم سے نفرت کریگی۔ ایک تو پہلے ہی وہ اتنی تکلیف میں ہے اور اگر یہ راز اس کے سامنے آگیا تو وہ پوری طرح سے ٹوٹ جائے گی۔

اگر اسے اپنے بارے میں پتہ چل گیا تو خود سے ہی نفرت کرنے لگی۔ اور اگر ایسا ہوا تو میں خود کو معاف نہیں کر پاؤں گی۔

وہ بھرّائے ہوئے لہجے میں بولیں۔

ضرغام آفندی اپنی اتنی مظبوط ماں کو یوں روتا ہوا دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ روئی تو وہ اس وقت بھی نہیں تھیں جب انہوں اپنے شوہر کو بیوفائی کرتے دیکھا تھا اور اس وقت بھی نہیں جب انہیں طلاق ہوئی تھی۔

مایے جان آپ بلکل بھی فکر نہ ایسا کچھ بھی نہیں ہوگا۔ آپ کا بیٹا ہے سب سنبھل لیگا۔

اچھا اب آرام کریں اب میں ذرا آپ کی چھوٹی سی بہو کی کلاس لے لوں۔ جو میرے سے نکاح کا سن کر اتنا رونا دھونا مچائے ہوئے ہے۔

ضری خبردار جو تم نے میری بیٹی کو ڈانٹا۔ ابھی بچی ہے پیار سے سمجھاؤ گے تو سمجھ جائے گی۔

ہمم۔۔۔

* * *

وہ جب سے کمرے میں آئی تھی مسلسل رہ رہی تھی۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ ضرغام لالا اور اس کی شادی۔۔

ن۔۔ نہیں۔ نہیں بلکل بھی نہیں۔ مجھے نہیں کرنی اس سائیکو مین سے شادی وادی۔

وہ مسلسل سر نفی میں سر ہلاتے زور زور سے روتے ہوئے بولی۔

تبھی دروازہ کھول کر ضرغام اندر داخل ہوا جسے دیکھ کر سیرت نے جلدی سے آنسو پوچھے اور کنکھیوں سے اپنے اور اس کے بیچ کا فاصلہ دیکھنے لگی تاکہ جلدی سے یہاں سے بھاگ سکے۔

ہہم۔۔ تو کیا بول رہی تھیں تم ؟ شادی نہیں کرنی اور وہ کیوں ؟

وہ بھاگنے کو پر طولتی سیرت کو کھینچ کر اپنے قریب کرتے ہوئے سرد آواز میں بولا تو سیرت کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ محسوس ہوئی،، ایک تو ضرغام آفندی کے غصے کا خوف اوپر سے اس کی اس قدر نزدیکی،،

بولو بول کیوں نہیں رہیں۔ بتاؤ تمہیں مجھ سے شادی کیوں نہیں کرنی ؟ وہ چہرہ اس کے گھنگرالے بالوں میں چھپاتے ہوئے بولا تو سیرت کو اپنی سانس سینے میں

اٹکتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اس کی گرم سانسوں سے سیرت کو اپنی گردن جھلستی ہوئی محسوس ہوئی۔

ک۔۔ کیوں ک۔ کہ م۔ مجھے۔۔ آ۔۔ پ سے ڈر لگتا ہے۔ وہ خود کو اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے اٹک اٹک کر بولی۔ اس کے لئے یہ سب بلکل نیا تھا۔

وااٹٹٹ۔۔ تمہیں مجھ سے ڈر لگتا ہے؟ کیا میں تمہیں انسان کھانے والا لگتا ہوں یا پھر کوئی جن بھوت ہوں۔۔

جن بھوت سے کم بھی نہیں ہیں۔ وہ ہلکی آواز میں منمنائی۔

اچھا پھر تو اس جن بھوت سے بچ کر رہنا کیوں کہ وہ تمہیں کھانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ وہ اس کی بڑی.بڑی غزالی آنکھوں پر پھونک مارتے ہوئے بولا۔

مم۔۔ مجھے ج۔۔ جانا۔۔ ہے۔۔ چ۔ چھوڑیں مجھے۔۔ وہ اس کے حصار میں کسمساتے ہوئے بولی۔

ہرنی کوشش بے کار ہے کیوں کہ اس حصار سے رہائی پانا ناممکن ہے،، یہ میرے عشق کا حصار ہے جس میں تمہیں تاعمر قید رہنا ہے۔ وہ اس کے اپنی قربت کی وجہ سے سرخ نرم گلابی گالوں کو اپنی انگلیوں کی پوروں سے سہلاتے ہوئے بولا۔۔

پلیززززز مجھے چھوڑیں مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے۔

وہ اس کی انگلیوں کی گستاخیوں پر لرزتی کانپتی آواز میں بولی۔ اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔ اس سے ضرغام کی قربت برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

ہرنی تمہیں مجھ سے اتنا ڈر کیوں لگتا ہے؟

کیوں کہ آپ ہر وقت مجھے ڈانٹتے رہتے ہیں ہمیشہ پابندیاں لگاتے ہیں۔ یہ نہ کرو وہ نہ کرو یہاں نہ جاؤ اس سے بات کرو۔

یہ ساری پابندیاں ماہی پر تو نہیں گائیں۔ صرف مجھ پر ہی کیوں؟

ضرغام نے حیرت سے اپنی بے وقوف بیوی کو دیکھا۔

پاگل ہو گئی ہو میں ماہی پر روک ٹوک کیوں کروں گا۔ میری بیوی تم ہو تو تم پر ہی حق جتاؤں گا نا۔ یہ سارا خناس اپنے ذہن سے نکال اور خود کو ہمیشہ کے لئے میری دسترس میں آنے کے لئے تیار کر لو۔

وہ محبت سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے بولا۔

آ۔۔آپ بہت غ۔۔غصہ کرتے ہیں میرے پہ۔

ہاں تو تمہاری حرکتیں ہی ایسی ہوتی ہیں جس کام سے منع کرو وہ کام ضرور تم نے کرنا ہوتا ہے۔ ایک بات سن لو مسز ضرغام آفندی۔۔ تمہارے معاملے میں میرا غصہ میری انا میرا غرور کوئی معنی نہیں رکھتے۔ تم بس تم ہو۔

تمہیں سوچ کر دل میں دور دور تک صرف محبت جنم لیتی ہے میرا غصہ ختم ہو جاتا ہے انا ہجرت کر جاتی ہے اور سکون کسی تناور درخت کی طرح روح کی زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ شاید تمہیں میری زندگی میں اپنی حیثیت کا پتہ نہیں اس لئے اتنے وسوسوں کا شکار ہو خیر کوئی نہ۔

تم جب میری دسترس میں آ جاؤ گی تو اپنے طریقے سے تمہیں اپنی محبت کا یقین دلاؤں گا۔ ابھی تم صرف ذہن، دل، دماغ کو ہمیشہ کے لئے میرے کمرے میں آنے کے لئے تیار کرو آگے کے پروسیس میں خود کر لوں گا۔ وہ شرارت سے آنکھ ونگ کرتے ہوئے بولا۔ اور جھک کر اس کی پیشانی پر ایک محبت بھرا بوسہ دیا اور سیرت کو اچھی طرح سے بے ہوش ہونے کا موقع فراہم کرتے وہاں سے چلا گیا۔

____♥□_____♥□__♥□___

یا اللہ مجھے معاف کر دیں۔ میں نے انسانی محبت میں شدت اختیار کی یہ جانتے ہوئے بھی کہ انسان اس لائق نہیں ہوتے کہ ان سے ٹوٹ کر محبت کی جائے۔ کیوں کہ کسی نہ کسی موڑ پر یہ مان توڑ ہی دیتے ہیں۔ الفاظ کے خنجر لگتے ہی لگتے ہیں، لہجوں میں اجنبیت آ ہی جاتی ہے بس اسی لئے مجھے انسانی محبتوں سے خوف آتا تھا۔ لیکن پھر بھی میں نے یہ گناہ کیا ایک نامحرم سے محبت کی۔

اللہ مجھے معاف کر دے کہ میں نے تیری حدود پھلانگنے کی کوشش کی نامحرم سے محبت کر کے۔ میں رات رات بھر دعائیں مانگتی رہی کس کے لئے ایک نامحرم کے لئے جس نے مجھے اور میری محبت کو بھری محفل میں رسوا کر دیا۔

میرے مان میرے بھروسے اور امید کو توڑ دیا یوں جیسے میں کوئی بے جان شئے ہوں۔ یا اللہ میں تھک گئی ہوں، اس زندگی سے، ایسا لگتا ہے کہ زندگی کو موت آگئی ہو مگر پھر بھی سانسیں چل رہی ہوں۔

وہ جائے نماز پر اپنے رب کے حضور بیٹھی آج اتنے دنوں بعد اپنے دل کا ہر زخم اپنے رب کو دکھا رہی تھی۔

اس کا دل درد کی شدت سے پھٹ رہا تھا۔

______♥□______♥□______

اس گاڑی پورچ میں کھڑی اور اندر کی طرف تو اس کی نظر پھولوں کی کیاری کے پاس کھڑی تناوش پر پڑی۔ وہ ٹرانس کی کیفیت میں اس کی جانب بڑھا۔

ت۔۔ ناوش۔ تم۔۔ یہاں۔

کیوں کیا اب میں اس گھر میں بھی نہیں آ سکتی؟

ارے میرا وہ مطلب نہیں تھا کیوں نہیں آ سکتی آخر تمہارا بھی گھر۔

ہمم۔ وہ ہنکارا بھرتی آگے بڑھ گئی جب جلدی سے اریب بھی اس کے ہم قدم ہوا۔

ت۔۔ن۔۔اوش۔ پلیزز مجھے معاف کر دو۔ میں نے کچھ بھی تمہارے ساتھ کیا اس سب کے لئے۔ پلیزز تناوش۔ میں بہت تکلیف میں ہوں۔ میرے دل پر بوجھ ہے جس کی وجہ سے میں سانس بھی نہیں لے پا رہا اگر تم معاف کر دو گی تو۔۔۔

ایک منٹ مسٹر اریب شاہنواز۔ معافیاں غلطیوں کی ہوتی ہیں زیادتیوں اور دل آزاریوں کی نہیں۔

تم نے میرے دل اور جذبات کے ساتھ کھلواڑ کر کے یہ بے چینیاں اور بے سکونیاں خود خریدے ہیں اب بھگتو۔

پلیززز تناوش۔۔ تم تو مجھ سے محبت کرتی ہو نہ۔۔۔

محبت مائے فٹ۔۔۔ تمہیں کیا لگا تھا کہ تم میرے جذبات اور احساسات کے ساتھ کھلواڑ کرو گے اور خوش رہو گے اور میں تمہاری محبت میں دیوانی بن کر گھوموں گی۔

نہیں مسٹر اریب شاہنواز ایسا بلکل بھی نہیں ہے۔ میں وہ نہیں ہوں جو تمہارے نہ ملنے پر دیوانی ہو کر ہاتھ کی نسیں کاٹ لوں یا پھر تمہارا نام جپتی صحراؤں میں نکل پڑوں ارے میں تو وہ ہوں جس کا تمہاری زندگی میں نہ ہونا تمہیں تمہارے نرم گداز بستروں سے نکال کر میری یاد میں تڑپنے پر مجبور کر دے جس کی یاد تمہاری آنکھوں کی نیند اڑا دے۔ جس کی محبت تمہاری زندگی سے سکون چھین لے جسے پانے کے لئے تم در در کی خاک چھاننے مجبور کر دے۔۔

اور رہی میرے دل میں تمہاری محبت تو کان کھول کر سن لو

رنگ چھوڑتے کپڑے اور رنگ بدلتے لوگ کتنے ہی برانڈڈ اور عزیز کیوں نہ ہوں دل سے اتر ہی جاتے ہیں۔

اس کی مظبوط اور بے لچک آواز نے اس کے منہ سے الفاظ چھین لئے۔ اس نے ایک نظر تناوش کے چٹانوں جیسے چہرے پر ڈالی جس پر کسی قسم کی نرمی نہیں تھی۔

کھٹکے کی آواز سے اس کی آنکھ کھلی تو خود کو بستر موجود پایا اس کا پورا جسم پسینے سے شرابور تھا۔ اس نے بغل میں نظر کی تو دیبہ گہری نیند سو رہی تھی۔

تو کیا وہ سب خواب تھا۔ تناوش۔ معافی۔۔

اس نے کانپتے ہاتھوں سے سائیڈ ٹیبل سے جگ اٹھایا اور اسے منہ سے لگاتا گٹا گٹ پینے لگا۔۔۔

پینے کے بعد وہ لرزتے وجود کے ساتھ بستر پر لیٹ گیا اور خواب کو ذہن سے جھٹکتے سونے کی کوشش کرنے لگا۔

* * *

ہیلو صاحب جی۔ بڑے پتے کی خبر ہے جسے سن کر آپ اچھل پڑیں گے۔۔

ایسی کون سی خبر ہے؟ جلدی بتا۔

صاحب جی بخت حویلی والوں نے اپنے یہاں ایک نا معلوم لڑکی کو رکھا ہوا ہے۔ آپ تو سمجھ ہی گئے ہونگے کہ اس خبر کو آپ کس طرح استعمال کر سکتے ہیں۔

واہ کیا خبر سنائی تونے دل خوش ہو گیا۔۔

اب وقت آگیا ہے بخت حویلی والوں سے بدلہ لینے کا ہاہاہاہاہا۔

دوسری طرف موجود شخص شیطانی ہنسی ہنستے ہوئے بولا۔

______❤☐_____❤☐______

اس وقت گھر کے سب بڑے دادو کے کمرے میں موجود تھے اور زیر بحث ضرغام اور سیرت کی شادی تھی۔ طے یہ ہوا تھا کہ آج سے ٹھیک پانچ دن بعد رخصتی اور چھٹے دن ولیمہ کی تقریب ہو گی اور ان چار دنوں میں جو بھی تیاریاں کرنی ہے کر لو اور جو بھی رسم کرنی ہے وہ بھی انہیں دن میں نمٹا لو۔ دادو کے اس فیصلے پر سب متفق تھے۔

میں چاہتی ہوں کہ ضرغام اور سیرت کے ساتھ ساتھ ارحام کی بھی شادی کر دی جائے۔ اچانک دادو نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔

لیکن اماں جان اتنے کم وقت میں لڑکی کہاں سے ملے گی اور سب سے. بڑی بات ارحام۔۔۔۔

اس کو ہم منالیں گے آپ سب لڑکی ڈھونڈو۔

ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے اماں جان جب لڑکی نظروں کے سامنے ہو۔ خدیجہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

کون ہے بھابھی؟ کیا وہ آپ کی رشتہ دار ہے۔

اس وقت وہ تینوں دادو کے کمرے کے بند دروازے پر کان لگائے کھڑے تھے۔ جہاں پرائیویٹ میٹنگ چل رہی تھی جس کی سن گن لینے کے لئے وہ وہاں موجود تھے۔ سیرت تو آج کل اپنے بچپن میں ہوئے نکاح کا سوگ منانے میں. بزی تھیں۔ اور رہی تناوش تو اس کو بھی یہ لوگ کھینچ کھانچ کر لے آئے تھے یہ کہہ کر کہ کیا ہر وقت حجرہ نشین رہتی ہو کبھی ہمارے ساتھ بھی بیٹھ جایا کرو۔ بے چاری ان کے ساتھ چلی تو آئی تھی اب صوفے پر بیٹھی ان کی اوٹ پٹانگ حرکات ملاحظہ فرمارہی تھی۔ جو دروازے سے کوئی سن گن نہ پاکر اب دادو کے

کمرے میں لگے روشن دان کے نیچے اونچا ٹول رکھ رہے تھے تاکہ کچھ خبر مل سکے ۔

دیکھو میں ٹول پر چڑھ رہی ہوں، تم لوگ مظبوطی سے اس کو تھامے رکھنا ٹھیک ہے۔ ماہی چڑھتے ہوئے بولی۔

وہ پچھلے پانچ منٹ سے روشن دان کے پاس کان کیئے سننے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس کے پلے کچھ نہیں پڑ رہا تھا۔

اوئے ماہی تو کیا کر رہی ہے ابھی تک کچھ بتایا نہیں کہیں بہری تو نہیں ہو گئی جو کچھ سنائی نہیں دے رہا۔

دانی کے بچے چپ کرو ایک تو میں اتنا رسک لے کر یہاں چڑھی ہوں اوپر سے کچھ سنائی ہی نہیں دے رہا۔ اور تم لوگ شور کیئے جا رہے ہو۔ اگر اتنا ہی اتاولے ہو رہے ہو تو آکر خود ہی سن لو۔ وہ جلے بھنے انداز میں بولی۔

اوئے لڑاکو لومڑی زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم سے زیادہ اتاؤلی تم خود ہو رہی تھیں تبھی تو بھاگی بھاگی ٹول لے کر آئی تھی۔

وااااٹ۔۔۔ لومڑی

تمہارے ہمت کیسے ہوئی مجھے لومڑی بولنے کی۔ وہ دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے ٹول پر کھڑے ہوتی چیخی۔

جس طرح سے تمہیں لڑاکو بولنے کی ہمت آئی۔

جواب نہایت آرام سے آیا۔۔

ت۔۔۔ت۔ تم ایک نمبر کے جھگڑالو اور بدتمیز قسم کے انسان ہو۔

تم الٹرالیول کی بگڑی ہوئی ہو کڑوی کسیلی۔ اوپر سے نیم چڑھی۔

ہیییی کریلی۔۔۔۔ یہ کیا ہے رے؟ وہ اچنبھے سے بولی

فیمیل کریلا۔ جواب فٹ سے آیا

ت۔۔ تم زہریلے

تو زہریلی۔

اذلانہہہ ننننن۔۔۔۔۔

جی میری جاننننن۔۔۔ وہ اپنے منھ سے پھوٹنے والے قہقہے کو ظبط کرتے ہوئے اسی کے انداز میں بولا۔

میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی بے ہودہ انسان۔۔

جان اب تم میرے پہ اتنا ظلم۔۔۔۔۔۔۔

آآآآاااااآآآ۔۔۔

ابھی وہ بول ہی رہا تھا جب ماہی نے جھک کر اس کے کندھوں پر اپنے لمبے ناخن چبھو دیئے اور پھر اسی کے ساتھ اذلان کی زوردار چیخ نکلی اور ساتھ ساتھ ماہی اور دانیال کی بھی۔۔

ماہی میڈم ڈس بیلنس ہو کر ٹول سے سیدھا فرش پر گریں اور دانیال جس نے دروازے سے کان لگایا ہوا تھا اچانک سے دروازہ کھلنے کی وجہ سے وہ بھی فرش کو سلامی دے رہا تھا۔۔

وہ تینوں زمین پر گرے کراہ رہے تھے اور دانیال اذلان کی والدہ صاحبہ غصے سے ان تینوں کو گھور رہی تھیں۔

جب اچانک غیر متوقع طور پر صوفے پر بیٹھی تناوش کے منہ سے قہقہ بلند ہوا ۔۔ وہ پیٹ پر ہاتھ رکھے مسلسل ہنس رہی تھی ہنسنے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

وہ تینوں اپنی تکلیف بھولے دلچسپی سے اسے ہنستا ہوا دیکھ رہے تھے جب سے وہ آئی تھی انہوں نے اسے کبھی مسکراتے نہیں دیکھا تھا۔

اس کی کھلکھلاتی ہوئی ہنسی نے کمرے سے نکلتے ہوئے سید ارحام بخت کے قدموں کو زنجیر لگائی تھی۔

وہ جب جب اس لڑکی کی طرف دیکھتا تھا اسے اپنا دل قطرہ قطرہ پگھلتا محسوس ہوتا تھا۔ سید ارحام بخت جس کے خواب و خیال میں بھی کسی لڑکی کا گزر نہیں تھا وہ اس معمولی لڑکی کی طرف کھنچا چلا جاتا تھا۔ لیکن نہیں وہ لڑکی کیسے معمولی ہو سکتی ہے جس کی سادگی نے سید ارحام بخت جیسے فیلنگ لیس انسان کو اپنی طرف کھینچ لیا ہو جس کی جس کی خوبصورت آنکھوں نے اسے اپنا گرویدہ بنا لیا ہو جس کی جھرنوں جیسی ہنسی نے سید ارحام بخت کو اپنا دیوانہ بنا لیا ہو۔

وہ لڑکی معمولی تو نہیں ہو سکتی ہے نا۔

______♥□___♥□___

آج سیرت اور ضرغام کا نکاح تھا۔ اور رخصتی تین دن بعد تھی۔ ضرغام نے دادو سے ایک بار پھر سے نکاح کروانے کا کہا تھا جس پر وہ مان گئی تھیں۔

سیرت نے آج سفید رنگ کی فراک زیب تن کی ہوئی تھی جس کے باڈر پر میرون رنگ کی گوٹا کناری لگی تھی۔ اور ساتھ ہی میرون رنگ کا زرتار کا دوپٹہ ۔

ماہی نے اپنے ہاتھوں کے جوہر دکھاتے سیرت کو خوبصورتی سے سجایا۔

افففففف سیرت آپ کتنی پیاری لگ رہی ہو۔ بلکل ایک ڈول کی طرح۔

تناوش دونوں ہاتھ گال پر رکھے اپنی بڑی.بڑی آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے بولی۔

پری آپ بھی بہت پیاری لگ رہی ہو ایک دم پری کی طرح۔۔

سیرت نے تعریف کرتے ہوئے کہا۔۔

یارر میری بھی تعریف کر دو۔۔ میں بھی یہاں موجود ہوں۔

ماہی منہ بسورتے ہوئے بولی۔

واؤ۔۔ماہی تم تو ایک دم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اچانک اذلان دروازے سے نمودار ہو کر سسپنس پھیلاتے ہوئے بولا۔۔

کیا ایک دم ؟آگے بھی تو بولو۔ ماہی ایکسائیٹمنٹ سے بولی۔۔

ایک دم ڈریکولا کی بہن لگ رہی ہو۔ ہاہاہاہاہاہا۔

اذلان بے ہودہ انسان میں تمہارا خون *پ*ی جاؤں گی۔ غصے میں خود ہی سمجھ نہیں پائی کہ کیا بول رہی ہے۔۔

ہاہاہاہا دیکھا خود ہی ثابت کر دیا کہ ڈریکولا کی بہن ہے۔

اذلان قہقہ لگا کر ہنستے ہوئے بولا۔

ہاں تو تمہاری ہی بہن ہوں نا۔

استغفراللہ استغفراللہ۔۔ کیا اول فول بک رہی ہو لڑکی۔

وہ دونوں ہاتھوں سے کان چھوتے ہوئے بولا۔

ان کی اس نوک جھونک پر سیرت اور تناوش سے اپنی ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

سیرت کافی ڈری ہوئی تھی لیکن پھر سوچ کر کہ سا دور جا رہی ہے۔ اگر سائیکو مین نے ذرا بھی پریشان کیا تو مائے جان سے شکایت لگائے گی۔ اب یہ تو آنے والا وقت بتائے گا کہ سیرت صاحبہ اپنوں میں رہتی ہیں یا اپنے سائیکو مین کی قید میں۔

______♥□______♥□____

مولوی صاحب آ چکے تھے۔ ماہی اور تناوش نے سیرت کو لا کر پردے کے پیچھے بٹھایا۔

ابھی مولوی صاحب نے نکاح پڑھانا شروع کیا تھا جب خان دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا۔

س۔۔ سر حویلی کے باہر گاؤں والے آئے ہیں اور وہ سب بہت ہنگامہ کر رہے ہیں سر آپ کو باہر جانا چاہیئے۔

واٹ اس وقت گاؤں والے کیوں آئے ہیں ؟ چلو میں دیکھتا ہوں۔

وہ تیزی سے باہر کی جانب بڑھا جب کہ سارے اس کے پیچھے ضرغام، حویلی کے باقی مرد بھی گئے تھے۔

کیا بات ہے اور آپ لوگ اس طرح سے حویلی کے باہر شور و غل کیوں کر رہے ہیں ؟

سر دار سائیں ہمیں خبر ملی ہے کہ آپ نے اپنی حویلی میں ایک لڑکی کو رکھا ہوا ہے وہ بھی بنا کسی رشتے کے، آپ ابھی کے ابھی اس لڑکی کو حویلی نکالیں، آپ سر دار ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ اس لڑکی کا آپ کی حویلی میں بنا کسی رشتے کے رہنا ٹھیک نہیں ہے۔

پتہ نہیں ہے کہاں سے آئی ہے نہ ذات کا پتہ نہ خاندان کا۔ کیسی بے شرم لڑکی ہے جو بنا کسی رشتے کے اس حویلی میں رہنے کے لئے تیار ہو گئی جس میں جوان جہان مرد ہیں۔-------

ہمیں اپنے گاؤں کا ماحول خراب نہیں کرنا اسی لئے ابھی کے ابھی اس بدذات لڑکی کو حویلی سے باہر نکالیں۔۔

ہاں ہاں باہر نکالو۔ باہر نکالو۔۔۔۔۔۔

سب زور زور سے چلانے لگے۔

خاموش۔ ایک دم خاموش اب اگر کسی نے آواز نکالی تو زبان کاٹ کر پھینک دوں گا۔

اب مجھے آپ سب سے رائے لینی ہو گی کہ کون اس حویلی میں رہے گا اور کون نہیں۔ ایک بات کان کھول کر سن لو۔ اس علاقے کا سردار میں ہوں۔ سردار سید ارحام بخت،، اور یہاں میرے بنائے ہوئے قانون چلتے ہیں۔

سردار سائیں آپ ٹھیک نہیں کر رہے ہیں۔ آپ ایک لڑکی کے لئے اپنے ہی بنائے گئے اصولوں سے بغاوت کر رہے ہیں۔ ہم آپ کے فیصلے سے بلکل متفق نہیں ہیں۔ آپ کو اس بے شرم لڑکی کو اس حویلی اور گاؤں سے نکالنا ہی ہو گا۔

ان سب میں سے ایک بزرگ آدمی زور دار آواز میں بولا۔

سردار سید ارحام بخت نے ایک سرد نظر حویلی کے باہر اکٹھا ہوئی بھیڑ پر ڈالی۔ جن سے بغاوت کی بو آ رہی تھی۔

ان کی باتیں سن کر اس کا غصہ ساتویں آسمان پر پہونچ گیا۔

چہرہ سرخیاں چھلکانے لگا اور آنکھیں اس قدر سرخ ہو گئیں مانوں ان سے ابھی لہو ٹپک پڑے گا۔

شٹ اپ جسٹ شٹ اپ۔۔۔۔

خبردار اگر اب اگر ایک بھی لفظ اس کے خلاف نکالا یا اس کے لئے نازیبا الفاظ بولے۔ تو میں آپ کی عمر کا لحاظ بھول جاؤں گا۔

آپ سب کیا کہہ رہے تھے کہ کہ وہ لڑکی بنا کسی رشتے کے ہمارے ساتھ ہماری حویلی میں نہیں رہ سکتی۔ ٹھیک ہے وہ لڑکی بنا کسی رشتے کے نہیں رہے گی۔۔۔۔۔۔

بلکہ پورے حق کے ساتھ رہے گی۔ ایک سردارنی کی حیثیت سے۔ اب سے کچھ ہی دیر بعد وہ سردار سید ارحام بخت کی بیوی کے عہدے پر فائز ہو گی۔ اور

ہاں آپ میں سے کوئی یہاں سے ابھی نہیں جائے۔ ارے آپ کے سردار کا نکاح ہے شمولیت تو کرنی ہی پڑے گی۔

اس نے ایک سرد نظر سب پر ڈالتے ہوئے کہا۔

______♥□______♥□______

وہ ساری گھبرائی ہوئی دادو کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان سب کو کچھ بھی پتہ نہیں تھا کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔

دلنشین بیٹا ذرا ضرغام پتر کو کال کر اور پوچھ باہر کیا ہو رہا ہے؟ میرے دل میں تو ہول اٹھ رہے ہیں۔ ایسا کیا ہو گیا جو یہ گاؤں والے ہماری حویلی پر یوں دھاوا بول دیا۔

مجھے تو بڑا خوف آ رہا ہے۔ کیوں کہ ارحام پتر غصے کا بڑا تیز ہے۔ دادو نے خوفزدہ ہو کر کہا۔

دلنشین بیگم نے موبائل اٹھا کر کال کرنا چاہا جب ان کی نظر داخلی دروازے سے آتے ان سب پر پڑی۔ سب کے چہروں پر گہری سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔

نجیب بخت نے آتے ہی ماہی سیرت اور تناوش کو اندر جانے کا اشارہ کیا جس پر وہ دونوں سیرت کو لیتی اندر چلی گئیں۔

نجیب پتر کیا بات ہے ؟ تم نے بچیوں اندر کیوں بھیج دیا۔ اور ہم سب کو بھی کب سے اندر بٹھایا ہوا ہے۔ مہمان نکاح کا انتظار کر رہے ہیں اور آپ سب پتہ نہیں کہاں غائب ہو گئے تھے۔

دادو ہم آپ کی بڑی پوتا بہو ڈھونڈنے گئے تھے۔ تا کہ وہ آپ کے بے لگام بوتے کو بیڑیاں ڈال سکے۔

اس کریٹیکل سیچیویشن میں بھی اذلان پھلجھڑی چھوڑنے سے بعض نہیں آیا جس پر اسے ارحام بخت کی طرف سے سخت گھوریوں کا سامنا کرنا پڑا۔

نجیب بخت نے باہر ہونے والے سارے واقعے کے بارے دادو جان کو بتایا اور ساتھ میں سید ارحام بخت کا فیصلہ بھی جو وہ باہر کر کے آیا تھا۔

پتر یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ ہمیں بھی وہ بچی بہت پسند ہے

ہاں اور ہم سب کو بھی۔ خدیجہ بیگم پر جوش آواز میں بولیں ان کی تو دلی مراد بر آئی تھی۔ آخر ان کو بھی تو اپنے بیٹے کی طرح تناوش سے پہلی نظر کی محبت ہو گئی تھی😂□۔

دادو میں چاہتا ہوں کہ ضرغام کے نکاح کے میرا بھی نکاح کر دیا جائے۔ اس معاملے میں میں زیادہ دیری نہیں چاہتا۔

اہھم۔۔ اہھم۔۔

ارحام بخت کی بات سن کر ضرغام اور دانیال اذلان کے منھ سے مصنوعی کھانسی برآمد ہوئی جس پر اس نے ان تینوں کو تگڑی گھوری سے نوازا۔۔

سب تو ٹھیک ہے لیکن تناوش بٹیا کو نکاح کے لئے منائے گا کون؟ پتہ نہیں وہ یہ نکاح کرنا چاہے گی یا نہیں۔ ہم اس پر زبردستی نہیں کر سکتے ورنہ اسے لگے گا کہ ہم اس سے اپنے احسان کا بدلہ لے رہے ہیں۔

مسز حمید بخت نے پر سوچ انداز میں کہا۔

اس کی فکر نہ کریں میں ابھی تناوش سے پوچھ کر آتی ہوں۔

دلنشین بیگم بیگم اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی بولیں۔

______♥□_____♥□___

وہ تینوں اندر بیٹھی تھیں جب دروازہ کھول کر دلنشین بیگم اندر داخل ہوئیں۔

ماہی بیٹا تم سیرت کو باہر لے جاؤ کچھ دیر میں نکاح ہونے والا ہے میں ذرا دیر میں آتی ہوں مجھے تناوش سے کچھ بات کرنی ہے۔

اوکے۔ وہ سیرت کو لیتی چلی گئی۔

تناوش بیٹا مجھے آپ سے کچھ بات کرنی ہے اور امید ہے آپ میری بات کا غلط مطلب نہیں نکالیں گی۔

ارے آپ ایسا کیوں بول رہی ہیں۔ آپ کو جو بھی کہنا ہے بے جھجھک ہو کر کہیں میں بلکل بھی برا نہیں مانوں گی۔

ویسے یہ بات مجھے آپ کے کسی بڑے سے کرنی چاہئے مینز آپ کے فادر وغیرہ سے لیکن وہ یہاں ہیں نہیں تو آپ سے کہہ رہی ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ

ہم سب آپ کا نکاح ارحام سے کرنا چاہتے ہیں۔ ارحام۔۔ میرا بھتیجہ اس گاؤں کا سردار سید ارحام بخت۔۔ وہ کافی سنبھل سنبھل کر بول رہی تھیں۔ تاکہ ان کی کسی بات سے اسے ٹھینس نہ پہونچے۔ جب کہ تناوش تو صرف ایک ہی لفظ پر اٹک گئی تھی۔ نکاح۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا ہوا بیٹا آپ کو میری بات بری لگی کیا؟

ن۔۔۔ ن۔ نکاح۔۔ ی۔۔ یہ ک۔۔ کیسے۔

ن۔ نہیں ہ۔۔ ہمیں کسی سے نکاح نہیں کرنا۔ ن۔ نہیں بلکل بھی نہیں۔۔

وہ ہذیانی کیفیت میں زوردار آواز میں بولی۔ تیز بولنے سے اس کا تنفس بگڑ رہا تھا۔۔ چہرے پر پسینے کی بوندیں پھوٹ رہی تھیں۔

دلنشین بیگم اس کی کیفیت دیکھ کر گھبرا گئیں۔

آ۔۔ آپ اگر میری جان بھی مانگیں گی تو میں خوشی خوشی دے دوں گی لیکن پلیززززز مجھ سے وہ نہ کہیں جو میں م۔ ر کر بھی نہیں کر سکتی۔

وہ ان کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیتے زار و قطار روتے ہوئے بولی۔

اس کی اس قدر بکھری حالت نے انہیں کا بھی حد تک سمجھا دیا کہ وہ ایسے کیوں ریکٹ کر رہی ہے۔

میرا بچہ پہلے آپ رونا بند کرو۔ اگر آپ یہ نکاح نہیں کرنا چاہتی ہو تو کوئی زبردستی نہیں ہے آپ ریلیکس ہو جاؤ۔

وہ محبت سے اس کا ماتھا چوم کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور باہر نکل گئیں۔

______♥☐______♥☐______

انہوں نے باہر آکر سب کو بتایا کہ تناوش یہ نکاح نہیں کرنا چاہتی تو سب کے خوشی سے چمکتے چہرے بجھ گئے۔ جبکہ ارحام بخت نے سختی سے اپنی مٹھیاں بھینچیں۔

سردار سید ارحام بخت جس پر لڑکیاں مر مٹنے کے لئے تیار رہتی تھیں۔ اس سے نکاح کے لئے ایک لڑکی نے انکار کر دیا۔

یہ بات ارحام بخت کی انا پر کاری لگا گئی۔

یہ نکاح ہو گا اور اسی وقت ہو گا۔ ضرغام تم مولوی صاحب کو اندر بلاؤ۔ میں اس لڑکی کو لے کر آتا ہوں۔

وہ اپنے غصے کو کنڑول کرتے سنجیدہ آواز میں بولا۔

ارحام بخت پاگل ہو گئے ہو۔ اس بچی نے انکار کر دیا ہے تو۔۔۔

اس انکار کو اقرار میں بدلنا سید ارحام بخت کو اچھے طریقے سے آتا ہے ڈیڈ۔

کیا مطلب ؟ کیا تم اس بچی پر زور زبردستی کرو گے نکاح پر راضی کرنے کے لئے ۔ وہ سخت آواز میں بولے۔

اگر ضرورت پڑی تو یہ بھی کروں گا۔ کیا ضرورت تھی انہیں سید ارحام بخت کے دل پر دستک دینے کی۔ اب دے ہی دی تو عمر بھر کی قید میں آنا پڑے گا نا ڈیڈ۔۔

وہ بے تاثر لہجے میں بول کر اندر کی طرف بڑھ گیا۔

اوہ میرے اللہ۔۔ کہیں یہ اس بچی کے ساتھ سختی نہ کرے۔

ہائے یہ بڑے بھیا تو سچ مچ کا ڈیول کا روپ دھارن کر لئے ہیں۔ ہائے بیچاری ہماری معصوم پری۔۔۔

اذلان دہائی دیتے ہوئے بولا۔

لومڑ تمہیں کچھ سوچ سمجھ کر دعا مانگنا چاہیئے تھا نا۔ دیکھو تمہاری دعا کہ وجہ سے اب پری ڈیول کی قید میں جا رہی ہے۔ ماہی دانت کچکچاتے ہوئے بولی۔

ہیں۔۔ میری دعا کون سی دعا۔۔۔۔

تمہیں تو کہتے رہتے تھے کہ یا اللہ بھیا کی زندگی میں کوئی پری بھیج دیں۔ اب دیکھ لو نتیجہ۔۔۔

* * *

وہ موبائل میں اپنے بابا کی فوٹو دیکھ کر رو رہی تھی جب دھاڑ سے دروازہ کھلا اور اندر آنے والے شخص کو دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو گئی۔

اس ایک ہفتے میں وہ اس حویلی کے ہر فرد سے گھل مل گئی تھی بس ایک ارحام بخت تھا جس سے اس کی کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی صرف ایک دو بار جھلک دیکھی تھی۔

لیکن جتنا ماہی اذلان، دانیال نے اس کے بارے میں اسے بتایا تھا اس حساب سے وہ تناوش کو کافی خطرناک بندہ لگا تھا۔

اور اس وقت یہاں اس کی موجودگی اسے خوفزدہ کر گئی۔

آپ نے نکاح سے انکار کیوں کیا؟

آپ کو مجھ سے نکاح کرنے پر کوئی پروبلم نہیں ہونی چاہیئے۔

وہ اپنی بھاری سنجیدہ آواز میں بولا۔

نہیں میں یہ نکاح نہیں کر سکتی۔

کیوں؟ آپ وجہ بتائیں کہ کیوں نہیں کر سکتیں۔

کیا یہ کافی نہیں کہ میں یہ نکاح کرنا نہیں چاہتی۔ وہ جھنجھلا کر بولی۔

ہاں یہ کافی نہیں! آپ مجھے وہ وجہ بتائیں جس کی وجہ سے یہ نکاح نہیں کرنا چاہتیں۔

کیونکہ میں کسی اور سے محبت کرتی تھی۔ وہ اپنے لہجے کو حتیٰ الامکان نرم کرتے ہوئے بولی۔ اسے ناجانے کیوں اس خوبرو شخص پر اتنا غصہ آرہا تھا جو اس کے پیچھے ہی پڑ گیا تھا۔

تو اس میں کون سی بڑی بات ہے آپ کسی سے محبت کرتی تھیں اب مجھ سے کر لیں۔

تناوش نے دانت کچکچاتے اس ڈھیٹ انسان کو دیکھا۔

مسٹر۔ یہ میرا دل ہے کوئی مکان نہیں جس سے ایک کو نکالا اور دوسرے کو جگہ دے دی۔ دل تو قلعہ ہوتا ہے جس نے ایک بار فتح کر لیا وہ اسی کا ہو گیا۔

وہ اس نکاح سے بچنے کے لئے اپنی مردہ محبت کا دم بھرتے ہوئے بولی۔ ایسا کرتے ہوئے اسے کافی تکلیف بھی ہوئی تھی۔

ارحام بخت نے ایک نظر اس کی ویران آنکھوں میں دیکھا اور بولا تو اس کا لہجہ کافی مظبوط تھا۔

مس تناوش۔ مجھے آپ کے دل کا کرایہ دار نہیں بلکہ مکین بننا ہے جسے کسی صورت نکالا نہ جا سکے۔

ابھی کچھ دیر میں مولوی صاحب آئیں گے اور آپ کے منہ سے صرف قبول کی آواز سننی ہے مجھے۔ آئی سمجھ۔

وہ سرد آواز میں بول کر وہاں سے چلا گیا جب کہ تناوش خود کو بے بس محسوس کرتی رو دی۔۔

کیوں ہر شخص مجھے درد دے جاتا ہے
کیا میرے دل پہ لکھا ہے کہ یہاں درد لئے جاتے ہیں۔۔۔

______♥□______♥□______

تناوش مرتضٰی حیدر شاہ آپ کا نکاح سید ارحام بخت ولد نجیب بخت سے بعوض مہر ایک کروڑ سکہ رائج الوقت طے پایا گیا ہے کیا آپ کو قبول ہے۔

سیرت اور ضرغام کے نکاح کے بعد مولوی صاحب نے تناوش اور ارحام کا نکاح شروع کیا۔

مولوی صاحب کی آواز سن کر اس کی آنکھوں سے آنسو لڑیوں کی صورت بہنا شروع ہوئے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بابا کا چہرہ لہرایا تو وہ اور شدت سے رونے لگی۔

مولوی صاحب نے پھر پوچھا لیکن اس کی طرف خاموشی رہی۔

بیٹا مولوی صاحب کچھ پوچھ رہے ہیں جواب دو۔ دلنشین بیگم نے اس کے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

ج۔۔۔ جی ق۔۔ قبول ہے۔ وہ اپنے دل پر پتھر رکھ کر بولی۔ اور اسی طرح اس نے تین بار قبول کہہ کے خود کو اور اپنی آنے والی زندگی کو سید ارحام بخت کے حوالے کر دیا۔

اسی طرح مولوی صاحب نے تین بار ارحام بخت سے قبول کہلوایا جس پر اس نے دل سے قبول کہا۔ اور خود سے وعدہ کیا کہ وہ تناوش کی زندگی سے ہر دکھ درد کو دور کر دے گا اور اس کی زندگی کو خوشیوں سے بھر دے گا۔

نکاح ہوتے ہی ہر طرف سے مبارک سلامت کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

ہر کوئی اپنے سردار کو نکاح کی مبارک باد دینا چاہتا تھا لیکن وہ تو نکاح ہوتے ہی وہاں سے چلا گیا تھا۔

______♥☐______♥☐______

یہ ایک اندھیرے کمرے کا منظر ہے جہاں پر ایک وجود کرسیوں سے بندھا کراہ رہا تھا۔ جب دروازہ کھول کر کوئی اندر داخل ہوا۔

ہمم تو کیسا لگ رہا ہے یہاں۔ کہیں تمہاری خاطر میں میرے آدمیوں نے کوئی کمی تو نہیں چھوڑی۔ اسی لئے میں خود یہاں آیا ہوں تاکہ تمہاری اچھی طرح سے خاطر مدارات کر سکوں۔

وہ اپنی گھور سیاہ آنکھیں زخموں سے نڈھال وجود پر گاڑتے ہوئے سرد آواز میں بولا۔۔

س۔۔سر۔۔م۔معاف کر دیں۔ غلطی ہو گئی س۔۔سرر۔

کرسی سے بندھا وجود گڑگڑاتے ہوئے بولا۔

معاف کر دوں؟ جب کہ تم نے جانتے بوجھتے غلطی کی۔ تمہیں اچھی طرح پتہ ہے کہ غداری کرنے والوں کا سردار سید ارحام بخت کیا حشر کرتا ہے۔ پھر بھی تم نے یہ جرأت کی۔ اور اب کہہ رہے ہو کہ معاف کر دوں۔

وہ اس کے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑے غرّا کر بولا تو وہ کانپ اٹھا۔

مجھے دشمنوں کی پرواہ نہیں ہوتی۔ بس مجھے نفرت ہے ان لوگوں سے جو دوستی اور اپنے پن کے لباس میں منافق ہوں۔

اس کا لہجہ آگ سے بھی زیادہ پر تپش تھا۔

سید ارحام بخت کو منافقت سے سخت نفرت تھی۔ اتنی نفرت تو وہ اپنے دشمنوں سے بھی نہیں کرتا تھا جتنی منافق لوگوں سے۔۔

جاؤ تمہیں سردار سید ارحام بخت نے معاف کیا صرف اور صرف تمہاری بیوی اور بچوں کی خاطر جو تمہارے مرنے کے بعد بیوہ اور یتیم ہو جاتے۔

گردیزز کو تناوش کے بارے میں خبر پہونچانے والا کوئی اور نہیں بلکہ بخت حویلی کا ڈرائیور رشید تھا۔ اسی نے فیروز گردیزی کو اس کی خبر دی تھی جس نے اس بات کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کیا تھا۔

فیروز گردیزی کو بعد میں سزا دینے کا سوچ کر وہ حویلی کی طرف روانہ ہو گیا ۔کیوں کہ اسے اپنی سردارنی سے ملنا تھا۔

___♥☐___♥☐________

نکاح ہوتے ہی ان دونوں کو کمرے میں پہونچا دیا گیا تھا۔ تا کہ وہ آرام کر سکیں۔ سیرت تو اپنے روم میں چلی گئی جب کہ تناوش کو ارحام بخت کے روم میں پہونچا دیا گیا تھا کیوں یہ سید ارحام بخت کا حکم تھا جس پر دادو نے کافی اعتراض کیا تھا کہ تین دن بعد رخصتی ہے تو فلاا بھی کمرے میں لے

کھانا کھل چکا تھا سبھی کھانا کھا کر جا رہے تھے۔

یار دانی میں کب تک دوسروں کی شادیوں کے کھانے کھاتا رہوں گا

اب تو میں اپنی شادی کے کھانے کھانا چاہتا ہوں۔

اذلان بریانی سے بھرا چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے بولا۔

ہاں یار تو صحیح کہہ رہا ہے آخر ہم کب تک دوسروں کی شادیوں کے کام کریں گے اب ہماری بھی شادی کی عمر ہو گئی ہے لیکن ہمارے گھر والوں کو اس بات کی فکر ہو تب نا۔

وہ دونوں کھانا کھاتے ہوئے مسلسل اپنا غم غلط کرنے میں مصروف تھے جب ماہی ان کی طرف آتی ہوئی دکھائی دی۔

اوئے بھکڑوں کی فوج تم دونوں ادھر ندیدوں کی طرح کھانا ٹھونسنے میں بزی ہو ادھر بابا اور چاچو تم دونوں کو کب سے بلا رہے ہیں جا کر ان سے مل لو اور اپنے پیٹ کی ٹنکی آنے کے بعد ریلوڈ کرنا۔

وہ جیسے ہی آئی تھی ویسے ہی سنا کر چلی گئی۔ جب کہ وہ دونوں ہونک بنے یہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ وہ کہہ کر کیا گئی ہے؟

اوئے دانی میرے بھائی یہ لڑاکو لومڑی کیا کہہ کر گئی ہے۔ تجھے کچھ سمجھ آئی؟

میرے سات منٹ چھوٹے بھائی وہ ہماری بیستی کر کے گئی ہے لیکن تو فیل نہ کر کیوں کہ اس صدی کا سب سے بڑا صدمہ ہمارے لئے ہماری شادی نہ ہونا ہے۔ سو چل برو۔ کھاؤ پیو اور غم غلط کرو۔

دانی اپنی پلیٹ میں کھانے کا پہاڑ لگاتے ہوئے بولا جس پر اذلان سر ہلاتے کر پھر کھانے میں بزی ہو گیا۔

* * *

سیرت جیسے ہی روم میں آئی اس نے سب سے پہلے اس تام جھام سے چھٹکارہ حاصل کرنا چاہا۔

اس نے سب سے پہلے پیروں میں پہنی ہیل سے خود کو آزاد کیا اور پھر شیشے کے سامنے کھڑی ہو کر پن کئے دوپٹے کو کھولنے کی کوشش کرنے لگی کہ اچانک اسے اپنی کمر پر کچھ رینگتا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے بیساختہ چیخ ماری۔

اییییییمیییی۔۔۔۔۔

ششش۔۔۔ہرنی میں جب بھی تمہارے پاس آتا ہوں تم یوں ہی چیخیں مارنے لگتی ہو کیا تم نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ جب بھی میں تمہارے نزدیک آؤں گا تم یوں ہی چیخیں مارو گی۔ ضرغام نے اس کی کمر کے گرد بازو لپیٹ کر اسے کھینچ کر اپنے نزدیک کیا اور اس کے کان کے قریب منہ کر کے سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔ بولتے ہوئے اس کے لب سیرت کے کان کی لو سے ٹچ ہو رہے تھے جس کی وجہ سے اسے اپنی سانسیں تھمتی محسوس ہو رہی تھیں۔

آ۔۔آپ۔۔ پلیز دور ہو کر۔۔ بات کریں۔۔

میں کیوں دور ہو کر بات کروں جب کہ مجھے تو ڈبل پرمٹ مل گیا ہے تمہارے قریب آنے کا اور اب تو تمہاری سانسوں پر بھی میری حکمرانی ہو گی۔

وہ اس کے ہلکے پھلکے میک اپ سے سجے چہرے پر اپنی گرم سانسیں چھوڑتے ہوئے بولا۔

سیرت سے اس قدر نزدیکی برداشت نہیں ہو رہی تھی اس کی ذرا سی قربت پر اس کی جان پر بن آئی تھی۔

* * *

وہ حویلی کافی لیٹ پہونچا تھا سارے مہمان جا چکے تھے اور سبھی گھر والے اپنے اپنے روم میں تھے۔

وہ سرشار سا اپنے روم میں داخل ہوا جب اڑتا ہوا پلو اس کے منہ پر آ لگا۔ اس نے ایسی گستاخی کرنے والے کا چہرہ دیکھنا چاہا جب اسی تیزی کے ساتھ دوسرا پلو بھی اس کے چہرے کو سلامی دیتا فرش پر جا گرا۔

واٹ دا ہیل۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔۔

وہ غصے سے دہاڑا لیکن جب نظر سامنے شولا جوالہ بنی اپنی سردارنی پر پڑی تو اس کا غصہ کہیں دور جا سویا۔

واللہ۔ پہلی رات اتنا شاندار استقبال۔۔۔۔۔۔۔

وہ دلکشی سے مسکراتا ہوا اس کی جانب بڑھا۔

د۔۔۔دور ہو جائیں۔۔ مم۔۔ میرے قریب بھی۔ م۔مت آئے گا

۔۔ مم۔۔میں۔۔ نفرت کرتی ہوں آپ سے۔۔ سخت نفر۔۔۔

وہ شیرنی بنی دہاڑتی اچانک بے ہوش ہو کر گرنے لگی جب ارحام نے گرنے سے پہلے اسے اپنی باہنوں میں سمیٹ لیا۔۔

میں کیوں دور ہو کر بات کروں جب کہ مجھے تو ڈبل پرمٹ مل گیا ہے تمہارے قریب آنے کا اور اب تو تمہاری سانسوں پر بھی میری حکمرانی ہو گی۔

وہ اس کے ہلکے پھلکے میک اپ سے سجے چہرے پر اپنی گرم سانسیں چھوڑتے ہوئے بولا۔

سیرت سے اس قدر نزدیکی برداشت نہیں ہو رہی تھی اس کی ذرا سی قربت پر اس کی جان پر بن آئی تھی۔

پلیزززز۔ ض۔۔ ضرغام۔ پیچھے ہٹیں۔ مجھے سانس نہیں آ رہی۔

وہ نازک سی جان اس کے کسرتی وجود کو اپنے نازک ہاتھوں سے پیچھے دھکیلتے ہوئے بولی۔

ضرغام تو اپنی ہرنی کے منہ سے اپنا نام سن کر مسرور ہو گیا۔

اس نے جھک کر اس کے ادھ کھلے لبوں پر ایک شوخ سی جسارت کر ڈالی۔ اس کی اس حرکت سے سیرت کو اپنے بدن میں سرد سی لہر محسوس ہوئی۔ سیرت آنکھیں بھینچ کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

اپنے سامنے بنا دوپٹے کے سیرت کا جھلملاتا وجود ضرغام کو بہکنے مجبور کر رہا تھا۔ اس نے جھک کر ایک بار پھر سے ان نازک لبوں کی مٹھاس چرانی چاہی جب سیرت نے جھٹ سے اپنی کپکپاتی ہوئی ہتھیلیاں اس کے لبوں پر رکھ دی۔۔

پ۔۔۔ پلیززززز۔۔ آ۔۔ آپ یہاں سے۔ چلے جائیں۔۔

اوکے چلا جاتا ہوں لیکن اس سے پہلے مجھے نکاح کی مبارک باد تو دے دو۔

ج۔۔ جی۔ ن۔ نہیں مجھے کوئی مبارک باد نہیں دینی۔ آپ شرافت سے چلے جائیں ورنہ میں مائے جان کو بلا لوں گی۔۔

بلا لو۔۔ لیکن یہ تو بتاؤ تم مائے جان سے کہو گی کیا؟ یہی کہ ان کا بیٹا نکاح کی مبارک باد مانگ رہا ہے۔ یا پھر جو کچھ دیر پہلے میں نے۔۔۔۔۔۔

ٹ۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔ مم۔ میں دے رہی مبارک باد اس کے بعد آپ چلے جایئے گا۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی گوہر افشانی کرتا سیرت بول پڑی۔

ہاں ٹھیک ہے دو مبارک باد۔۔

آپ کو نکاح بہت بہت مبارک ہو۔۔ وہ ہلکی سی گنگناتی آواز میں بولی۔

ہیں ں۔۔۔ اس طرح دیتے ہیں مبارک باد۔ اتنی روکھی پھیکی۔

مم۔۔ مجھے ایسی ہی آتی ہے آپ اسی سے کام چلا لیں اور چلتے بنیں۔

وہ بمشکل اپنے ڈر پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

ہرنی تمہیں تو بہت کچھ سکھانا پڑے گا۔ میں بتاتا ہوں کہ شوہر کو مبارکباد کیسے دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہوئے جھکا اور ایک بار پھر سے اس کے پنکھڑیوں جیسے لبوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس اچانک افتاد پر سیرت جی جان سے تڑپ اٹھی۔

ضرغام اس کے نرم لبوں کا لمس پاتے ہی بہکتا چلا گیا، جب کہ سیرت اس کی شدت پر تڑپ اٹھی۔

اس نے خود کو آزاد کرانے کی کوشش کی لیکن پھر تھک ہار خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا۔

ضرغام کو آخر کار اس پہ ترس آ ہی گیا۔ اس کے لبوں کو آزادی بخشتے وہ سیرت کو کھینچ کر گلے سے لگا لیا۔

سیرت گہرے گہرے سانس لیتی منہ اس کے سینے میں چھپا گئی۔

آ۔۔۔ آپ ب۔ بہت ظالم ہیں مم۔ مجھے لگا کہ میری سانس رک جائے گی۔ اور مم۔۔۔۔

ششش۔۔۔ ہرنی تم تو میری سانسوں کی ضمانت ہو۔ بھلا میں تمہاری سانسیں کیسے رکنے دے سکتا ہوں۔ اچھا اب تم آرام کرو کل ملتے ہیں۔ وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے وہاں سے چلا گیا۔ جبکہ سیرت اس کے جاتے ہی سرخ چہرے کے ساتھ بیڈ پر ڈھ گئی۔

سائیکو مین۔۔

______♥□______♥□______

وہ شیرنی بنی دہاڑتی اچانک بے ہوش ہو کر گرنے لگی جب ارحام نے گرنے سے پہلے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔۔

چ۔۔ھ۔۔ڑیں۔۔ مم۔۔ مجھے۔۔ مجھے ہاتھ بھی مت لگانا مم۔۔ مجھے نفرت ہے اس دنیا کے ہر مرد سے۔۔۔ آ۔ئی ہ۔ ہیٹ یو۔۔

وہ ٹوٹے پھوٹے لہجے میں بول کر اس کے سینے سے سر ٹکائے بے ہوش ہو گئی ۔جسے بروقت ارحام نے کسی قیمتی شئے کی طرح اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

وہ اسے باہوں میں اٹھائے بیڈ پر لا یا اور احتیاط سے اسے بیڈ پر لیٹا دیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا ایسا لگ رہا تھا کہ اس کے آنے سے پہلے کافی دیر تک روتی رہی ہے اس کی پلکوں پہ ٹھہرے آنسو دیکھ کر ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی چھوٹا بچہ اپنا من پسند کھلونا نہ پانے پر روتے روتے سو گیا ہو۔

بھیگی پلکیں رویا رویا سرخ چہرہ اسے اپنی جانب متوجہ کر رہا تھا۔ وہ ہلکا سا جھکا اور اس کی پیشانی سے آپنی پیشانی ٹکراتے آنکھیں موند گیا۔

کچھ پل محسوس کرنے بعد اٹھ گیا اور اس سے کچھ فاصلے پر لیٹ گیا۔ جانتا تھا کہ اگر کچھ دیر اور اس کے قریب رہا تو خود پر سے قابو کھو دے گا۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس سے کچھ ایسا ویسا ہو کہ ایک تو پہلے ہی اس کی سر دارنی اتنی مشکل سے اس کے نکاح میں آئی ہے اب اس کی بے خبری میں کوئی ایسی حرکت کر کے اسے خود سے دور کر دے۔

ارحام بخت نے سوچ لیا تھا ابھی وہ اپنی سر دارنی کو ٹائم دے گا تا کہ وہ دونوں کے بیچ مابین رشتے کو اچھی طرح سے سمجھ سکے۔

♥□______♥□______

اس وقت شاہ ولا والے خاموشی سے بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے جب اس خاموشی کو شمائلہ تائی کی آواز نے توڑا تھا۔

دیبہ اب کب تک آرام کرنے کا ارادہ ہے ؟

کیا مطلب تائی امی ؟

مطلب کہ تمہاری شادی ہوئے پندرہ دن ہو گئے ہیں تم گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانا کب شروع کرو گی۔ اس گھر کی اکلوتی بہو ہو تم۔ اسی لئے میں چاہتی ہوں کہ آج سے کچن کی ذمہداری تمہیں سونپ دوں۔ آخر کب تک میں اور ماہم یہ سب سنبھالیں گے۔

وااااٹہہہ مٹششش۔۔۔ میں اور کچن کے کام نو نیور ایور۔ بھئی مجھ سے نہیں ہوں گے یہ کچن وچن کے کام۔

دیبہ ناک منھ چڑھاتے ہوئے بولی۔

کیوں نہیں ہوں گے کیا تم اس دنیا کی انوکھی بہو ہو جو یہ سب نہیں کرو گی۔ ماہم شادی کے پہلے تو بڑی باتیں کرتی تھیں۔ بھابھی آپ فکر نہ کریں۔ دیبہ سب سنبھل لے گی۔ میں اسے سب کچھ سکھا دیا ہے۔ ایک کچن کی ذمہداری تو سنبھال نہیں سکتی۔ آئی بڑی سب سنبھالنے والی۔

بھابھی ابھی دن ہی کتنے ہوئے ہیں۔ ابھی تو اسے انجوائے کرنے دیں بعد میں تو سب اسی نے کرنا ہے۔

ہاں تو کون سا میں اس کے سر پر پورے گھر کی ذمّہ داری ڈال رہی ہوں بس ایک کچن ہی سنبھالنے کا بولا ہے۔ اور رہی انجوائے کرنے کی بات تو وہ تمہاری بیٹی خوب اچھی طرح سے کر رہی ہے۔ روز اریب کے آفس جانے کے بعد تیار شیار ہو کر نکل لیتی ہے۔ دن بھر نا جانے کہاں مٹر گشتی کرتی رہتی ہے۔

کیا مطلب تائی امی۔۔ مٹر گشتی کرتی ہوں۔ اب شادی کے بعد کیا میں اپنی دوستوں سے ملوں بھی نہیں۔ تائی امی آپ تو ٹیپیکل ساس کی طرح چاہتی ہیں کہ میں آپ کی گھر گرہستی سنبھالتی رہوں۔ آئی ایم سوری ٹو سے۔ بٹ میں گھر میں قید ہو کر نہیں رہ سکتی۔۔

دیبہ اپنی زبان کے جوہر دکھاتے شائلہ تائی کو اچھی طرح سے سناتے ہوئے بولی ۔

ماہم مجھے نہیں پتہ تھا کہ تمہاری بیٹی شادی کے بعد اتنا بدل جائے گی نہیں تو میں اپنے بیٹے کی شادی اس سے کرتی ہی نہیں۔

مجھے بھی نہیں پتہ تھا تائی امی کہ آپ شادی کے بعد عام ساسوں کی طرح جاہل ثابت ہوں گی جو اپنی بہو۔۔۔۔۔۔

چٹا خخخخ۔۔۔۔۔۔

زبان سنبھال کر بات کرو دیبہ۔ کچھ بھی الٹا سیدھا بولنے سے پہلے جان لو کہ جس سے تم زبان لڑا رہی ہو وہ میری ماں ہیں اور میں کسی کو اجازت نہیں دیتا کہ کوئی ان سے اس طرح سے بات کرے۔

اریب نے دیبہ کے گال پر زور دار چانٹا ما*رتے ہوئے کہا۔ ایک پل کے لئے ڈائننگ ہال میں سناٹا چھا گیا۔

ہاؤ ڈیر یو۔۔ت۔ تم نے مجھے تھپڑ مارا۔۔۔ ہاؤ۔۔

وہ گال پر ہاتھ رکھے چیختے ہوئے بولی۔

ہاں مارا کیوں کہ تم یہ ڈیزرو کرتی ہو۔ اس کے بعد شاید تمہیں سمجھ آ جائے کہ بڑوں سے کس طرح سے بات کی جاتی ہے۔

اریب یہ کیا بیوقوفی ہے۔ تم دیبہ پر کیسے ہاتھ اٹھا سکتے ہو۔ بیوی ہے تمہاری۔

دادا جان آپ اس کی حرکتیں بھی تو دیکھیں۔ کس طرح سے بات کر رہی تھی ماں سے۔ دن بدن یہ بد تمیز ہوتی جا رہی ہے۔ یا پھر یہ ہی اس کا اصلی روپ ہے جو اب ظاہر ہو رہا ہے۔ میں تو ان پندرہ دنوں میں تنگ آ گیا ہوں پچھتا رہا ہوں تم سے شادی کر کے۔ ہر وقت طعنہ زنی۔ لڑائی جھگڑا۔ شک۔

ہاں ہاں تنگ کیوں نہیں ہو گے آخر کو من جو بھر گیا ہے مجھ سے۔ اور ویسے بھی تمہارے دل میں تو وہ تناوش بسی ہوئی ہے۔ تو اب میں کہاں اچھی لگوں گی۔

دیبہ جاہلوں کی طرح زبان چلاتے ہوئے بولی۔ جواب میں اریب نے سرد نظروں سے اسے دیکھا اور گاڑی کی چابی لیتا لمبے لمبے ڈگ بھرتا غصے سے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

جاہل لڑکی تمہاری وجہ سے میرا بیٹا بنا ناشتے کیئے ہی چلا گیا۔ خود تو پیٹ بھر کھا لیا اور میرے بیٹے کو یوں ہی بھگا دیا۔ شمائلہ تائی دیبہ قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے بولیں۔

تو وہ پیر پٹکھتی وہاں سے چلی گئی۔

رضا حیدر شاہ نے ایک دکھ بھری نظر ان سب پر ڈالی اور اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے گئے۔ یہ کیا ہو گیا تھا ان کے ہنستے بستے گھر کو کس کی نظر لگ گئی تھی۔ چین و سکون تو جیسے کہیں کھو گیا تھا۔ شاید وہ جانتے تھے یا جان کر بھی انجان رہنا چاہتے تھے۔

مرتضٰی صاحب کی تبعیت ٹھیک نہیں رہتی تھی وہ ہر وقت اپنے کمرے میں ہوتے تھے۔ انہوں نے دیبہ اور ماہم بیگم کو مخاطب کرنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ ہر وقت تناوش کی یاد میں تڑپتے رہتے تھے۔ ابھی بھی وہ اسی کی یاد میں محو تھے جب موبائل کی رنگ نے ان کو خیالوں کی دنیا سے باہر نکالا۔

______♥☐______♥☐______

صبح فجر کے وقت اسکی آنکھ کھلی تو اس نے بیڈ پر لیٹے لیٹے نگاہ ادھر اُدھر گھمائیں تو خود کو کسی انجان جگہ پر پایا۔ وہ یوں ہی بے خیالی میں لیٹی چھت کو گھور رہی تھی جب اچانک اس کے ذہن میں جھماکا ہوا اور کل کا پورا واقعہ اپنی پوری

جزیات کے ساتھ اس کے ذہن کے پردے پر اجاگر ہوا تو وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔

مم۔۔میں تو رات وہاں صوفے کے پاس کھڑی تھی ت۔۔تو پھر بیڈ پر کیسے آگئی ۔وہ ذہن پر زور دیتے سوچتی ہوئی خود سے بولی۔جب اسے یاد آیا کہ کل رات کیسے وہ ارحام سے لڑ رہی تھی اور اس کے سامنے نفرت کا اظہار کر رہی تھی اور اچانک بے ہوش ہو گئی تھی۔

ت۔تو کیا۔انہوں نے مجھے یہاں پر لٹایا تھا۔یہ سوچ کر ہی اس کا چہرہ سرخ ہو گیا ۔ تبھی فضا میں اذان کی مسحور کن آواز گونجی تو وہ اپنے ذہن سے ہر سوچ کو جھٹکتے وضو کرنے کی نیت سے واشروم کی طرف بڑھ گئی۔۔

وہ وضو کر کے باہر آئی تو جائے نماز کی تلاش میں نگاہ ادھر اُدھر گھمائیں تو وہ بیڈ کی دوسری جانب شیلف پر رکھا ہوا نظر آگیا۔اس نے جائے نماز بچھائی اور نیت باندھ کر نماز شروع کی۔

نماز پڑھ کر اس نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو بے اختیارِ اس کی آنکھیں برسنے لگیں۔ اسے سمجھ ہی نہیں آیا کہ وہ اپنے رب سے کیا مانگے۔

انسانی ذات کی تکمیل صرف خدا تعالیٰ کی محبت سے ہے۔ اسی کی محبت میں) سکون ہے اطمینان ہے اور تکمیل بھی۔ جب بندہ خدا کی ذات سے بے نیاز ہو کر اسکے بندوں میں سکون ڈھونڈنے لگ جاتا ہے تو پھر ناراض ہو جاتا ہے اور اس (سے وہ سب چھین لیتا ہے جو اس انسان کو اس کی یاد سے غافل کر دیتا ہے

اے اللہ میں نے تیری محبت کو چھوڑ کر ایک انسان کی محبت کو ترجیح دی۔ جس نے رسوا کر دیا۔ میری ذات کو ذروں میں بکھیر دیا۔ اللہ میں ٹوٹ گئی ہوں مجھے جوٹ جوڑ دے۔ اے اللہ میں بکھر گئی ہوں تو مجھے سمیٹ لے، اے اللہ میرا تیرے سوا کوئی نہیں ہے۔ تو ہی میرا اسہارا ہے،

یا اللہ میں نہیں جانتی کہ اس رشتے میں میرے لئے کیا ہے؟

میں جانتی ہوں تو بس اتنا کہ یہ تیری رضا ہے اور میں تیری رضا میں راضی ہوں میرے مولیٰ۔ میں اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گی کہ اس رشتے کو پوری طرح سے نبھا سکوں۔

یا اللہ تو میرے دل سے ذہن سے دماغ سے اریب کا خیال نکال دے۔ میں اس سے نفرت میں بھی یاد رکھنا چاہتی۔ کیوں کہ میں اس سے نفرت کا رشتہ بھی رشتہ نہیں رکھنا چاہتی اگر میں نے ایسا کیا تو یہ میرے اس نئے رشتے کے ساتھ ناانصافی ہو گی۔ میں آج سے ابھی سے ماضی سے اپنا ہر رشتہ توڑتی ہوں۔ آج سے میری زندگی میں میرے خواب و خیال میں بھی اریب شاہنواز کا کوئی ذکر نہیں ہو گا۔

میں نے کہیں پڑھا تھا کہ جب بھی کوئی دل دکھائے تو اس کو صرف اس وجہ سے دل سے معاف کر دو کہ مجھے میرا رب بھی روز محشر اسی طرح معاف فرمائے گا ۔

یا اللہ میں تیری رضا کے لئے اریب شاہنواز کو معاف کرتی ہوں۔

دعا مانگ کر وہ جائے نماز تہہ کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ آج اتنے دنوں بعد اس کا دل پر سکون تھا۔ اب اس کے دل میں کوئی خلش نہیں تھی۔ بس ایک لگن اور تڑپ تھی۔ اپنے بابا سے ملنے کی تڑپ۔ بھلے ہی انہوں نے اسے گھر سے نکال دیا تھا لیکن اس کا دل کسی طور یہ ماننے کو راضی نہیں تھا کہ اس کے بابا اس سے نفرت کرتے ہیں۔

اسے ارحام بخت سے اپنے بابا کے بارے میں بات کرنی تھی۔ ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی جب دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا اس نے کل کی بنسبت آج سفید رنگ کی شلوار قمیض پہن

رکھی تھی اور سر پر ٹوپی لگائی ہوئی تھی شاید وہ نماز پڑھ کر آ رہا تھا۔ شلوار قمیص میں وہ کافی وجیہہ لگ رہا تھا۔

تناوش کو اس کے چہرے سے اپنی نظریں ہٹانا مشکل لگا۔

ارحام نے ایک نظر اس کے کھوئے ہوئے چہرے پر ڈالی جو کل کی نسبت آج شاداب لگ رہا تھا۔

اہھمم اہھم۔۔اس نے گلا کھنکار کر اسے اپنی جانب متوجہ کیا جس پر وہ خجل ہوتی چہرہ نیچے جھکا گئی۔

و۔۔وہ۔ مم۔۔مجھے۔۔

کچھ کہنا چاہتی ہیں؟

جی۔

بولیں۔ میں سن رہا ہوں۔

و۔۔وہ مم۔مجھے ب۔۔ بابا سے بات کرنی تھی۔ وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔

اوکے۔ نمبر یاد ہے آپ کو؟

ارحام نے ایک بار بھی نہیں پوچھا کہ تمہارے گھر ہیں اور تم نے اتنے دنوں سے ان میں سے کسی سے بات کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی یا یہ کہ تمہارے پاس موبائل تھا تو بات کیوں نہیں کی۔ شاید وہ اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ اس لئے اس سے نمبر پوچھ کر ڈائل کرتا موبائل اس کی طرف بڑھا دیا اور خود باہر

جانے لگا جب تناوش نے اچانک ہاتھ بڑھا کر اسے جانے سے روک دیا اس کی بھیگی آنکھوں میں ڈر اور التجا تھی جسے سمجھتے وہ وہیں رک گیا تھا۔

رنگ جا رہی تھی اور تناوش کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا نا جانے اس کے بابا کیسا ریکٹ کریں۔

ہیلو۔۔۔

اسپیکر سے مرتضیٰ شاہ کی کمزور آواز سنائی دی۔ اتنے دن بعد ان کی آواز سن کر تناوش تڑپ اٹھی۔ اس کی آنکھیں تیزی سے بھیگنے لگیں۔

ب۔۔ب۔ بابا۔۔۔

تناوش میرا بچہ۔ میری جان۔ میرا دل۔ یہ آپ ہو؟ کہاں ہو؟ کیسی ہو آپ؟ مجھ سے غلطی ہو گئی پلیز مجھے معاف کر دو۔ میرے پاس واپس آ جاؤ۔ ورنہ یہ تمہارا بوڑھا باپ جان کی بازی ہار جائے گا۔

وہ تناوش کی ایک پکار پر ایک ہی سانس میں بنار کے بے قراری سے بولتے چلے گئے۔ جبکہ اتنے دنوں بعد اپنے بابا کے لہجے میں پہلی جیسی محبت اور شفقت محسوس کر کے تناوش بے آواز رونے لگی۔

وشی میری جان آ۔۔آپ بول کیوں نہیں رہی۔آپ ٹھیک تو ہو نا۔

ب۔۔ بابا میں ٹ۔۔ ٹھیک ہوں بس آپ میرے پاس آ جاؤ ابھی اسی وقت۔

لیکن۔

لیکن ویکن کچھ نہیں بابا بس آپ آ جاؤ۔۔وہ ضدی لہجے میں بولی۔ اس کے اس انداز پر ارحام بخت نے ابرو اچکا کر اس کا یہ ضدی انداز ملاحظہ کیا۔

تناوش بس یہی چاہتی تھی کہ اس کے بابا اس کے نکاح میں نہ صحیح لیکن رخصتی میں ضرور شامل ہوں۔ جب کہ ان کا بھی بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اڑ کر اپنی بیٹی کے پاس پہونچ جائیں۔

ارحام بخت نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اس کے ہاتھ سے لیا اور کان سے لگاتا بالکنی میں چلا گیا۔ تناوش نہیں پتہ کہ ان دونوں کے بیچ کیا بات ہوئی لیکن ارحام

نے کہا کہ رسم سے پہلے وہ اس کے سامنے ہوں گے۔ اتنی سی بات پر تناوش کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا تھا۔

تھینک یو سو مچ۔ آج آپ کی وجہ سے آج میں اپنے بابا سے مل پاؤں گی۔

اس میں تھینکو کی کوئی بات نہیں سردارنی۔ یہ تو میرا فرض تھا۔ آج سے اور ابھی سے میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں میں اس چہرے پر کبھی بھی اداسی کا سایہ بھی نہیں پڑنے دوں گا۔ اور یہ ایک سردار کا وعدہ ہے جو جان تو دے سکتا ہے پر اپنا وعدہ کبھی نہیں توڑ سکتا۔

اس نے محبت سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا اور وہاں سے چلا گیا۔ کیا کچھ نہیں تھا اس بوسے میں۔ پیار۔ محبت، عزت، مان، بھروسہ۔

وہ کتنی ہی دیر تک اس جادوئی لمحے میں کھوئی رہی ہوش تو تب آیا جب ایکے بعد دیگرے کئی لڑکیاں ماہی کے ساتھ اس کے روم میں داخل ہوئیں۔

چشم بدور،، کتنی پیاری ہیں بھابھی۔ ماشاء اللہ،، کسی کی نظر لگے۔ وہ سب اس کے موہنے چہرے کی بلائیں لیتی ہوئی بولیں۔

جس پر وہ شرما گئی۔

آآآآ۔۔ بھابھی بلش کر رہی ہیں۔ وہ ساری ایک ساتھ بولی۔

چڑیلوں چپ کر جاؤ کیوں میری پیاری بھابھی کو نظر لگا رہی ہو۔ اب چپ کر کے بیٹھو اور مجھے تم سب چڑیلوں کا انٹروڈیوس کرانے دو۔ اور پھر دفع ہو جانا سب یہاں سے کیوں کہ اگر بھائی کو پتہ چل گیا کہ ہم سب ان کے روم میں گھسی ہوئی ہیں تو پھر ان کے غصے سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ فاتحہ پڑھ لینا تم سب کی سب ۔

ماہی ارحام کے غصے سے ان سب کو ڈراتے ہوئے بولی۔ یہ بات سچ تھی کہ سید ارحام بخت کو بلکل بھی پسند نہیں تھا کسی کا اس کے روم میں آنا۔

تناوش کو ماہی کی بات سن کر کافی حیرت ہوئی کیوں کہ اسے کہیں سے بھی ارحام بخت غصے والا نہیں لگا تھا۔ اب پری میڈم کو کیا پتہ کہ ان کا ڈیول کس قدر غصے کا تیز ہے۔

اس کا یہ نرم اور پولائٹ انداز تو صرف اپنی پری کے لئے ہے۔

بھابھی یہ سب چودھری حویلی سے آئی ہیں۔ یہ ہیں نمل، نرمل اور کومل۔

چودھری حویلی والوں سے بخت حویلی والوں کبھی گہری دوستی ہے۔ ایک تو وہ (رشتہ دار بھی ہیں اور دوسرا ان کے بیچ سالوں سے دوستی کا رشتہ چلا آ رہا ہے۔

اچھا نمل سن یہ انو لوگ آنے والے تھے نا تو ابھی تک آئے کیوں نہیں ؟ (انو دانیال کی خالہ زاد کزن ہے دانیال کی خالہ چودھری حویلی میں بیاہی گئی ہیں)

ہاں وہ دو دن پہلے ہی آنے والے تھے لیکن چاچو،، انو کے بابا کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اس لئے وہ سب آج آ رہی ہیں اور ایک مزے کی بات بتاؤں انو کی اسٹڈی کمپلیٹ ہو گئی ہے تو وہ بھی اب سے یہی رہنے والی ہے۔

ریلی یہ تو مزے کی خبر ہے۔ دانی سنے گا تو بے ہوش ہو جائے گا ہاہاہاہا۔ اب آئے گا مزا۔

♥ ☐ ♥ ☐

آج بخت حویلی میں مہندی اور ابٹن کی رسم تھی۔ پوری حویلی کو مہندی اور ابٹن کے فنکشن کی تھیم کے حساب سے یلو اور گرین لائٹ سے سجایا گیا تھا۔ فنکشن

کے لئے شہر کے سب سے بڑے ایونٹ آرگنائزر کو ہائر کیا تھا۔ پوری مختلف رنگوں سے سجی جگ مگ کر رہی تھی۔

اس وقت دونوں دلہنیں شہر کے بیوٹی پارلر سے آئی لڑکیوں کے سامنے بیٹھی تیار ہو رہی تھیں۔

سیرت نے گرین لہنگے پر یلو چولی اور گرین دوپٹہ اوڑھے ہلکے میک اپ میں بہت ہی زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی جب کہ تناوش بھی سیم ڈریسنگ کے ساتھ پھولوں کی جویلری پہنے اپنے ڈیول پر بجلیاں گرانے کے لئے تیار تھی۔

ماشاء اللہ چشم بدور میری بیٹیاں تو بہت پیاری لگ رہی ہیں اللہ تعالیٰ ہر بری نظر سے بچائے۔

خدیجہ بیگم اندر داخل ہوتے ہوئے بولیں۔

اچھا لڑکیوں مہمان شروع ہو چکے ہیں تم لوگ سیرت اور تناوش کو باہر لے چلو --

______❤☐______❤☐______

دونوں دلہنوں کو لا کر اسٹیج پر ان کے دلہوں کے پہلو میں بٹھایا گیا۔ تناوش کے چہرے پر گھونگھٹ تھا کیوں یہ سید ارحام بخت کا آرڈر تھا۔ گاؤں کی عورتیں جو رسم کی وجہ سے اس کی سرداری کو چھو رہی تھیں اسے تو یہ بات بھی سخت ناگوار گزر رہی تھی۔

دونوں دلہے سفید شلوار قمیض پہنے اور گلے میں گرین دوپٹہ ڈالے بلا کے ہینڈسم لگ رہے تھے۔ ہر کسی کی نظر میں ستائش تھی۔

ضرغام آفندی کی نظر پہلو میں بیٹھی اپنی ہرنی پر پڑی تو پلٹنا بھول گئی۔

ہرنی آج تو تم میرے دل پہ بجلیاں گرا رہی ہو۔ تمہارا یہ سجا سنورا روپ دیکھ کر میرا دل کر رہا ہے کہ میں تمہیں ان سب سے چرا کر کہیں دور بھگا لے جاؤں جہاں ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہ ہو۔ صرف تم اور میں رہوں اور ہم دونوں کے بیچ مہکتا ہمارا عشق۔

ا۔۔ اگر آ۔۔ آپ ایسی گندی باتیں کریں گے تو۔۔۔

اس کی بات سن کر پہلے تو زرغام کی آنکھوں میں حیرانی ابھری اور پھر اس کا زبردست قہقہ بلند ہوا جس پر سب حیرانی سے دولہے کی طرف دیکھنے لگے۔

نہیں تو کیا ہرنی؟ میں تو ایسی ہی باتیں کروں گا بات کیا میں تو عمل بھی۔۔۔۔۔۔۔

ضرغام پلیززززز۔۔۔

اس کی روہانسی آواز سنی تو ضرغام بعد میں تنگ کرنے کا سوچ کر اپنی جگہ پر خاموشی سے بیٹھ گیا۔۔۔

______♥□______♥□______

ارحام بخت خاموشی سے بیٹھا تھا جب گھونگھٹ کے اندر تناوش کی منمناتی ہوئی آواز سنائی دی۔

آ۔۔۔آپ نے تو کہا تھا کہ رسم سے پہلے بابا آ جائیں گے۔ لیکن ابھی تک تو نہیں آئے۔ پلیززز آ۔۔۔آپ ایک بار کال کر کے پوچھیں نا۔۔

ہاں ابھی تک تو آ جانا چاہیئے تھا۔ ایک سیکنڈ میں کال کرتا ہوں

وہ موبائل نکالتے ہوئے بولا۔

ب۔۔ بابا۔۔ میرے بابا۔۔

وہ بنا ارد گرد کی پرواہ کیئے دونوں ہاتھوں سے لہنگا تھامے تیزی سے اسٹیج سے اترتی سامنے کی طرف بھاگی۔

ارحام نے اسے اس طرح سے بھاگتے دیکھ سامنے دیکھا تو داخلی دروازے سے مرتضٰی حیدر شاہ داخل ہوتے نظر آئے۔

وہ بنا اپنے دلہناپے کی پرواہ کیئیے بھاگ رہی تھی۔۔

ب۔۔ بابا۔۔ مم۔ میرے بابا۔ آ۔۔ آپ آ۔ گئے مم۔ میں کب سے آپ کی راہ دیکھ رہی تھی۔۔۔

وہ دوڑ کر ان کے گلے لگتے ہوئے بولی۔ سب دلچسپی سے اسے اپنے بابا سے ملتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔

دلنشین بیگم کی نظر جیسے ہی مرتضٰی حیدر شاہ پر پڑی تو وہ اپنی جگہ پر پتھر کی ہو گئیں۔

♥

گھر کے سب.بڑے رسم کر چکے تھے اب باری گھر کے چھوٹوں کی تھی۔

مطلب دانیال، اذلان ماہی اور ان کے کزنوں کی۔

رسم کے لئے جیسے ہی دانی اور اذلان اوپر اسٹیج پر آئے ارحام نے انہیں وارن کرتی نظروں سے گھورا جسے ان دونوں نے نظر انداز کر دیا کیوں کہ انہیں اچھے سے پتہ تھا کہ کم سے کم آج کے دن یہ ان کا بھائی اپنے ڈیول روپ میں نہیں آ سکتا،، اپنی پری کے سامنے تو بلکل بھی نہیں،، اسی بات کا ان لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔

ون ٹو تھری۔۔۔۔اٹیک،،،

ان دونوں نے تین تک گنتی کی اور پھر تھوڑی دیر میں دونوں دولہے تیل اور ابٹن سے نہا چکے تھے۔

واااٹٹ۔۔ نان سینس،، دانی اذلان یہ کیا بد تمیزی ہے؟ ارحام بخت سرد آواز میں دہاڑا۔۔

او میرے بھائی ٹھنڈ رکھ۔ اور خود بھی انجوائے کر اور انہیں بھی انجوائے کرنے دے کون سا روز روز شادی ہو گی تیری جو یہ سب شرارتیں گے۔۔

ضرغام جوان رسموں کو کافی مزے انجوائے کر رہا تھا۔ ارحام کو مشورہ دیتے ہوئے بولا جس پر ارحام نے اسے سخت گھوری سے نوازا۔۔

ضرغام ہر رسم کو خوب انجوائے کر رہا تھا اس کا ماننا تھا کہ کون سا شادی روز روز ہونی ہے۔ اسی لئے ہر رسم کو دل سے انجوائے کر رہا تھا اگر اس کے ساتھ کام کرنے والا کوئی دیکھ لیتا تو یقین ہی نہیں کرتا کہ یہی سڑ واکڑو سا پولیس آفیسر ضرغام آفندی ہے۔

تھینک یو سو مچ۔۔ فار ایوری تھنگ۔۔۔۔

ارحام جو دانی اذلان کو عجیب و غریب رسمیں کرتا کافی غصے سے دیکھ رہا تھا۔ جب تناوش کی میٹھی مدھر آواز سن کر اس کی طرف مڑا۔ اور اس کی نظروں کی تلاش

میں نگاہ دوڑائی جو سامنے مرتضٰی حیدر شاہ کو نجیب بخت سے کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اسے سمجھتے دیر نہ لگی کہ وہ کس لئے شکریہ بول رہی ہے۔

سردارنی مجھے آپ سے اس شکریہ کے بدلے کچھ اور چاہیئے؟ وہ اس کے گھونگھٹ میں چھپے چہرے پر نگاہیں جمائے ہوئے گمبھیر لہجے میں بولا۔

ک۔۔۔ کیا چاہیئے آ۔۔ آپ کو؟

میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے جانے کے بعد آپ یوں ہی سجی سنوری میرا انتظار کریں۔ کیوں کہ ابھی تک میں نے آپ کا یہ سجا سنورا روپ جو کہ میرے لئے سجایا گیا ہے جس پر صرف میرا حق ھے۔ مجھے ابھی تک اس کا دیدار نصیب نہیں ہوا ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے آنے سے پہلے اسی روپ میں میرا انتظار کریں۔ آپ اسے میری التجا ہی سمجھیں۔۔

ارحام بخت کی آنچ دیتی سرگوشیاں سن کر تناوش کو اپنا دل ہتھیلیوں میں دھڑکتا ہوا محسوس ہوا۔۔

مم۔۔میں ک۔۔کیسے ؟ یہ سب بہت بھاری ہے۔میں ابھی یہ سب کیری نہیں کر پارہی تو۔۔۔پھر۔۔

اوکے کوئی بات نہیں۔۔

اس کی سنجیدہ آواز سن کر تناوش کا دل بے چین ہو گیا۔اسے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ ناراض ہو گیا ہے۔ ناجانے کیوں اسے اس کی ناراضگی اچھی نہیں لگی۔

ا۔۔اوکے مم۔میں انتظار کروں گی۔وہ کپکپاتے لہجے میں بمشکل بولی۔

اس کی بات سن کر ارحام کے عنابی لبوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔ مطلب کہ وہ اسے نوٹس کرتی ہے اس کی ناراضگی اس کے لئے معانی رکھتی ہے۔

س۔۔سنیں۔

جی سنائیں۔ ضرغام سیرت کی طرف جھکتے مسرور لہجے میں بولا۔وہ تو اسے مخاطب کر کے پچھتائی۔ وہ تو ارد گرد کا ہوش بھلائے ہر جگہ شروع ہو جاتا تھا۔

ک۔۔ کل ماہی اور ساری کزن بڑے بھیا کی دودھ پلائی کی رسم کریں گی۔ میں بھی یہ رسم کرتی لیکن میری تو خود کی شادی ہے اور اوپر سے مجھے بڑے بھیا سے بہت ڈر لگتا ہے

پلیززززآپ میرے حصے کا نیگ بڑے بھیا سے لے کر مجھے دے دینا۔ اور ہاں دروازہ رکوائی کا نیگ بھی لے لینا۔ پلیززززز۔

وہ اس کی والہانہ نگاہیں خود پر مرکوز دیکھ کر ایک ہی سانس میں بولتی آخر میں اس کا لہجہ التجاییہ ہو گیا۔

اوکے۔ بٹ اس کے بدلے میں مجھے کیا ملے گا۔

وہ دوپٹے کے نیچے سے اس کی کمر پر انگلیاں چلاتے بھاری سرگوشی میں بولا۔

کیا مطلب آپ کو کیا ملے گا؟ ضرآپ کب سے اتنے لالچی ہو گئے۔ وہ مسکارے سے بوجھل اپنی بڑی بڑی آنکھوں کو حیرت سے اور بڑا کرتے ہوئے بولی۔

جب سے تم میری زندگی آگئی ہو ہرنی،، میرا دل تمہارے معاملے میں مختصر پر کبھی آمادہ ہی نہیں ہوتا اسے تو۔۔۔۔۔۔

اچھا ٹھیک ہے ایک ڈیل کرتے ہیں،، پہلے آپ مجھے نیگ لے کر دے دینا بعد ہم ففٹی ففٹی کر لیں گے اوکے۔

وہ اپنا چہرہ ضرغام کے قریب کرتے ہوئے پر جوش آواز میں بولی۔ ضرغام تو اپنی ہرنی کی چالاکی پر عش عش کر اٹھا۔

ٹھیک ہے مجھے تمہاری ڈیل منظور ہے۔ لیکن مجھے ایڈوانس چاہیئے۔

واٹ۔۔۔۔ کیسا ایڈوانس چاہیئے؟ میں کوئی ایڈوانس نہیں دے رہی۔ ایک تو پہلے ہی آپ کو ففٹی پرسنٹ دے رہی ہوں اوپر سے آپ ایڈوانس مانگ رہے ہیں۔ مجھے آپ کی شرط منظور نہیں ہے۔ میں ابھی اسی وقت یہ ڈیل کینسل کرتی ہوں۔

سیرت غصے سے سرخ چہرہ لئے ضرغام کو گھورتی ہوئی بولی۔ اس وقت پٹر پٹر کرتے وہ پرانی سیرت لگ ہی نہیں رہی تھی جو ضرغام کی ذرا سی تیز آواز پر خوف سے بے ہوش ہونے لگتی تھی۔

ضرغام نے دلچسپی سے اپنی ہرنی کا شیرنی والا روپ ملاحظہ کیا جس کے تیکھے نقوش غصے میں اور بھی دلکش لگ رہے تھے۔

ہرنی اب تمہاری اتنی مہنگی ڈیمانڈ پر کچھ نہ کچھ ایڈوانس تو لینا ہی پڑے گا نا۔ وہ اپنی مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے بولا۔

اچھا ٹھیک ہے جلدی بتائیں آپ کو کتنا ایڈوانس چاہیے۔ وہ اداس لہجے میں بولی بیچاری پہلے ہی اتنی مشکل سے ففٹی دینے پر آمادہ ہوئی تھی لیکن یہ سائیکو مین بڑا چالاک نکلا۔ ضرغام کو اپنی ہرنی کی معصومیت پر ٹوٹ کر پیار آ رہا تھا،،

ہرنی زیادہ کچھ نہیں بس آج کی رات تم اپنے روم کی کھڑکی کھلی رکھنا مجھے تم سے کچھ بہت ضروری ڈسکس کرنا ہے اوکے۔

جی نہیں۔ میں بلکل بھی نہیں کھولوں گی آپ کو جو بھی بات کرنی ہے کل کر لینا ۔ وہ کل رات کا واقعہ یاد کرتے شدت سے نفی کرتے ہوئے بولی۔

ہرنی نیگ لینا ھے نا تو کھڑکی کھلی رکھنا،، اوکے۔

ہرنی نے غصے سے اپنے مسٹر چالا کو دیکھا۔۔ اور پھر سر اثبات میں ہلا گئی۔

رات دیر تک فنکشن چلتا رہا اور پھر سب تھک ہار کر سب کونے چلے گئے۔

مرتضٰی صاحب بھی تناوش سے ملتے اپنے روم میں چلے گئے جو خاص انہیں کے لئے تیار کیا گیا تھا۔

________♥︎□______♥︎□______

ارحام بخت باہر مہمانوں میں کافی رات تک بزی رہا اب جا کر فری ہوا تو اسے اپنی سردارنی کا خیال آیا جسے وہ اپنے انتظار کے لئے کہہ آیا تھا۔ وہ دھکن زدہ چال چلتا اپنے کمرے کی جانب بڑھا،، اسے بلکل بھی امید نہیں تھی کہ وہ اس کے انتظار میں جاگ رہی ہو گی۔ وہ آہستہ سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا لیکن جو منظر اس کی نگاہوں نے دیکھا اس نے اس کی ساری کلفت اور تھکن دور کر دی ۔

سامنے تناوش فنکشن والے حلیے میں سجی سنوری بیڈ پر لیٹنے کے انداز میں بیٹھی اس کا انتظار کرتے کرتے سو گئی تھی،،، تناوش کے اس عمل نے ارحام بخت کے

دل میں موجود محبت کو عشق میں بدل دیا تھا۔ اس کے عنابی لبوں پر دلکش مسکراہٹ چھا گئی۔

بازؤوں پر لٹکتے کوٹ کو صوفے پر اچھالتا وہ مدہوشی کے عالم میں آگے بڑھا اور کہنیوں کے بل جھکتے اس پر سایہ فگن ہوا۔ مٹے مٹے میک اپ میں دوپٹے سے بے نیاز اس کا ہوش ربا سراپا ارحام بخت کو بہکا رہا تھا،، ارحام نے تناوش کے چہرے پر کسی آبشار کی طرح پھیلی زلفوں کو اپنی انگلیوں کی مدد سے پیچھے کیا۔ اور بے خود ہوتا اس کے آتشی رنگ لبوں پر جھک گیا اور انتہائی نرمی سے ان نازک لبوں کی مٹھاس چرانے لگا،، لبوں سے ہوتا وہ اس کی گردن کو اپنے لمس سے مہکانے لگا،،، تشنگی تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی،،

تناوش اپنی گردن پر اس کی شیو کی چبھن محسوس کر کے منہ بسورتے کروٹ بدل گئی،، اس کی حرکت پر ارحام کے عنابی لب مسکراہٹ میں ڈھلے۔۔

وہ بیڈ پر دراز ہوتا آہستگی سے اسے اپنی باہنوں میں بھرتے آنکھیں موند لی۔

______♥□______♥□______

دیبہ ۔۔۔۔ دیبہ ۔۔۔۔ کہاں ہو؟ باہر نکلو۔۔۔

کیا ہو گیا ہے اریب بیٹا اتنے غصے میں کیوں ہو اور تم اس طرح سے چیخ کیوں رہے ہو؟

چچی جان آپ دیبہ کو بلائیں،، پھر اسی سے پوچھیئے گا کہ میں غصہ کیوں ہوں ۔۔

دیبہ ہہ۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ پوری قوت سے دہاڑا۔

گلہ کیوں پھاڑ رہے ہو آ رہی ہوں نا،،، دیبہ اپنے کمرے سے نکلتے ہوئے بولی۔۔

چٹاخخخخخخخخخخخ۔۔۔۔

وہ جیسے ہی اریب کے پاس آئی اس نے اس کے گالوں پر زوردار طماچہ رسید کر دیا۔ جس پر وہ گالوں پر ہاتھ رکھے حیرت اور غصے کی ملی جلی کیفیت سے اسے گھورنے لگی۔

اریب دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا،، یہ دوسری مرتبہ ہے جو تم نے میری بیٹی پر ہاتھ اٹھایا ہے۔ اپنے ہاتھ کو ذرا کنٹرول میں رکھو ورنہ یہ اچھا نہیں ہو گا۔

چچی جان آپ کو پتہ بھی ہے کہ آپ کی لاڈلی بیٹی نے آج آفس میں کیا ہے ؟آج اس نے پورے آفس میں میری انسلٹ کرائی ہے۔ صرف اس کی او چھی حرکت کی وجہ سے اتنا بڑا کنٹریکٹ میرے ہاتھ سے چلا گیا،، پو چھیں اس سے کہ کیا ضرورت تھی اسے میرے کلائنٹ کی بیٹی پر ہاتھ اٹھانے کی۔

وہ آنکھوں میں غیض وغضب لئے غصے سے دہاڑا تو ایک پل کے ماہم بیگم بھی اپنی جگہ پر کانپ اٹھیں۔

ہاں تو کیا ضرورت تھی اسے تمہارے ساتھ اتنا چپکنے کی،، اور تم بھی اس کے کس طرح فری ہو رہے تھے جیسے وہ تمہاری بیوی ہو۔ دیبہ بنا اپنی غلطی مانے الٹا خود ہی چیختے ہوئے بولی،، جس پر اریب کا پارہ اور ہائی ہو گیا۔

میں ہزار بار سمجھا چکا ہوں لیکن پھر بھی تمہاری سوئی ایک ہی جگہ ٹکی رہتی ہے ،، ہر وقت شک کرتی رہتی ہوں میرا کسی سے ہنس کر بات کرنے پر بھی تمہیں شک ہونے لگتا ہے،، تمہارے اس شک اور پاگل کو میں اور نہیں جھیل سکتا۔

اگر تمہیں یہی لگتا ہے نا کہ میں تمہارے ساتھ بیوفائی کر رہا ہوں تو ٹھیک ہے اب میں کر کے دکھاؤں گا۔

اگر ہمت ہے کر کے دکھاؤ۔ مجھے کوئی بے بس اور لاچار سمجھنے کی کوشش مت کرنا۔ میں دیبہ مرتضٰی شاہ ہوں،،

ٹھیک ہے اب تم دیکھو گی کہ اریب حیدر شاہ میں کتنی ہمت ہے۔۔ وہ تن فن کرتا اپنے کمرے گھس گیا۔

میں اچھی طرح سے سمجھ رہی ہوں کہ تمہارے من میں ابھی بھی وہ تناوش بسی ہوئی ہے۔ لیکن میں بھی دیبہ ہوں،، تمہارے ذہن و دل سے اس کی محبت کا بھوت نہ اتارا تو میرا نام بھی دیبہ شاہ نہیں۔ دیبہ نے نفرت سے جلتی نگاہوں سے اس کے بند کمرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

______❤□______❤□_____

آخر وہ دن آ ہی گیا جس کا سب کو بے صبری سے انتظار تھا،،

آج سیرت اور تناوش کی رخصتی تھی اور دونوں کو رخصت ہو واپس اسی حویلی میں آنا تھا، پوری حویلی کو لائٹ اور رنگ. برنگے پھولوں سے خوبصورتی سے سجایا گیا تھا، رخصتی کی تقریب ہال سے ہونا طے پائی گئی تھی۔ جو گاؤں کے قریب ہی تھا۔

سب لوگ تیار ہو کر ہال پہونچ چکے تھے سوائے دلہنوں کے جو پالر گئی ہوئی تھیں اور وہاں سے تیار ہو کر اپنے دولہوں کے ساتھ ڈایریکٹ یہیں آنے والی تھیں

۔،،

ہال اور اسٹیج کو بہت ہی خوبصورت انداز میں سجایا گیا تھا

اسٹیج پر دو صوفے پر سیٹ کئے گئے تھے،،

دانیال اور اذلان انٹرینس پر مہمانوں کا استقبال کرنے کے لئے کھڑے تھے،،

جب دانی اچانک اذلان کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

اوئے اذی مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آج کے دن مجھے میری ڈریم گرل ملنے والی ہے،، مجھے کافی اسٹرانگ فیلنگ آرہی ہے۔

ہاہاہاہاہاہا۔۔۔ماہی جو وہاں سے گزر رہی تھی اس کی بات سن کر کھلکھلا کر ہنس دی۔

ارے دانی مجھے تو آج خواب بھی آیا تھا کہ تمہاری ڈریم گرل مل گئی ہے اور تم اس خوشی میں ہم سب کزن کو فائیو اسٹار ہوٹل میں پارٹی دے رہے ہو،، سچ میں یاررر

ماہی اپنے ابلتے ہوئے قہقہے بمشکل ضبط کرتے ہوئے بولی،،

ہایے ماہی میری بہن تمہارے منھ میں گھی شکر،، اللہ تعالیٰ تمہیں ایک چاند سا دولہا عطا فرمائے،، وہ بڑی بوڑھیوں کی طرح دعائیہ انداز میں بولا۔ جس پر ماہی بنا کچھ کہے ہنسی روکتی وہاں سے چلی گئی۔

دانیال جو باہر کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر سامنے سے آتی لڑکی پر پڑی جو گرین کلر کا فراک پہنے دوپٹے کو پیچھے سے گزار کر دونوں بازوؤں پر لپیٹے سامنے سے چلی آ رہی تھی۔ دانیال تو اس کی خوبصورتی پر پہلی ہی نظر پر مر مٹا تھا۔

وہ لڑکی بنا اس کی طرف دیکھے کسی خوشبودار ہوا کے جھونکے کی طرح اس کے بغل سے نکلتی چلی گئی۔ دانیال منہ کھولے بنا پلکے جھپکے اسے دیکھتا رہا جب تک وہ اندر نہیں چلی گئی،،

میرے بھائی منہ بند کر لے وہ چلی گئی ہے،، ازلان نے اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا جس پر وہ ہڑبڑاتا ہوا اس کی جانب مڑ گیا۔۔

______♥□______♥□______

کچھ ہی دیر میں دلہنوں کے آنے کا شور اٹھا تو سب دلچسپی سے انٹرنیس کی طرف دیکھنے لگے جہاں سے وہ دونوں اپنے اپنے دلہوں کا ہاتھ تھامے اندر داخل ہو رہی تھیں۔۔

تناوش نے مغلئی طرز میں فل ریڈ کلر کا لہنگا پہنا ہوا تھا جس پر خوبصورت کڑاہی کی گئی تھی اور اس کے ساتھ میچ کرتی جویلری پہنی ہوئی تھی،، سیرت نے بھی سیم اسی طرح کی ڈریسنگ کی تھی بس کے لہنگے کا کلر الگ تھا،، اس نے پیچ کلر کا

لہنگا پہنا ہوا تھا،، جبکہ ارحام اور ضرغام سیم ڈریسنگ۔ کریم کلر کی شیروانیاں پہنی ہوئی تھی

دونوں جوڑیاں جیسے ہی ہال میں داخل ہوئیں،، ان کے اوپر گلاب کی پتیاں برسا کر ان کا استقبال کیا گیا،،، بیک گراؤنڈ میں دھیمے سروں میں میوزک بج رہا تھا۔۔

پایا ہیں نے پایا تمہیں

رب نے ملایا تمہیں

ہونٹوں پے سجایا تمہیں

نغمیں سنایا تمہیں

پایا ہیں نے پایا تمہیں

سب سے چھپایا تمہے

سپنا بنایا تمہیں

نیندوں میں بلایا تمہیں

تم جو آئے زندگی

میں بات بن گئی

عشق مذہب عشق

میری ذات بن گئی

وہ اپنے ہمسفر کا ہاتھ تھامے اسٹیج پر آئیں۔ دونوں جوڑیاں بہت ہی حسین لگ رہی تھیں،، ہر آنکھ انہیں ستائش بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

دونوں دلہے اپنی دلہنوں کو بٹھا کر جیسے ہی بیٹھنے لگے فٹ سے ان کی جگہ پر ماہی اور اس کی کزن بیٹھ گئی۔

بھیا اتنی آسانی سے آپ دونوں کو یہ جگہ نہیں ملنے والی،، آپ دونوں پہلے اپنی جیب کھالی کریں پھر ہماری بھابیوں کے پاس بیٹھیں جب تک آپ لوگ رسم کے مطابق ہمیں نیگ نہیں دے دیتے ہم دونوں یہاں سے ہلنے والی نہیں ،، ماہی آج بنا ارحام سے ڈرے آنکھیں مٹکاتی ہوئی بولی۔

نہیں بڑے بھیا آپ لوگ اسے ایک چونّی بھی مت دینا،، یہ لوگ رسم کے نام کے پر آج آپ دونوں کو کنگال کرنے والی ہیں۔

اذلان آگے آتے ہوئے بولا۔

اوئے لومڑ تم چپ کرو،، میں تو اپنے بھائیوں سے مانگ رہی ہوں،، تمہیں زیادہ ابا بننے کی ضرورت نہیں ہے،،

میں ابا بن بھی نہیں رہا کیوں کہ مجھے کچھ اور بننے کی خواہش ہے،، وہ اس کے حسین چہرے پر نظریں ٹکائے ہوئے بولا جو پستہ کلر کے گاؤن میں بہت ہی حسین لگ رہی تھی،،

بھائی سوچ لیں آپ دونوں کو اپنے پیسے بچانے ہیں یا اپنی بیگمات کے ساتھ بیٹھنا ہے،، اگر آپ دونوں نہیں چاہتے کہ آؤٹ سائیڈر کی طرح وہاں سامنے لگی کرسیوں پر بیٹھنا پڑے تو فٹا فٹ جیب ہلکی کریں،، چلیں شاباش۔

سب ان کی نوک جھونک سے لطف اندوز ہو رہے تھے جب کہ ارحام بے تاثر چہرا لئے کھڑا تھا،،

نہیں نہیں۔۔ مجھے تو اپنی ہرنی کے ساتھ بیٹھنا ہے تم بتاؤ کتنے پیسے چاہیے ؟

آہاں یہ ہوئی نا بات ،،، چلیں پورے تین لاکھ دے دیں بس ،،،

بس تین لاکھ۔۔۔۔ ؟ گڑیا میں کوئی بزنس مین نہیں ہوں بلکہ ایک معمولی سا گورنمنٹ کا آدمی ہوں۔ پلیززز اپنی ڈیمانڈ میں تھوڑی کمی لاؤ ،، ضرغام مسکین شکل بنائے ہوئے بولا ،،

نووے ،، کوئی کمی نہیں ہوگی ، جلدی سے دیں ،،

ضرغام ڈرامے بازی بند کرو ،، ارحام بخت نے سنجیدہ آواز میں کہہ کر اپنا کریڈٹ کارڈ نکالا اور ماہی کے ہاتھوں میں دے دیا ،،

جس پر وہ خوشی سے چہک اٹھی ،، اور فوراً وہاں سے اٹھ گئ ،

ہائے اللہ ماہی کی بچی نے مجھے تو اس رسم کے بارے میں بتایا ہی نہیں ،، اب اکیلے اکیلے سارے پیسے ہڑپ لے گی۔

سیرت اپنے نقصان پر ماہی کو دل ہی دل میں کوستے ہوئے بولی۔

مرتضٰی حیدر شاہ نے دور سے تناوش کو دیکھا جو چہرے پر ارحام کی خواہش کے مطابق گھونگھٹ کیئے بیٹھی تھی، ، اسے شادی کے جوڑے میں دیکھ کر بے اختیار ان کی آنکھیں بھر آئی۔ گڈے گڑیوں سے کھیلنے والی ان کی گڑیا آج کتنی بڑی ہو گئی تھی کہ آج اس کی شادی ہو رہی تھی، ، بے اختیار ان کے دل سے دعا نکلی کہ ان کی بیٹی کی آگے آنے والی زندگی خوشیوں سے بھری ہو، ، اس کی زندگی کے نئے سفر میں، اریب، دیبہ ماہم جیسے لوگوں کا سایہ بھی نہ پڑے، ،

______~~_____~~______

ہیلو ہیلو۔۔ اٹیشن پلیززز، ،

گائیز ابھی کچھ ہی دیر میں آپ سب کے سامنے ایک زبردست پرفارمنس پیش ہونے جا رہی ہے، ،

اچانک لائٹ ڈم ہوئی اور دانی، اذلان مائک تھامے اسٹیج پر نظر آئے، ،

میں ڈالوں تال پہ بھنگڑا

تو بھی گدا پا لے

چل ایسا رنگ جما دیں ہم

کہ بنیں سبھی متوالے

من کہے کہ میں لے آؤں

یہ چاند اور تارے سارے

(دانیال، اذلان ماہی اور ان کے کزن بڑی مہارت سے ڈانس کرتے ہیں)

ڈانس ختم ہوتے ہی ماہی اور انو دودھ کا گلاس تھامے اسٹیج پر آتی ہیں،، یہ لو پھر سے آگئیں فقیر نیاں،، اذلان دانی کا کندھا ہلاتے ہوئے بولا۔ لیکن وہ سن کہاں رہا تھا وہ تو بس انو کو ٹکر ٹکر دیکھ رہا تھا،، بے چارے کو ابھی تک پتہ ہی نہیں۔ تھا یہ لڑکی اس کی کزن انو ہے،،،

بھیا جلدی سے نیگ دیں اور ہمارے ہاتھوں سے بنا یہ اسپیشل ملک شیک پئیں اور ہمیں تین تین لاکھ دیں،، چلیں جلدی کریں۔۔ ماہی دودھ کا گلاس بڑھاتے ہوئے بولی جب کہ انو ابھی تک خاموش تھی،،

ہیں ں ں تین لاکھ پھر سے ،، اچھا ماہی ایک بات بتاؤ کہ تم ہر بار تین لاکھ کیوں مانگتی ہو؟ ضرغام نے پوچھا۔

کیوں کہ ایک لکھ میرا ایک انو کا اور ایک آپ کی بیگم کا ،،

ماہی کی بات سن کر ضرغام کی آنکھیں ابل پڑیں ،، مطلب اس کی ہرنی نے اس سے بھی پیسے بیٹھنے کی پلاننگ کی ہوئی تھی ،،

نہیں بھیا بلکل بھی نہیں دینا ان لٹیرنیوں ،، آگے اور نہ جانے کس کس رسم کے نام پر پیسے لوٹیں گی ۔۔۔

اوئے تمہیں کیوں مروڑ اٹھ رہے ہیں انو دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے لڑاکا انداز میں بولی ،، جب کہ اس کی آواز سن کر تناوش نے حیرت سے گھونگھٹ کے اندر سے اسے دیکھنے کی کوشش کی ،، ی ۔۔ یہ تو اس کی دوست انا کی آواز ہے ۔

شٹ اپ اب کسی کی آواز نہیں آنی چاہیے ،، گڑیا یہ لو پیسے اور آپس میں بانٹ لینا ،، ارحام نے پیچھے کھڑے خان کے ہاتھ سے لفافہ لیتے انو کو دیتے ہوئے کہا ،،

تھینک یو سو مچ بھیا۔۔ وہ خوشی سے نہال ہوتی بولی۔ جب کہ اس کی آواز سنتی تناوش کو شک کی گنجائش ہی نہیں رہ گئی،، یہ اس کی دوست اناہی تھی وہ یہاں کیسے اس کا حویلی والوں سے کیا رشتہ ہے ؟ ایسے بہت سے سوال تھے اس کے من میں لیکن وہ اس سے یہاں بات نہیں کر سکتی تھی،،

یار رپیسے تو مل گئے لیکن مجھے ارحام بھیا کی دلہن نہ دیکھنے کا بڑا افسوس ہے،، ناجانے کیوں انہوں نے بھابھی کو اتنے لمبے گھونگھٹ میں چھپایا ہوا ہے،، انو افسوس کرتے ہوئے بولی،،

یاانو تم سیڈ مت ہو حویلی میں دیکھ لینا ٹھیک ہے،،

کچھ دیر تک دونوں جوڑیوں کا فوٹو شوٹ ہوا اور کچھ دیر بعد نجیب بخت کے حکم پر رخصتی ہوتی ہے،،

ازلان اور ماہی سیرت کے سر پر قرآن پاک کا سایہ کر کے باہر گاڑی تک لاتے ہیں جبکہ تناوش کے بھائی کی جگہ پر دانیال اس کے سر قرآن شریف کا سایہ

کر کے باہر لاتا ہے اور مرتضیٰ شاہ اسے اپنی باہنوں کے گھیرے میں لے کر گاڑی میں بٹھاتے ہیں،،

بابا میں تیری ملکہ
ٹکڑا ہوں تیرے دل کا
دہلیز اونچی ہے پار کرادے

تناوش اپنے بابا کے گلے لگ کر بے تحاشہ رودی،، وہ صرف اس کے بابا ہی نہیں تھے۔ بلکہ وہ اس کے باپ ماں بھائی بہن،، سب کچھ تھے اس کے لئے،، وہ ان کے گلے لگ کر اتنی شدت سے روئی کہ ہر آنکھ اشکبار ہو گئی،، ارحام بجت سے اس کا رونا برداشت نہیں ہو رہا تھا،

یہ آخری بار ہے جو آپ کی آنکھیں نم ہیں،، آج کے بعد میں کی آنکھوں میں آنسو نہیں آنے دوں گا،، وہ خود سے عہد کرتے ہوئے بولا،،

تناوش بیٹا رونا بند کرو۔ اس طرح سے روؤ گی تو طبیعت خراب ہو جائے گی،، ہم سب ہیں نا آپ کے ساتھ،، اور رہ گئے آپ کے بابا،، تو آپ کو جب بھی ان کی

یاد آئے تو ملنے چلی جانا اور ابھی تو دو تین دن تک وہ یہیں پہ رہیں گے۔ اب رونا بند کرو،، دلنشین بیگم آگے بڑھ کر اسے چپ کراتے ہوئے بولیں۔

جس پر وہ اپنے آنسو ضبط کرتے گاڑی میں بیٹھ گئی،،

______♥□______♥□____

حویلی پہونچتے ہی ان کا شاندار استقبال کیا گیا،، دونوں دلہنوں کو ان کے روم میں پہونچا دیا گیا،،

حویلی آکر مرتضیٰ صاحب نے دلنشین بیگم اور ارحام بخت سے بات کرنے کی غرض سے انہیں اپنے روم میں بلایا،،

جی بھائی صاحب بولیں آپ کو کیا بات کرنی ہے،، دلنشین بیگم ان کے چہرے پر فکرمندی دیکھتے ہوئے بولیں،، جبکہ ارحام بخت خاموشی سے بیٹھا تھا،،

ک۔۔ کہنا تو بہت کچھ چاہتا ہوں لیکن ڈر بھی رہا ہوں کہ جو بات میں آپ لوگوں سے کرنے جا رہا ہوں اسے سن کر کہیں آپ لوگ میری بیٹی سے رشتہ نہ

توڑ لیں، لیکن میں اپنے ڈر کے وجہ سے آپ سب سے سچ چھپا نہیں سکتا اسی لئے میں نے آپ دونوں کو یہاں بلایا ہے،،

انکل آپ کو جو بھی کہنا ہے بے فکر ہو کر کہیں،، آپ کو ڈرنے کی بلکل بھی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ آپ کی بیٹی سے میرا رشتہ اتنا کمزور نہیں ہے جو ایک سچ سے ٹوٹ جائے،،

ارحام کے دلاسہ دلانے پر انہوں نے ساری سچائی بتا دی جسے سن کر دلنشین بیگم کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں ان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا بھی کچھ ہو گا۔

جبکہ ارحام بخت بے تاثر چہرے کے ساتھ انہیں دیکھ رہا تھا،،

لیکن اس کی آنکھیں اس کے بے پناہ غصے کا پتہ دے رہی تھیں، ایک پل کے لئے ان کا دل خوفزدہ ہو گیا۔ لیکن وہ کسی جھوٹ کی بنیاد پر اپنی بیٹی کی خوشیوں کی نیو نہیں رکھنا چاہتے تھے۔۔

* * *

ضرغام مسرور سا جیسے ہی اپنے روم کی طرف آیا تو ماہی اور اس کی کزن کا ٹولا پہلے سے ہی وہاں موجود تھا۔

یار تم لوگ پھر سے آ گئیں،، قسم سے تم لوگوں نے صبح سے مانگ مانگ کر مجھے کنگلا کر دیا ہے اب تو جانے دو۔ قسم سے بہت تھک گیا ہوں۔ وہ مسکین شکل بنا کر بولا،

جی نہیں بھیا ہمیں آپ پر بلکل بھی ترس نہیں آ رہا۔ پیسے دیں اور روم میں جائیں ۔ وہ سب اٹل لہجے میں بولیں جس پر ضرغام کو مانتے ہی بنی۔ وہ انہیں والٹ پکڑاتا روم میں جا کر جلدی سے دروازہ بند کر گیا۔ کہ کہیں وہ لوگ اندر ہی نہ آ جائے۔

وہ دروازہ بند کر کے جیسے ہی پلٹا تو اس کی نظر اپنی سجی سنوری ہرنی پر پڑی۔ جو بیڈ پر سکڑی سمٹی بیٹھی ہوئی تھی

گھبراہٹ کے مارے اس کے چہرے پر پسینے پھوٹ رہے تھے،،

اہھمم اہم،،،، اسلام علیکم،،

ضرغام گلا کھنکارتے ہوئے اس سے بولا جس پر وہ سر ہلا کر جواب دیتی ہے،،

ہرنی اتنا گھبرا کیوں رہی ہو؟ وہ اس کے نزدیک بیٹھتے ہوئے بولا،، جس پر وہ سمٹ جاتی ہے۔

ن۔۔ن۔ نہیں گھبرا تو نہیں رہی۔

اچھا یہ تو بڑی اچھی بات ہے، وہ اس کے ماتھے پر سجے مانگ ٹیکے کو انگلیوں سے چھیڑتے معنی خیزی سے بولا،،

ہرنی تمہیں پتہ بھی نہیں کہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔ تم پر حق ہونے کے باوجود میں تم سے دور رہا کہ کہیں میں بہک نہ جاؤں، ہمیشہ تمہارے ساتھ روڈ رہا، اور ہر بات پر روک ٹوک کرتا تھا،، لیکن سب میں تمہاری بھلائی کے لئے کرتا تھا کیوں کہ تم بہت معصوم ہو، کیا اچھا ہے کیا برا تمہیں نہیں پتہ۔۔ ہرنی آئی لو یو سو مچ،، آج میں بہت خوش ہوں،، آج کا دن میرے لئے بہت ہی زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیوں کہ آج کے دن تم میری زندگی میں پوری طرح سے شامل ھو گئی ہو،،

آج کا دن میری زندگی کا سب سے خوبصورت ترین دن ہے،،

یہ اکڑو سڑو سائیکو مین اپنی ہرنی سے بہت پیار کرتا ہے،، وہ محبت سے اس کے گالوں پر بوسہ دیتے ہوئے بولا جس پر وہ شرم سے سرخ ہو گئی۔۔

ضرغام نے اس کے پن کئیے ہوئے دوپٹے کو الگ کیا اور ایک ایک کر کے اس کی ساری جویلری اتارنی شروع کر دی۔ اس کے ہاتھوں کے لمس سے سیرت کو اپنی سانسیں اکھڑتی محسوس ہوئیں۔

ض۔۔ ضر۔۔ مم۔ نیند

شش ہرنی کچھ بھی مت بولو بس محسوس کرو،، میری محبت کو، میری بے قراریوں کو،،، تمہیں محسوس ہو گا کہ میں کتنی شدت سے تمہیں چاہتا ہوں ،، اس نے سیرت کی میک اپ سے بوجھل پلکوں کو اپنے لمس سے معتبر کرتے ہوئے کہا،،

اور پھر اس کی مزاحمت کرتی نرم و نازک کلائیوں کو اپنی گرفت میں لیتے اس کے کپکپاتے لبوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس کے ہونٹوں کے جلتے لمس سے

سیرت کو اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی، اس نے تڑپ کر خود کو آزاد کرانے کی کوشش کی لیکن ضرغام اس کی ہر کوشش کو ناکام بناتا اس پر اپنی محبت کی چھاپ لگاتا چلا گیا۔

_____♥□______♥□_____

ارحام بخت اپنے روم کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو تناوش کو نماز پڑھنی میں مشغول پایا، اس نے شادی کا جوڑا اتار کر کالے رنگ کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی،، کالے دوپٹے کے ہالے میں مقید اس کا خوبصورت چہرہ بہت ہی حسین لگ رہا تھا، ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے کالے بادلوں کی اوٹ سے چاند جھانک رہا ہو،، اس کے معصوم چہرے پر اتنا نور تھا کہ ارحام بخت ارد گرد کا ہوش بھلائے دروازے سے ٹیک لگائے اسے دیکھے گیا۔

تناوش نے خشوع و خضوع سے نماز پڑھی اور پھر دعا مانگ کر اٹھی تو اس کی نظر بے خود کھڑے ارحام پر پڑی تو وہ ہڑبڑا گئی،، ارحام قدم بڑھاتا اس کی جانب آیا

۔

س۔۔۔س سوری،، مجھے نماز پڑھنی تھی اس لئے ڈریس چینج کر لیا۔۔ مم۔۔میں ابھی پہن لیتی ہوں۔

اسے جہاں تک معلوم تھا کہ دلہن شوہر کی اجازت کے بغیر شادی کا جوڑا نہیں اتارتی،، اس نے تو اتار دیا تھا،، اس لئے اسے لگا کہ ارحام ناراض ہو جائے گا۔

ارحام بنا کچھ بولے اس کے سامنے جا کھڑا ہوا اور خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔۔۔

________♥□_____♥□________

ا۔۔ایسے ک۔۔۔کیا دیکھ رہے ہیں؟

ارحام کو مسلسل اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ کنفیوژ ہوتی ہوئی بولی،،

دیکھ رہا ہوں کیا میں سچ میں اتنا خوش قسمت ہوں،، کہ خدا نے بنا کسی آزمائش کے مجھے میری محبت عطا کر دی،، وہ گمبھیر لہجے میں بولتا دو قدموں کا فاصلہ مٹاتے اس کے قریب ہوا،،،

آ۔۔آپ نے مجھ سے شادی کیوں کی؟ تناوش اپنے دل میں پنپتے وہم کو دور کرنے کی خاطر بولی۔

کیوں کہ مجھے آپ سے محبت ہو گئی تھی اس لئے بنا وقت گنوائے میں نے آپ کو اپنے نام کر لیا،،

ج۔۔ جھوٹ۔۔ ب۔۔ بول رہے ہیں آآ۔۔آپ،، آپ نے مجھ سے نکاح گاؤں والوں کی وجہ سے کیا ہے۔ ض۔۔ ضرور آپ کے بابا نے فورس کیا تھا اسی لئے آپ نے ایک بے سہارا لڑکی سے شادی کی،،، نہیں تو کوئی پاگل ہی ہو گا جو ایک بے نام بے سہارا لڑکی کو اپنا نام دے گا جسے اس کے گھر والوں نے ٹھکرا دیا ہو،، وہ آنکھوں میں نمی لئے خود اذیتی سے بولی،،

سیریسلی،، آپ کو لگتا ہے کہ سید ارحام بخت،، اس پورے علاقے کے سردار کو کوئی شادی کے لئے فورس کر سکتا ہے؟

اور وہ بنا دلی رضامندی کے خوشی خوشی نکاح کرلے گا،، سردارنی صاحبہ بہت بھولی ہیں آپ،، شاید آپ جانتی نہیں کہ سردار سید ارحام بخت کو کوئی کسی کام کے لئے مجبور نہیں کرسکتا،،

ایک بات آپ اچھی طرح سے اپنے چھوٹے سے دماغ میں بٹھالیں کہ میں نے آپ سے شادی کسی کے بھی مجبور کرنے پر نہیں کی بلکہ پورے دل کی آمادگی سے کیا ہے،، اور آپ میری زندگی میں آنے والی اور آخری لڑکی ہیں،، جس نے میرے دل کے ساتھ ساتھ میری روح پر بھی قبضہ کرلیا۔

آپ میری نس نس میں سما چکی ہیں،، آپ کی چاہت میری رگوں میں خون بن کر دوڑ رہی ہے،، آپ سے مل کر میرے دل نے دھڑکنا سیکھ لیا ہے،، اب سے آپ میری دھڑکنوں کی امین ہیں،، ارحام بخت اپنی جذبے لٹاتی نگاہوں سے اس کے گلاب کی مانند مہکتے سراپے کو دیکھتے ہوئے بولا،،

تناوش کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ کوئی کسی سے صرف چند دن میں اس قدر شدت سے محبت کر سکتا ہے، ، وہ بے یقین نظروں سے ارحام دلکش چہرے کو دیکھے گئی، ،

اس کی آنکھوں سے چھلکتی بے یقینی کو محسوس کر کے ارحام بخت دلکشی سے مسکرایا۔۔

سردارنی آپ کو یقین نہیں ہو رہا کیا میری محبت پر ؟

ک۔۔۔ کوئی۔۔۔ کسی سے اس قدر محبت کیسے کر سکتا ہے ؟ وہ بھی چند لمحوں کی ملاقات میں ؟ کیا کسی کے دل میں محبت اتنی تیزی سے اتر سکتی ہے ؟

تناوش نے حیرت بھری معصومیت سے سوال کیا جس پر ارحام بخت نے اس کے ہاتھوں کو تھامے اسے صوفے پر بٹھایا اور خود گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا، ،

آپ کو پتہ ہے !!

محبت ! ! . . ♥ □ دل نہیں مانگتی، البتہ دل کی "مہار" ضرور مانگ لیتی ہے_! !

محبت ! ! . . اختیار بھی نہیں مانگتی، البتہ آپکے اختیار کے اندر چھپا "اعتبار" ضرور

! ! مانگ لیتی ہے

محبت ! ! . . پیار نہیں مانگتی، مگر اس پیار کے پروں کا سوار ضرور مانگ لیتی .

! ! _ ہے

محبت ! ! . . آپ سے نیند کبھی نہیں مانگے گی،

! ! خواب مانگے گی

محبت ! ! . . سوال نہیں کرتی،

! ! ہمیشہ "جواب" مانگے گی

اور کبھی آپ سے یہ بھی نہیں کہے گی،،

کہ صرف "میرے" ہو کے رہو مگر کسی

! اور کا ہونے نہیں دے گی۔

اسی طرح محبت،، خود پر کسی کو اختیار نہیں دیتی،، محبت خود مختار ہے،، یہ کب کہاں کس سے ہو جائے کسی کو پتہ نہیں چلتا،، کیوں کہ محبت پر کسی کا زور نہیں

،،،

ٹھیک اسی طرح مجھے بھی کب کیسے آپ سے پہلی نظر میں محبت ہو گئی مجھے پتہ نہیں چلا۔۔

!!!!!!!م۔۔ مم۔۔۔ محبت۔۔۔۔،،،،،،

محبت تو میں نے بھی کی تھی اریب سے،، بے غرض اور بے لوس محبت،، لیکن میری محبت میری شکست ثابت ہوئی ایک

ایسی شکست کہ جس کے آثار ابھی تک میری روح پر نظر آتے ہیں۔ اس کے گھاؤ ابھی تک میرے دل اور روح پر ہیں جو بھرنے کا نام ہی نہیں لیتے اور شاید مرتے دم تک مجھے احساس دلاتے رہیں گے۔ کہ کسی پر اندھا اعتماد کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے،،

تناوش ارحام کے ہاتھوں میں قید اپنے ہاتھ پہ نظریں جمائے کھوئی ہوئی بولی ۔۔اس کے لفظوں میں گھلی نمی اس کے اندر ہو رہی ٹوٹ پھوٹ کا پتہ دے رہی تھی،،

تناوش نے روتے ہوئے اپنے اور اریب کے بارے میں سب کچھ بتادیا کیوں کہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کے ماضی کی وجہ سے اس کی آنے والی زندگی پر کوئی برا اثر پڑے۔

اس کی بکھری حالت سے ارحام بخت کو کافی تکلیف ہوئی تھی،، وہ پہلا مرد تھا جو شادی کی پہلی رات اپنی بیوی کے منھ سے اس کی ناکام محبت کی داستان سن رہا تھا۔ شاید یہ اس کی محبت کا ظرف تھا،،

اس نے اپنی انگلیوں کی پوروں سے اس کے آنسو چُنے اور آگے ہو کر اس کا سر اپنے کندھے پر رکھ لیا تاکہ دل کھول کر اپنے اندر سارے غبار نکال لے

،، نا جانے کتنی دیر تک وہ دونوں اسی پوزیشن میں بیٹھے رہے اور تناوش یوں ہی

خاموش سسکیاں لے کر روتی رہی ،، آج اتنے دنوں بعد کوئی ایسا کندھا نصیب ہوا تھا جس پر سر رکھ کر وہ اپنا غم غلط کر رہی تھی ،،

افففففف سردارنی کتنا روتی ہیں آپ ،، ایسا لگتا ہے کہ آپ کی آنکھوں میں پانی کی ٹینکی فٹ ہے ،، یہ دیکھیں میری پوری شرٹ گیلی ہو گئی ہے ،، ارحام کے بولنے پر وہ ہوش میں آتی جھٹکے سے اس سے دور ہوئی ،، اتنی ایموشنل سیچیویشن میں بھی اس کے گال شرم سے سرخ ہو گئے ،، وہ پہلی بار کسی مرد کے قریب بھی ہوئی تھی ،،۔

ارحام نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ بھیگی بھیگی آنکھیں شرم سے سرخ گال ،، کپکپاتے ہوئے لب ،، یہ سب بری سے اسے اپنی طرف اٹریکٹ کر رہے تھے ،، تناوش نے اس کی نگاہوں کا فوکس اپنے ہونٹوں پر محسوس کیا تو فوراً سے اٹھ کھڑی ہوئی ،،

اا۔۔اب۔۔۔ہ۔۔ ہمیں سو جانا چاہی ئے ،، ک۔۔۔افی۔۔۔ر۔۔۔رات ہو گئی ہے ،،

ویسے رات تو بیچ میں بہت ہو گئی ہے،، لیکن سر دارنی صاحبہ شاید آپ بھول رہی ہیں کہ یہ ہماری فرسٹ ویڈنگ نائٹ ہے اور عموماً اس رات سویا نہیں جاتا بلکہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کے اتنے بے باک الفاظ پر تناوش کا چہرہ سرخ ہو گیا،، ابھی آگے نا جانے اور کون سی گوہر افشانی کرنے جا رہا تھا جب تناوش نے دہل کر اس کے ہونٹوں پر اپنی نازک ہتھیلی رکھ دی،،

اس کے چہرے کی اڑی رنگت دیکھ کر ارحام نے اپنے ہونٹوں سے ابلتے قہقہے کو بمشکل ضبط کیا تھا،، اور اپنے ہونٹوں پر موجود اس کی نازک انگلیوں کو نرمی سے چوم لیا،، جس پر تناوش نے جھٹ سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور اٹھ کھڑی ہوئی

،،،

ارحام اس کے گریز کو اچھی طرح سے سمجھ رہا تھا اس لئے اسے اور تنگ کرنا چھوڑ کر چینجنگ روم میں چلا گیا،،

اس کے جاتے ہی تناوش دھک دھک کرتے دل کے ساتھ وہی کھڑی کچھ دیر تک اپنی دھڑکنوں کو معمول پر لانے کی کوشش کرتی رہی،، اور پھر ارحام کے آ جانے کے خیال سے فوراً بیڈ پر لیٹتے سر سے پاؤں تک کمبل لے لیا۔

کچھ دیر بعد جب ارحام فریش ہو کر باہر نکلا تو تناوش کو کمبل میں لپٹا دیکھ کر ایک بار پھر سے اس کے ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ چھا گئی،، وہ بیڈ کے دوسری سائیڈ دراز ہوا اور گٹھری بن کر لیٹی تناوش کو کھینچ کر اپنی باہنوں میں بھر لیا جس پر وہ ہلکا سا کسمائی۔

انہوو۔۔۔ چپ لیٹی رہیں کچھ نہیں کر رہا میں،، وہ اس کے کان کے پاس لب کئے گمبھیر آواز میں بولا اور آنکھ موند کر سونے کی کوشش کرنے لگا،، جو کہ اس خوبصورت وجود کے ہوتے ہوئے ناممکن تھا۔

______♥□______♥□______

کھڑکی سے چھن کر آتی سورج کی کرنیں اس کے حسین چہرے پر پڑ رہی تھیں جس کی وجہ سے وہ کبھی آنکھوں پر ہاتھ رکھتی، کبھی نیند میں کوفت سے سر ادھر اُدھر کرتی،،

ابھی بھی وہ پیشانی پر بل ڈالے ہونٹ بھینچے نیند پوری کر رہی تھی جب کہ ضرغام آفندی آنکھوں میں خماری لئے کب سے اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھ رہا تھا جو اس کی قربت کے رنگوں سے سجا اور بھی حسین لگ رہا تھا،، اچانک وہ جھکا اور اس کے پھولے پھولے گلابی گالوں پر ایک شدت بھرا بوسہ دیا،،، جو کب سے اس کو اپنی طرف مائل کر رہے تھے۔

شیو کی چبھن محسوس کر کے سیرت کی آنکھ پھٹ سے کھل گئی اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں تو اس کی نظر ضرغام کی خمار بھری آنکھوں سے ٹکرائیں جو بے خودی سے اسے ہی تک رہا تھا،، اس پر نظر پڑتے ہی پہلے تو اس کے چہرے پر حیا کے رنگ بکھرے لیکن پھر اس کی گستاخیاں یاد آتے ہی سیرت نے غصے سے رخ موڑ لیا،

جس پر ضرغام کی آنکھوں نے پل میں رنگ بدلا،، اس کی آنکھوں کی سرخی اس کے بے پناہ غصے کا پتہ دے رہی تھیں۔

اس نے سیرت کی کمر پر گرفت کرتے اس کا رخ اپنی موڑا۔۔

ہرنی آج تو یہ غلطی کر دی،، آئیندہ ایسی غلطی کرنے کے بارے میں سوچنا بھی مت،، کیوں کہ مجھے تمہارا مجھ سے منہ پھیرنا مجھے کسی قیمت پر. برداشت نہیں ہے،، سمجھیں،،

وہ سیرت کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں جکڑے سرد آواز میں بولا،، اس کے لہجے میں اس قدر وحشت تھی کہ سیرت کو اس سے خوف محسوس ہونے لگا

،، سیرت کو اس کے اسی غصے سے ڈر لگتا تھا،، اس نے اپنی آنکھیں میچ کر خود کو رونے سے بعض رکھا،، اس کو اس طرح سے دیکھ کر ضرغام کو اپنے لہجے پر افسوس ہوا۔

ششش۔۔ہرنی رونا بند کرو،، میں تمہیں ڈانٹ نہیں رہا تھا، میں تو بس یہ کہہ رہا تھا کہ چاہے تم مجھ سے کتنی بھی ناراض رہو لیکن تم مزاق میں بھی مجھ سے منہ

نہ پھیرا کرو، ، کیوں کہ اس سے مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے، ، وہ سیرت کو اپنی گرفت میں لیتے پیار سے سمجھاتے ہوئے بولا، ،

آ۔۔اپ۔ب۔۔بہت برے ہیں ا۔۔اور گندے بھی، ، ہمیشہ مجھے ڈانٹتے ہیں اور رولاتے بھی ہیں، ، آ۔۔آپ بلکل بھی اچھے ہسبینڈ نہیں ہیں سمجھے، ، ، وہ اس کے سینے میں چہرہ چھپائے اسی کی برائیاں کر رہی تھی، ، ،

اچھا سچ میں میں اچھا ہسبینڈ نہیں ہوں؟ ضرغام نے بھنوئیں اچکاتے ہوئے کہا، ،

ہاں نہیں ہیں بلکل بھی نہیں ہیں، ، اگر آپ اچھے ہسبینڈ ہوتے تو آپ مجھے ڈانٹتے نہیں اور نا ہی رولاتے، ، وہ دونوں ہاتھ ضرغام کے سینے پر رکھے آنکھوں میں غصہ اور آنسو لئے بولی،

سچ میں میں بہت برا ہسبینڈ ہوں جو شادی کی پہلی صبح اپنی چھوٹی سی پیاری سی بیوی کو رلا دیا، ، پلیززز مجھے معاف کر دو، ، آئیندہ سے اب صرف پیار کروں گا ٹھیک ہے، ،

وہ اپنی کانچ سی آنکھوں میں شرارت لئے بولا، ،

آج کے بعد ڈانٹیں گے نہیں اور غصہ تو بلکل بھی نہیں کریں گے اور میرے لیے روز چاکلیٹ، آئس کریم، چپس اور ڈھیر ساری کینڈی لائیں گے،، اگر آپ میری یہ ساری شرطیں پوری کریں گے تبھی میں معاف کروں گی،،

ہیں ں ں۔۔۔۔۔ یہ ساری چیزیں میں لاؤں گا؟ ضرغام تو اس کی اس کی فرمائشیں سن کر حیرت سے بولا،

آپ کو معافی چاہیے یا نہیں؟

معافی تو چاہیے لیکن یہ۔۔۔۔

ضرررررر۔۔ آپ میرے لئے اتنا نہیں کر سکتے۔ وہ فوراً آنکھوں میں نمی لاتے ہوئے بولی،،، یہ ضرغام ہی کا بخشا ہوا مان تھا جو وہ اس سے اس طرح سے بات کر پا رہی تھی،،

اوکے اوکے،، مجھے اپنی ہرنی کی ہر شرط منظور ہے،، اب تو میں گڈ ہسبینڈ ہوں نا،، وہ اس کی چھوٹی سی ناک پر اپنی ناک رب کرتے ہوئے بولا جس پر سیرت کی کھلکھلاہٹ پورے کمرے میں گونجی،،

ضرغام نے محبت سے اس کے چہرے کو دیکھتے دل سے دعا کی کہ خدا یوں ہی اسے ہمیشہ ہنستا کھلکھلاتا ہوا رکھے۔

______♥□_______♥□_____

بہو تمھیں پتہ ہے یہ مرتضٰی کہاں گیا ہے؟

سب بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے جب اچانک رضا حیدر شاہ نے ماہم بیگم سے پوچھا،،

مجھے نہیں پتہ بابا جان کہ وہ دو دن سے کہاں ہیں اور نہ ہی وہ مجھے بتا کر گئے ہیں ،، اس منحوس لڑکی کے جانے کے بعد انہوں نے تو دیبہ اور مجھ سے بات کرنا ہی چھوڑ دیا ہے،،

منحوس خود تو چلی گئی لیکن میرے شوہر کو مجھ سے دور کر گئی،، خدا کرے کہ اس کو کبھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بہووو۔۔۔۔ کچھ بھی الٹا سیدھا بولنے سے پہلے یہ سوچ لیں کہ کیا آپ اس لائق ہیں کہ کسی کو بددعا دے سکیں،، یاد بات رکھیں کہ اگر کسی کو بددعا دی جائے اور وہ اس کا اہل نہ ہو تو وہی بددعا لوٹ کر دینے والے کے پاس آ جاتی ہے

،،، رضا حیدر شاہ نے برہم آواز میں کہا،، جس پر وہ ان کا لحاظ کرتی خاموش ہو گئیں۔

ماما میرا ناشتہ ہو گیا اور میں آفس جا رہا ہوں،، اریب نے بنا دیبہ پر ایک نظر ڈالے شائلہ بیگم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،، پچھلے دو دن سے وہ دیبہ سے بات نہیں کر رہا تھا،، اوپر سے اس نے بھی اکڑ دکھاتے اس کو بار بھی مخالف نہیں کیا تھا،، دونوں اپنی اپنی انا کے کھول میں سمٹے ایک دوسرے سے بات نہیں کر رہے تھے،،

اچانک خاموش ماحول میں موبائل کی رنگ ٹون نے ارتعاش پیدا کیا،،

ہیلو۔۔ کہاں ہو تم؟ پچھلے دو دن سے تم گھر سے باہر ہو،، کہاں ہو کب آؤ گے کچھ خبر نہیں دی،،، موبائل کان سے لگاتے شاہنواز شاہ نے پوچھا، فون کے دوسری طرف مرتضٰی صاحب تھے، انھوں پانچ منٹ بات کی اور پھر کال کٹ کر دی،،

بابا جان مرتضٰی کی کال تھی اور وہ لدھیانہ میں تھے اس کے کسی جاننے والے کے یہاں کل شادی تھی جس کے لئے وہ وہاں گیا ہے اور آج رات ولیمہ ہے، اور ہم سب کو شرکت کے لئے بلایا ہے،، اس نے کہا ہے کہ سب کا آنا لازمی ہے،،

یہ کیا بات ہوئی بھلا پہلے تو بنا بتائے خود چلے گئے اور اب عین ولیمے کے دن بول رہے ہیں فوری فیملی شرکت لازمی ہے،

شمائلہ بیگم بھنویں اچکاتے ہوئے بولیں۔

بہو کوئی اگر کوئی اتنے پیار سے دعوت دے رہا ہے تو ہمارا حق بنتا ہے کہ ہم اسے دل سے قبول کریں،، میرا فیصلہ ہے کہ آپ سب جا رہے ہیں بس بات ختم،، اور ایک بات اور وہاں جا کر ہم سعدیہ آپا سے بھی مل لیں گے،، کتنے سال ہو گئے کہ نہ تو وہاں سے کوئی آیا اور نہ ہم میں سے کوئی وہاں گیا،، اب موقع مل رہا ہے تو وہاں بھی ہو آئینگے،،

سعدیہ آپا رقیہ شاہ کی بہن ہیں اور شاہنواز اور مرتضیٰ شاہ کی خالہ ہیں،، جو)
) لدھیانہ کے پاس کے گاؤں میں چودھریوں کے یہاں بیاہی گئی ہیں

* * *

اس وقت ٹیبل پر کافی رونق لگی ہوئی تھی ٹیبل پر طرح طرح کی ڈشیز موجود تھیں کیوں کہ آج اس حویلی میں تناوش اور سیرت کا بہو کی حیثیت سے پہلا ناشتہ تھا،،

وہ دونوں ہلکے پھلکے میک اپ میں بہت ہی زیادہ پیاری لگ رہی تھیں،،

سب لوگ بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے،، مرتضیٰ صاحب نے ایک نظر تناوش کے مطمئن چہرے پر ڈالی،، جو کافی سکون سے بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی،، جب کہ اس کے بغل میں بیٹھا ارحام کوئی نہ کوئی ڈش اس کے پلیٹ میں ڈال رہا تھا،،

تناوش کے لئے اس کی فکر مندی دیکھ کر مرتضیٰ صاحب کا دل شکر سے بھر گیا،،

نجیب بخت اور حمید بخت ولیمے کی تیاری دیکھنے باہر چلے گئے اور ساتھ ہی مرتضیٰ صاحب بھی چلے گئے، اب ٹیبل پر صرف گھر کی عورتیں اور ارحام وغیرہ تھے،،

داد و شاید آپ کچھ بھول رہے ہیں ،، اچانک خاموش ماحول میں ضرغام کی آواز گونجی جو شرارتی نظروں سے سیرت کو گھور رہا تھا اور وہ اس کی نگاہوں سے پزل ہوتی اپنی پلیٹ پر جھکی ہوئی تھی ،،

پتر کیا بول رہا ہے تو ،، ایسا کیا ہے جو ہم بھول گئے ؟ دادو نے جوس کا گلاس تھامے ضرغام سے پوچھا ،،،

دادو آپ سب بھول رہے ہیں ہمارے یہاں کی رسم ہے کہ شادی کی پہلی صبح دولہا دلہن ایک دوسرے کو اپنے ہاتھ سے ناشتہ کراتے ہیں ،، ضرغام آنکھوں میں چمک لئے سیرت کو شرارتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا ،،

جب کہ اس کی بات سن کر جوس پیتی سیرت کے منہ سے جوس فوارے کی مانند نکلا ،، اور ساتھ ہی تناوش کو بھی کھانسی کا دورہ پڑ گیا ، ارحام بخت نے ضرغام کے اس فضول شوشے پر گھور کر دیکھا ،،

ہائے ے ے ے کتنی رومانٹک رسم ہے ،، یہ رسم تو ضرور کرن ۔۔ ی ۔۔۔ چ ۔۔ چائے ۔۔

ماہی ایکسائیٹمنٹ سے بول رہی تھی جب خدیجہ بیگم کے گھورنے پر اس کے لفظوں کو بریک لگی۔۔

ہاں یہ ہماری خاندانی رسم ہے،، چلو بچوں شروع ہو جاؤ،

ارحام تناوش پتر تم دونوں ایک دوسرے کو کھلاؤ اور ضرغام اور سیرت تم دونوں کو ایک دوسرے کو کھلاؤ،، دادو بھی ضرغام کی شرارت میں شامل ہوئیں جب کہ دلنشین اور خدیجہ بیگم منہ کھولے ان کو حیرت سے دیکھنے لگیں

،،

دادوووم۔۔ مم۔ میں ک۔۔ کیسے ؟ سیرت منمناتی ہوئی بولی۔

ہاتھوں سے اور کیسے۔ چلو شاباش شروع ہو جاؤ،، ماہی جوش سے بولتی اپنے موبائل کا کیمرہ آن کر گئی،،

مم۔۔ میرا۔۔ ناشتہ ہو گیا۔۔ مم۔ میں جا رہی کمرے میں۔ تناوش بھی بودی سی دلیل دیتے ہوئے اٹھنے لگی۔ ارحام بخت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر پھر سے بٹھا لیا۔

سب سے پہلے بڑے بھیا کھلائیں گے پری کو،، ماہی کی آواز آئی تو ارحام نے پراٹھے سے ایک ٹکڑا توڑ کر اس کے منھ کے قریب کیا اس نے ماہی کی گھوریوں پر جھجھکتے ہوئے کھا لیا۔

اب پری آپ کی باری،، اب آپ بڑے بھیا کو کھلائیں،،

تناوش نے بھی کانپتے ہاتھوں سے لقمہ توڑ کر ارحام کے منھ کے قریب تو اس نے فوراً کھا لیا کھاتے ہوئے اس کے ہونٹ تناوش کی انگلیوں سے ٹکرا گئے جس پر اس نے فوراً ہاتھ پیچھے کھینچ لیا،،

آج سے پہلے مجھے پراٹھے اتنے لذیذ نہیں لگے جتنا کہ آج،، دل تو کر رہا ہے کہ پراٹھے کے ساتھ ساتھ پراٹھا کھلانے والی کو بھی کھا جاؤں، وہ اس کی جانب ذرا سا جھکتے گمبھیر لہجے میں بولا،، تناوش تو پبلک پلیس پہ اس کھلے عام بے شرمی پر دھک سے رہ گئی،، اسے سید ارحام بخت جیسے سنجیدہ مزاج انسان سے قدر بے شرمی کی امید نہیں تھی،،

آپ نے ہاتھ کیوں کھینچ لیا ابھی تو مجھے اور بھی کھانا تھا۔

وہ تناوش کی حالت سے محفوظ ہوتا ہوا بولا۔

اب باری ہے مسٹر کھڑوس اور ان کی ہرنی کی۔

سیرت نے دانت کچکچاتے ہوئے اس کی طرف جوس کا گلاس بڑھایا لیکن وہ ضرغام آفندی تھا اچھی طرح سے جانتا تھا اپنی ہرنی کی چالاکی کو،،

ہرنی مجھے جوس نہیں یہ بریڈ سینڈوچ کھانے ہیں،، اس کی فرمائش پر سیرت نے جلتے بھنتے سینڈوچ اس کے منہ کے قریب کیا،، آخر اس سائیکو مین کی وجہ سے یہ جھوٹی رسم شروع ہوئی تھی،،

ضرغام نے سینڈوچ کو بائٹ کرتے جان بھوج کر اس کی انگلیوں کو اپنے دانتوں سے دبایا جس پر وہ سی کر کے رہ گئی،، اچھی طرح سے جانتی تھی کہ وہ اسے زچ کر رہا ہے۔

ارے واہ یہاں تو پارٹی ہو رہی اور ہمیں کسی نے بلایا بھی نہیں ں ں ں

اور۔۔۔۔۔۔۔۔

اومائی گاڈ تنووووووو۔۔۔۔۔ میری جان۔ن۔۔۔

انو جو اپنی ماما کے ساتھ ابھی حویلی میں داخل ہوئی تھی تناوش پر نظر پڑتے ہی اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے اور چیختے ہوئے اس کی طرف بھاگی۔۔ جب کہ باقی سب حیرت سے ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے،،

تنو تم کہاں چلی گئی تھی ؟ ہم نے تمہارے نمبر پر کتنی کالز کی اور ہم تو تمہارے گھر بھی گئے تھے لیکن ان لوگوں نے کہا کہ تم بھاگ۔۔۔۔ خیر یہ سب چھوڑو تم یہاں کیسے ؟

انا ایک ہی سانس میں بنا رکے بولتی گئی،،

بیٹا تم چپ ہو گی تو وہ کچھ بولے گی نا۔۔ انا کی ماما نے اس کے بولنے پر چوٹ کرتے ہوئے کہا۔

آپ دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟ ماہی نے دونوں سے پوچھا جس پر انا مختصر کر کے اپنے اور تناوش کے بارے میں بتا دیا۔

گڑیا پہلے آپ بیٹھیں ناشتہ کریں،، بعد میں اپنی دوست سے پوری رپورٹ لینا ابھی کے لئے اتنا جان لیں کہ یہ آپ کی بھابھی ہیں یعنی سید ارحام بخت کی بیوی

"

اومائی ماں،، میری جان سے پیاری دوست میرے سب سے فیوریٹ لالہ کی وائف ہے،، افففففف کتنی فینٹاسٹک بات ہے،

ہائے میرا تو دن ہی بن گیا اتنی امیجنگ نیوز سن کر،،،

انا خوشی سے نہال ہوتی بولی،، وہ ایسی ہی تھی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو دل کھول کر سیلیبریٹ کرنے والی،،

ناشتے کے انا اور تناوش روم میں آگئیں،، تناوش نے اپنے ساتھ ہوئی پوری روداد سنائی جسے سن کر انا کا غصے سے برا حال ہو گیا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ دونوں اس کے سامنے ہوں اور وہ ان کو گو*لیوں سے بھون دے،،

______♥□______♥□_____

اس بار تو بچ گیا ارحام بخت لیکن ہر بار تو میرے وار سے نہیں

بچ سکتا، ،اب کی بار وار کروں گا کہ تجھے دنیا کی کوئی طاقت نہیں بچا پائے گی ،، جتنا خوش ہونا ہے ہو لے جتنی خوشیاں منانی ہے منا لے ،، آج سے تیری بربادی شروع ،، آج کے بعد تو خوشیوں کو ترسے گا ،، یہ فیروز گردیزی کا وعدہ ہے تجھ سے ،، تیری ہنستی کھیلتی حویلی کو کھنڈر میں تبدیل نہ کر دیا تو میرا نام بھی فیروز گردیزی نہیں ،،

وہ حرام مشروب حلق میں انڈیلتا نفرت انگیز لہجے میں بولا ،،

______♥☐______♥☐______

میں تمہارا ڈرائیور نہیں ہوں سمجھی چپ چاپ آ کر آگے بیٹھو ،

دیبہ دروازہ کھول کر پیچھے بیٹھنے لگی تھی جب اریب سخت لہجے میں بولا ،،

مجھے بھی تمہیں ڈرائیور بنانے کا کوئی شوق نہیں ہے میں تو تمہارے ساتھ جاتی بھی نہیں لیکن وہ دادا جان کے آرڈر پر تمہارے ساتھ جانا پڑ رہا ہے ،، دیبہ بھی کہاں پیچھے رہنے والی تھی اسی لئے دوبدو بولی اور آگے بیٹھتی دروازہ کھٹاک سے بند کر گئی ،،

دیبہ میرا دماغ خراب کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ فالتو کے نکھرے میرے سامنے دکھانے کی تو بلکل بھی ضرورت نہیں ہے،، تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم مجھے ایٹیٹیوڈ اور ناراضگی

دکھاؤ گی اور میں ہمیشہ کی طرح کاٹھ کے الو کی طرح منتیں کرتا تمہاری جی حضوری میں لگ جاؤں گا،، تو مسز دیبہ اریب یہ تمہاری خوش فہمی ہے کیوں کہ میں تمہاری مینٹیالٹی کو اچھی طرح سے سمجھ گیا ہوں،، تمہیں اپنے آگے پیچھے گھومنے والے لوگ پسند ہیں لیکن میں ان میں سے نہیں ہوں،،، آئی سمجھ۔

اس کی باتیں سن کر دیبہ کا غصے سے برا حال ہو گیا اور وہ آپے سے باہر ہوتی چیخ پڑی،،

مسٹر اریب شاہنواز مجھے آپ کو نکھرے دکھانے کا کوئی شوق نہیں ہے اور رہی خوش فہمی،، تو مائے ڈئیر ہسبینڈ خوشفہمی

تو آپ کو ہے کہ میں نے آپ سے محبت کی تھی اسی لئے آپ سے شادی کی۔۔ تو میں آپ کو بتا دوں کہ مجھے آپ سے کوئی محبت نہیں ہے میں یہ شادی صرف

اور صرف اپنی بہن سے بدلہ لینے کے لئے کی تھی،، کیوں کہ مجھے پتہ چل گیا تھا کہ وہ تمہیں پسند کرتی ہے اور اسی لئے میں نے تم سے محبت ناٹک کیا کیوں کہ میں جانتی تھی ایک نہ ایک دن تم میری بہن کی معصومیت کے آگے ہار جاؤ گے اور تمہیں اس سے محبت ہو جائے گی۔ اسی لئے میں نے یہ محبت کا ناٹک کیا اور تم میری جھوٹی محبت کے جھانسے میں آ گئے،،،

اس کی باتیں سن کر اریب شاہنواز اپنی جگہ پر پتھر ہو گیا،

اس کے اندر کچھ چھن سے ٹوٹا تھا،، شاید وہ یقین کہ دیبہ اس سے محبت کرتی ہے،، لیکن وہ تو اس کے ساتھ کھیل کھیل رہی تھی،، آج اسے صحیح معنوں میں تناوش کا درد محسوس ہوا تھا جس طرح سے اس نے تناوش کے ساتھ محبت کا ناٹک کیا تھا،، اسی طرح دیبہ نے بھی اس کے جذبات کے ساتھ کھیلواڑ کیا تھا۔ مکافات عمل کیا ہوتا ہے اب جا کر اریب شاہنواز کو سمجھ آیا تھا،، کل جہاں ٹوٹی بکھری سی تناوش کھڑی تھی آج وہاں وہ کھڑا تھا۔ لیکن اس کے اندر تناوش جیسا صبر اور ظرف نہیں تھا،،

اس نے ایک نظر دیبہ کے چہرے پر ڈالی جو غصے میں آ کر اپنا پول تو کھول گئی تھی لیکن اب پریشانی سے اریب کو دیکھ رہی تھی۔

دیبہ مرتضیٰ حیدر شاہ تم نے میرے ساتھ کھیل کر اچھا نہیں کیا۔ اس کی سزا تمہیں بہت بری ملے گی۔

میں اریب شاہنواز دیبہ مرتضیٰ حیدر شاہ کو ابھی اسی وقت اپنی زندگی سے بے دخل کرتا ہوں۔۔

* * *

دیبہ اریب،، تم لوگ ابھی تک یہیں ہو؟ جلدی چلو،، میں بھی تم لوگوں کے ساتھ چل رہی ہوں،، ماہم بیگم وہاں آتے ہوئے بولیں،،

اریب نے ایک چبھتی نظر دیبہ پر ڈالی اور اس کا فیصلہ بعد میں کرنے کا سوچ کر گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا،،

* * *

اس وقت ماہی، سیرت، انا تناوش کے روم میں موجود تھیں،،

پارلر والی دونوں کو تیار کر رہی تھی،، چونکہ ولیمہ حویلی میں ہی تھا اس لئے پارلر والیوں کو حویلی ہی بلا لیا گیا تھا۔

ولیمے کے لئے سیرت اور تناوش نے سیم ڈریسنگ کی تھی،،

دونوں نے فل ریڈ کلر کا گاؤن پہنا ہوا تھا جس پر انہوں نے آرٹیفشل جیولری پہنی ہوئی تھی،، پارلر والی کے مہارت سے کئے گئے میک اپ میں وہ دونوں کسی حور سے کم نہیں لگ رہی تھیں۔

اوئے ہوئے تنو میری جان کیا لگ رہی ہو،، ایک دم کمال دھمال بے مثال،، ہائے کسی کی نظر نہ لگے میری جانی کو،، انا جو ڈریسنگ روم میں ڈریس چینج کر رہی تھی، باہر نکلی تو تناوش پر نظر پڑتے ہی چیخ اٹھی،،

انو آپی میں بھی یہاں موجود ہوں،، میری بھی تھوڑی بہت تعریف کر لیں،، پیسے نہیں لگیں گے،، سیرت منہ بسورتے ہوئے بولی،، تو سب کا قہقہ بلند ہوا،،

اوئے میری چھوٹی شی دلہن بہنا تم بھی بہت بہت پیاری لگ رہی ہوووووو لیکن ۔۔۔۔۔۔۔ میری تنو جانی سے کم،،

انا تعریف کرتے آخر میں شرارت سے بولی۔

_______♥□____♥□____

خوبصورتی سے سجی بخت حویلی رات کی تاریکی میں جگمگ کرتی اپنی مثال آپ لگ رہی تھی،، مہمان آ چکے تھے،

اس وقت سب ہی بڑی بے صبری سے دلہنوں کا انتظار کر رہے تھے،،

اچانک ہال کی لائٹ آف ہوئی اور ہال میں بنی سیڑھیوں پر سپاٹ لائٹس کا فوکس ہوا جس کی روشنی میں دونوں جوڑیاں سیڑھیوں سے اترتے دکھائی دیں۔ ارحام بخت اور۔ ضرغام آفندی نے فل بلیک تھری پیس سوٹ پہنا ہوا تھا،، دونوں جوڑیاں بہت ہی حسین لگ رہی تھیں، ہر آنکھ میں ان کے لئے ستائش تھی۔

ارحام اور ضرغام اپنی اپنی بیویوں کا ہاتھ تھامے اسٹیج پر آئے اور پہلے ان دونوں کو بٹھایا اور پھر خود بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے،،

آج یہاں اس ریسیپشن میں کمشنر اور کافی کافی سارے پولیس آفیسر بھی آئے ہوئے تھے جن کی ضرغام کے ساتھ ساتھ ارحام بخت کے ساتھ کافی گہرے تعلقات تھے،، اسی لئے وہ سارے لوگ دونوں کی طرف سے اس فنکشن میں شرکت کے لئے آئے تھے۔۔

دانی کب سے ایک ٹک انا کو دیکھ رہا تھا جو اس وقت نیوی بلیو کلر کے گرارے میں کافی خوبصورت لگ رہی تھی،،

اوئے دانی تو کب سے انو کو کیوں تاڑ رہا ہے کیا بھول گیا یہ وہی انو ہے جس کو تو بچپن میں مس پیٹو بلایا کرتا تھا جو ہر وقت کھاتی رہتی تھی،، اذلان اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھتے ہوئے کہا۔

اذی میرے بھائی وہ تو بچپن کی بات تھی، رات گئی بات گئی،

اب تو وہ مجھے بہت ہی پیاری لگتی ہے،، جب میں نے اس کو پہلی بار دیکھا تھا تبھی میرا دل اس پر فلیٹ ہو گیا تھا،، اب ت۔۔۔۔۔ تو وووہ۔۔۔۔

دانیال اپنی دھن میں بولے جا رہا تھا جب انا کو اپنی طرف آتا دیکھ اس کی زبان لڑکھڑا گئی،،

دانی وہ تیری طرف آ رہی ہے، تو فٹا فٹ اس سے پہلے کہ کوئی اور لے اڑے تو اس سے اپنے دل کی بات بتا دے،، اور ویسے بھی یہ زیادہ مشکل نہیں ہوگا کیوں کہ انو تو تجھ پر بچپن سے ہی فدا تھی، تیرے پرپوز کرنے پر وہ فٹ سے ہاں کر دے گی۔

اذلان اسے مشورہ دیتے ہوئے بولا جبکہ دانی کے تو پسینے چھوٹ رہے تھے،

اوئے کدو تم تو کافی ہینڈسم ہو گئے ہو یار، بچپن میں جتنے گڈلکنگ تھے اب تو اور زیادہ چارمنگ لگ رہے ہو،، اور اذلان تم بھی کافی چینج ہو گئے ہو،، ماہی سے بچپن کی طرح اب بھی لڑتے ہو یا صلح ہو گئی ہے دونوں کے بیچ،،

وہ ان کے پاس آ کر بے تکلفی سے بولی،، اور بچپن کی طرح اس نے دانیال کو کدو ہی بلایا جس پر وہ بہت چڑتا تھا،،

پیٹو تم مجھے بلانا بند کرو،، یار کیوں امیج خراب کر رہی ہو

آخر میری بھی مارکیٹ میں کوئی ریپوٹیشن ہے۔ وہ چڑتے ہوئے بولا،، جس پر وہ کھلکھلا کر ہنس دی،،

ہائے کدو کی بھی کوئی ریپوٹیشن ہے مجھے نہیں پتہ تھا😂۔

گاؤں کی عورتیں آکر انہیں دعائیں دے دے کر جا رہی تھیں، تناوش جو ارحام کے بغل میں بیٹھی تھی اچانک اس کی نظر سامنے اٹھی تو اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا،، اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑنے لگے،، ارحام نے اس کے جسم کی کپکپاہٹ محسوس کی تو فوراً اس کی جانب متوجہ ہوا۔

وش کیا ہوا؟ آپ کی طبیعت ٹھیک ہے نا؟ تناوش جواب میں کچھ نہیں بولی بس وہ پتھرائی آنکھوں سے ایک ٹک داخلی دروازے کی جانب دیکھے گئی اس کا چہرہ کافی حد تک سفید پڑ گیا تھا۔ اس کی بگڑتی حالت نے ارحام کو کافی پریشان کر دیا

،،

ب۔۔۔ ب۔ خت۔۔۔ وو۔ وہ ل۔۔ وگ ی۔۔ یہاں آ۔۔ ئے۔۔

ہ۔۔ ہیں۔۔ و۔ وہ ک۔ کیوں آئے ہیں۔ یہاں۔۔

وہ خوف سے زرد پڑتے چہرے کے ساتھ ٹوٹے پھوٹے لہجے میں بولی،، ارحام نے اس کی نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا۔ جہاں مرتضٰی حیدر شاہ کچھ لوگوں سے ملتے انہیں اندر لا رہے تھے اسے سمجھتے دیر نہ لگی کہ یہ کون لوگ ہیں کیوں کہ صبح مرتضٰی حیدر شاہ نے کہا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو ولیمے پر بلانا چاہتے ہیں تا کہ بعد میں شادی کا سن کر کوئی ان کی بیٹی پر انگلی نہ اٹھا سکے،، جس پر سب نے اتفاق کیا تھا۔

آ۔۔ آپ۔۔۔ پلیززززز۔۔ ان۔۔۔ ک۔ کی کوئی بات نہیں س۔۔ ن۔۔ نا۔ وہ میرے بارے میں غلط۔۔ غلط۔۔۔ بولیں گے۔۔ پ۔۔ لیززززان سب کو یہاں سے جانے کے لئے بولو۔۔ پلیززز ب۔۔ بخت۔۔

تناوش پینک ہوتے ہوئے بولی،، اس کی خوبصورت آنکھوں سے آنسو لڑیوں کی صورت بہہ رہے تھے،، سب اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہو گئے۔

آپ ریلیکس ہو جائیں،، میں ہوں نا یہاں، کوئی آپ کو کچھ نہیں کہے گا۔۔

ہاں تنو پلیززز تو پینک مت ہو،، ہم سب یہاں ہیں تیرے پاس تیرے ساتھ۔ اگران میں سے کسی نے کچھ کہا تو میں ان کا منھ تو*ڑ دوں گی،، پچھلی مرتبہ تو میں نہیں تھی لیکن اس بار اگران میں سے کسی نے تجھے کچھ بھی کہا تو میں انہیں چھوڑوں گی نہیں،، انا کافی غصے سے بولی۔ اسے بھی تنو کی فیملی کو یہاں دیکھ کر اچھا نہیں لگا تھا۔

ڈونٹ وری گڑیا،، ہم ہیں نا کوئی آپ کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا کجا کہ آپ کو کچھ کہنا۔

ضرغام نے محبت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا،،

ڈیٹس ناٹ فیئر پری،، آپ دو دو کڑیل جوان بھائیوں کے ہوتے ہوئے کیسے ڈر سکتی ہیں،، دانیال اور اذلان بھی اس کے پاس آتے ہوئے بولے،،، تناوش نے ایک نظر ان سب کی طرف دیکھا جو اس کا حوصلہ اور ہمت بڑھا رہے تھے،، وہ رونا بھول کر ایک ٹک ان کی طرف دیکھے گئی۔ ایک وقت تھا جب وہ ایک ہیپی

فیملی کے لئے ترستی تھی۔ اس کا دل کرتا کہ کاش اس کے پاس بھی ماں باپ بھائی بہن ہوں جو اس کو سپورٹ کریں۔ اور آج ان سب کو دیکھ کر اسے اپنی دیرینہ خواہش پوری ہوتی نظر آ رہی تھی،، جب اس کے پاس اتنے پیار کرنے والے لوگ ہیں تو اسے کسی سے ڈرنے کی کیا ضرورت۔۔ وہ روتے ہوئے ہلکا سا مسکرائی اور اپنی نم آنکھوں کو صاف کیا۔۔

دوسری طرف شاہ فیملی والے تناوش کو یہاں دیکھ کر شاکڈ رہ گئے،،

تناوش یہاں اور وہ بھی اس طرح۔۔۔۔ شمائلہ تائی نے ہلکی سی سرگوشی کی،، جب کہ باقی سب حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے سب سے زیادہ شاک تو دیبہ کو لگا تھا،،

ا۔۔ ایسے۔۔ کیسے ہو سکتا ہے تناوش جسے میں اپنی پیر کی سمجھتی تھی، جسے میں نے اتنی چالیں چل کر سازشیں کر کے گھر سے نکلوایا وہ یہاں اتنے ٹھاٹ باٹ میں کیسے۔۔

و۔ وہ ک۔۔ کیسے اتنی خوش ہو سکتی ہے۔ میں نے تو اس کی زندگی برباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی لیکن وہ کیسے بچ گئی۔

دیبہ تناوش کو اتنی آسائش میں دیکھ کر جل بھن گئی۔

جبکہ اریب تو تناوش کو اتنے دنوں بعد دیکھ کر اپنی جگہ پتھر کا ہو گیا۔ وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی اس کی نظریں تناوش کے چہرے سے ہٹ ہی نہیں رہی تھیں ۔ وہ دیوانوں کی طرح اس کے چہرے کو دیکھے گیا۔

مام ایسے کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تناوش یہاں اس حویلی کی مالکن بن کر بیٹھی ہے یہ بات مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی۔

مم۔۔ میں نہیں دیکھ سکتی اس کو اتنا خوش اور مطمئن۔

مم۔۔۔ میں اسے جا۔۔ن سے م۔۔ار دوں گی،

دیبہ آنکھوں میں نفرت کا جہاں لئے دھیمی آواز میں غرائی۔

اس کی باتوں اور آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔ جو اپنی آگ میں سب کچھ جلا کر خاکستر کرنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔

دیبہ اپنے پاگل پن پر قابو رکھو،، دیکھ نہیں کس پروٹوکول دی جارہی ہے اس کو ۔اس بات سے اندازہ لگالو یہاں اس کی حیثیت کیا ہے۔ خبردار اگر تم نے یہاں کوئی بیوقوفی کی تو۔

کیوں کہ میں یہ بلکل بھی افورڈ نہیں کر سکتی۔

ماہم بیگم دبے دبے لہجے میں بولی۔۔ انہیں اپنی بیٹی سے کچھ بھی امید کر سکتی تھیں۔ لیکن پھر جو اس کا انجام ہوتا وہ بہت بھیانک ہوتا۔ اتنا تو ان سب کو معلوم ہو گیا تھا کہ تناوش

کی شادی جس سے ہوئی ہے وہ کوئی معمولی انسان ہے بلکہ وہ اس علاقے کا سردار ہے۔

مرتضٰی صاحب ان سب کو لے کر اسٹیج پر آئے اور حویلی والوں سے ان سب کا تعارف کرانے لگے۔ حویلی والے ان سب سے بہت ہی خوش اخلاقی سے ملے تھے۔

اریب نے ایک نظر تناوش اور ارحام پر ڈالی وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بہت ہی زیادہ جچ رہے تھے ایک دم پرفیکٹ لگ رہے تھے میڈ فار ایچ ادر۔

ناجانے کیوں اریب کو ارحام کے ساتھ تناوش کو دیکھ کر بلکل بھی اچھا نہیں لگا۔ وہ ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر شاید جیلس ہو رہا تھا۔

اس کا غصہ دیبہ پر اور بھی زیادہ بڑھ گیا کیوں کہ اسی کی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ نہیں ہیں اور وہ بھول گیا کہ اس سب میں دیبہ کے ساتھ ساتھ اس کا بھی اتنا ہی قصور ہے۔

تھینک یو سو مچ،، آپ لوگوں کی وجہ سے مجھے اتنی پیاری بیوی ملی ہے۔ میں آپ لوگوں کا تہِ دل سے شکر گزار ہوں۔

ارحام ان سب سے ملتے ہوئے کافی سرد آواز میں بولا لیکن اس کی باتوں کا مطلب سوائے دیبہ اور اریب کے کوئی نہ سمجھ سکا۔

دادا جان نے محبت سے تناوش کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس سے سابقہ رویے کی معافی مانگی جس پر اس نے دل سے معاف کر دیا تھا۔ لیکن اور باقی سب کو معاف کرنا اس کے لئے آسان نہیں تھا۔ وہ سب اس سے مل کر نیچے اتر گئے۔

اریب ہاتھوں میں جوس کا گلاس تھامے اسٹیج کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں ارحام بخت تناوش کے کان کے پاس جھکا نہ جانے کیا کہہ رہا تھا جس کی وجہ سے اس کے ہونٹوں پر شرمیلی مسکراہٹ چھا گئی تھی۔ وہ جلتی نگاہوں سے اس منظر کو دیکھ رہا تھا جب دیبہ کافی غصے میں اس کے پاس آ کر بیٹھی۔ ہو گیا دیدار سینک لیں آنکھیں اپنی چہیتی کے دیدار سے۔ ایک بات کان کھول کر سن لو اریب اگر تم نے پھر سے اس تناوش کی طرف اپنی محبت کی پینگیں بڑھائیں۔

تو۔۔۔۔۔۔

تو کیا مسز دیبہ اریب؟ کیا کرو گی اور کیا کرنا باقی رہ گیا ہے۔ مت بھولو کہ میں تمہارے ساتھ کیا کر سکتا ہوں۔ دفاع ہو جاؤ یہاں سے میرا دماغ خراب مت کرو۔

اریب گلاس پر گرفت مظبوط کرتے دبے دبے لہجے میں چیخا تو

دیبہ غصے سے پاؤں پٹکتی وہاں سے چلی گئی۔

کچھ ہی دیر ہوئی تھی جب ارحام بخت اور ضرغام اپنے دوستوں سے ملنے کے لئے اسٹیج سے نیچے اتر گئے، اریب نے ایک نظر ارد گرد دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھتا اسٹیج پر تناوش کے پاس آ گیا۔۔ اسے دیکھتے ہی تناوش کے چہرے کا رنگ بدلا۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے ارحام کی طرف دیکھا جو اپنے دوستوں سے مل رہا تھا۔۔

تناوش تم نے ایسا کیوں کیا؟ ت۔۔ تم کسی اور سے شادی کیسے کر سکتی ہو۔ کیا مجھ سے کی محبت بھول گئی وہ بھی چار دنوں؟ تناوش جو خوف سے پھک پڑتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی اس کی باتیں سن کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

مسٹر اریب شاہنواز تم اتنا سب کچھ کرنے کے یہ پوچھنے والے ہوتے کون ہو؟ وہ شیرنی بنی دھیمی آواز میں چیخی تھی۔

تمہیں شرم نہیں آئی اتنا سب کچھ کرنے کے بعد میرے سامنے آتے ہوئے۔

تناوش تمہیں تو مجھ سے محبت تھی نا؟

اس کی بات سن کر تناوش ہلکہ سا مسکرائی۔۔

پتہ ہے اریب کبھی کبھی انسان کسی چیز کو پانے کے لئے بہت تڑپتا ہے اتنا کہ اس کو یہ لگنے لگتا ہے کہ اگر وہ چیز اسے نہ ملی تو وہ مر جائے گا، ، وہ اسے پانے کے لئے ہر پل دعائیں مانگنے لگتا ہے۔

ٹھیک اسی طرح میں بھی تمہاری محبت میں اندھی ہو کر صبح و شام تمہیں پانے کی دعائیں مانگنے لگی تھی۔ ہر اس لمحے میں تمہیں پانے کی دعائیں مانگتی جو لمحہ دعا کے لئے افضل ہے۔ اور ہر وقت میری آنکھیں اس دعا کے قبول ہونے کے لئے ادھر اُدھر تکتی رہتیں۔ اور وہ لمحہ بھی آگیا جب مجھے لگا کہ میری دعائیں قبول ہو گئیں ہیں لیکن یہ خوشی چند پلوں کی تھی۔ تم نے وہ بدتر انکشاف کر کے میری ذات کی دھجیاں بکھیر دیں اور ساتھ ہی ساتھ مجھے بھی منتشر کر دیا اس وقت مجھے لگ رہا تھا کہ میری سانس رک جائے گی اور میری زندگی مجھ سے دغا

کر جائے گی۔ لیکن میں بھول گئی تھی کہ جو ہمارا رب ہے وہ ہمیں ستر ماؤں سے جاتا ہے پیار کرتا ہے وہ کیسے ہمیں تکلیف میں دیکھ۔ سکتا ہے۔

وہ ہمیں بدترین سے گزار کر بہترین عطا کرتا ہے۔ بے شک میرے رب نے مجھے بہترین سے نوازا ہے وہ ارحام بخت پر نگاہیں جمائے محبت سے رچی بسی آواز میں بولی۔

ایک بات مجھے اچھی طرح سے سمجھ آگئی کو جو میری طرف آیا ہے وہ بھیجا گیا تھا اور جو مجھ سے دور گیا ہے وہ مجھ سے ہٹایا گیا تھا۔

تناوش کی بات سن کر اریب چپ چاپ اسٹیج سے اتر گیا۔ کیوں کہ اب کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔

____♥□_____♥□_____

ولیمہ خیر و عافیت سے ہو گیا تھا۔ مرتضیٰ حیدر شاہ کی فیملی آج رات ہیں اسٹے کر رہی تھی کل وہ سب چودھری حویلی جانے کا ارادہ رکھتے تھے کیوں کہ سعدیہ بیگم نے کافی فورس کیا تھا اپنی حویلی آنے کے لئے۔

ارحام بخت تھکا ہارا روم میں داخل ہوا تو تناوش ابھی تک اس کے انتظار میں جاگ رہی تھی۔

ارے آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں؟ سو جانا چاہیئے تھا کیوں کہ فنکشن میں بیٹھے بیٹھے کافی تھک گئی ہوں گی۔

ن۔۔ نہیں میں ٹھیک ہوں بس آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ نروس ہوتی ہوئی بولی۔ اس کی بات سن کر ارحام کی آنکھوں میں روشنی اتری۔ وہ قدم بڑھاتا اس کے قریب آیا اور اس کی کلائیاں پکڑ کر جھٹکے سے اسے اپنے روبرو کیا تھا۔

سردارنی آپ ہمارا انتظار کر رہی تھیں۔ لیکن کہیں یہ آپ کا انتظار آپ پر بھاری نہ پڑ جائے۔ کیوں کہ ہم بھی بندہ بشر ہیں

جس طرح سے آپ کیل کانٹوں سے لیس ہو کر ہمارا انتظار کر رہی ہیں ہمیں بھکتے دیر نہیں لگے گی۔ کیوں کہ جب سامنے من پسند عورت محرم کے روپ میں ہو اور وہ بھی کیل کانٹوں سے لیس تو ہر بار بندہ خود پر قابو تو نہیں رکھ سکتا نا

۔

وہ اس کی کمر پر ہاتھ ڈالے مدہوشی کے عالم میں اس کے سجے سنورے نقوش کو ہونٹوں سے چھوتے ہوئے مدھم میں آواز میں بولا اس کے جذبات بے قابو ہو رہے تھے اور وہ جذبات کی رو میں بہک رہا تھا۔ اس کے دہکتے لمس پر تناوش کی سانس بھاری ہوئی تھی۔ اسی لگ رہا تھا کہ اگر اس نے ارحام کے جذبات پہ بند نہیں لگایا تو وہ خود اس کی شدت سے فنا ہو جائے گی۔

ب۔۔ب۔ بخت آ۔آ۔۔آپ نے ہمیں رونمائی کا تحفہ نہیں دیا۔ جبکہ ضرغام بھائی نے سیرت کو کتنا پیارا سا گفٹ دیا ہے۔

ارحام بخت کو اپنی سردارنی کے منھ سے اپنا اتنا یونیک نام سن کر بہت اچھا لگا تھا کتنی ہی دیر تک وہ کانوں میں رس گھولتی اس آواز کو محسوس کرتا رہا۔ جب تناوش نے ایک بار پھر سے اپنی دلکش آواز میں اسے پکارا۔

بخت کہاں کھو گئے آپ؟ میری بات کا جواب نہیں دیا۔ مجھے میری رونمائی کا گفٹ چاہیئے۔

سر دارنی کس چیز کی رونمائی؟ جہاں تک مجھے علم ہے تو آپ نے کل حسب دستور ایسا کچھ نہیں کیا تھا کہ ہم آپ کو گفٹ دیں۔ اس کا اشارہ سیج پر گھونگھٹ نکال کر بیٹھنے کا تھا۔ مم۔۔ میں کچھ نہیں جانتی مم۔۔ مجھے گفٹ چاہیئے بس۔

لیکن میں نے تو رونمائی کے لئے کوئی گفٹ ہی نہیں لیا۔ کیوں کہ مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ ایسا بھی کچھ ہوتا ہے۔ وہ مصنوعی حیرت سے بولا۔

اللہ اللہ۔۔ بخت ایسا بھی کوئی کرتا ہے کیا؟ آپ اپنی بیوی کو دینے کے لئے رونمائی کا تحفہ ہی بھول گئے۔ وہ اپنی خوبصورت آنکھوں کو بڑا کرتے حیرت سے بولی۔ جس پر ارحام کو ٹوٹ کر پیار آیا تھا اور وہ اپنے پیار کا کا برملا اظہار کرتا اس کے خوبصورت چہرے پر جھک گیا اور اس کی مہکتی سانسوں کو خود میں سمونے لگا

۔

اس کی حرکت پر تناوش نے ارحام کے کندھے پر ہاتھ رکھے خود کو گرنے سے بچایا۔

ارحام بخت نے جی بھر اپنی پیاس بجھانے کے بعد اس کے لب آزاد کئے تو وہ لمبے لمبے سانس لیتی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

وش آپ کے سردار نے تو خود کو ہی آپ کو دان کر دیا ہے پھر آپ کو کسی اور چیز کی کیا ضرورت۔ سید ارحام بخت آج سے آپ کا اس کی ساری وفائیں صرف اور صرف آپ کے لئے ہیں۔ آئی ریلی لو یو وش۔ وہ محبت سے چور لہجے میں بولا۔

اس قدر محبت پر تناوش کی آنکھوں میں آنسو آ گئے جنہیں پلکوں سے ٹوٹنے سے پہلے ہی سید ارحام بخت نے اپنے لبوں سے چن لیا۔

وش کیا مجھے اجازت ہے کہ میں تمہاری روح کو چھو لوں۔

وہ تناوش کی آنکھوں میں محبت سے دیکھتے ہوئے بولا۔

دسترس اور حق رکھنے کے باوجود اس کا اس قدر دلفریب انداز میں اجازت مانگنا اس کے دل کو چھو گیا۔

ب۔۔ بخت تو اجل سے آپ کی ہوں اور ابد تک آپ رہوں گی پھر اجازت کس بات کی۔

اس کا یہ کہنا ارحام بخت کو گرویدہ کر گیا۔ اس نے تناوش کا سر تکیئے پر رکھا اور اس کے دائیں بائیں کہنیاں ٹکاتا اس کے دلکش نقوش پر اپنے لمس چھوڑنے لگا ۔ اچانک وہ اس کے پنکھڑیوں جیسے لبوں پر جھکا اور وہاں اپنی شدتیں نچھاور کرنے لگا کافی دیر بعد اس نے تناوش کے لبوں کو آزادی بخشی تو وہ اس کی شدتوں سے نڈھال ہوتی کروٹ بدل گئی۔

ارحام نے اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنی طرف کھینچا اور اس کے گہرے گلے سے جھانکتی بیک پر اپنی شدتوں کی بارش کر دی۔ اس پر اپنی محبت کی برسات کرتا وہ اسے کسی اور جہاں میں لے گیا۔

____♥□____♥□______

سیرت اور ضرغام روم میں داخل ہوئے تو سیرت بھاگ کر بیڈ پر چڑھ گئی اور اپنے اوپر اچھی طرح سے کمبل لپیٹ کر لیٹ گئی۔

ضر۔۔ آج مجھے بہت سخت نیند آئی ہے آپ کو نہیں پتا اگر میری نیند پوری نہیں ہوتی ہے تو میں پاگل ہو جاتی ہوں اور اس پاگل پن میں میں کچھ بھی کر سکتی ہوں کچھ بھی مطلب کچھ بھی۔ وہ کمبل سے چہرہ نکال کر کٹیلے لہجے میں بولی۔

جب کہ اپنی ہرنی کی چالاکی پر ضرغام دل کھول کر ہنسا۔

آج تمہارے ہونٹ کچھ زیادہ ہی بک بک کرنے لگے ہیں کیوں نہ انہیں بریک لگایا جائے۔ وہ اس کے قریب آتا ہوا متبسم لہجے میں بولا تو سیرت نے فٹ سے اپنے ہونٹوں پر دونوں ہاتھ جما لئے جس پر پورے کمرے میں ضرغام کا دلکش قہقہہ گونجا۔

آ۔۔ آپ سائیکو مین نہیں بلکہ نہایت ہی واہیات مین ہیں۔

اور تم مسز واہیات ہو۔ وہ اسے بانہوں میں بھرتا گمبھیر لہجے میں بولا۔

ضر چھوڑیں مجھے۔۔ ضرررر۔۔۔ وہ اس کی گرفت سے آزاد ہونے کے لئے ضد و جہد

اونہوووو۔۔ ہرنی سو جاؤ ورنہ میرا موڈ بدل جائے گا اور جس سے تم ڈر رہی ہو وہ گستاخی مجھ سے سرزد ہو جائے گی۔

اس کے قدر بے باک الفاظ پر سیرت شرم سے سرخ پڑتی اس کے سینے میں چہرہ چھپائے سونے کی کوشش کرنے لگی۔

دلنشین بیگم البم ہاتھ میں لئے

کب سے اپنی اور عذرا کی تصویر دیکھ رہی تھیں۔ جو یونی کے کسی فنکشن پر کھینچی گئی تھی۔

عذرا آئی ایم سوری۔ اگر تمہاری دوستی مجھ سے نہ ہوئی ہوتی تو تمہارے ساتھ وہ سب نہ ہوتا جس کی وجہ سے تمہارا سب کچھ چھن گیا۔

وہ آہستہ آہستہ تصویر ہاتھ پھیرتے ہوئے بھیگے لہجے میں بولیں۔

* * *

صبح ارحام کی آنکھ کھلی تو اس کی نظر خود سے لگی تناوش پر پڑی،، جو ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھے اور ایک ہاتھ سے اس کی کمر پر گرفت جمائے چہرہ اس کے سینے میں چھپائے معصومیت سے سو رہی تھی۔

تناوش کو اپنے سینے سے لگ کر سوتا دیکھ ارحام بخت کے جذبات پھر سے بے قابو ہو گئے اور وہ مدہوش ہوتا اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ان پر اپنے لمس چھوڑنے لگا۔

اپنے چہرے پر شیو کی چبھن محسوس کر کے تناوش کی نیند بھک سے اڑ گئی۔ اس نے فٹ سے اپنی آنکھیں کھول دیں لیکن اپنے چہرے پر جھکے ارحام بخت کو دیکھ کر تناوش کی رہی سہی نیند بھی اڑ گئی۔

ب۔۔ بخت۔۔ کیا کر رہے ہیں؟ چ۔۔ چھوڑیں مم۔۔ مجھے۔۔

شششش۔۔ ڈسٹرب مت کریں،، جسٹ فیل مائے لوو۔۔، وہ اس کے ہونٹوں پر شدت بھرا لمس چھوڑتے ہوئے مدہوش لہجے میں بولا۔

ب۔ ۔ بخت آ۔ ۔ آپ نے مجھے ساری رات سونے نہیں دیا۔ اب تو جانے دیں ورنہ میری نماز جھوٹ جائے گی۔ ۔ وہ خود کو ارحام کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

اوکے جائیں فریش ہو جائیں پھر دونوں ایک ساتھ نماز ادا کریں گے، ، وہ اسے اپنی بانہوں سے آزاد کرتے ہوئے بولا جس پر وہ بنا دیری کئے وارڈروب سے اپنا ڈریس لیتی بھاگ کر واشروم میں بند ہوئی تو اس کی اس قدر جلد بازی پر ارحام بخت کا دلکش قہقہہ گونجا، ،

اندر آ کر تناوش نے واشروم میں لگے مرر میں خود کو دیکھا تو

شرم سے سرخ ہو گئی، ، اس نے شرما کر دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا۔

ارحام بخت کی قربت نے اسے ایک الگ ہی نکھار بخشا تھا۔

_____♥□_____♥□_____

پوری رات دیبہ بڑی مشکل سے کاٹی تھی اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ تناوش کو دھکے مار یہاں سے نکال دے، ، اس سے تناوش کی خوشی برداشت نہیں ہو

رہی تھی، ، پوری رات اس نے پلانگ کرتے گزار دی کہ کیسے وہ تناوش سے یہ سب چھین سکتی ہے۔ صبح ہوتے ہی وہ سب سے پہلے ماہم بیگم کے روم میں گئی۔

ماہم بیگم جو واشروم سے باہر نکل رہی تھیں دیبہ کو اتنی صبح صبح اپنے کمرے میں دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔

دیبہ تم اتنی صبح یہاں ؟ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا ؟

مام ٹھیک نہیں ہوں ، ، مجھے اس تناوش کی اتنی اہمیت برداشت نہیں ہو رہی ، ، وہ دو ٹکے کی لڑکی جسے میں نے ہمیشہ اپنی جوتی کی نوک پر رکھا وہ کیسے اس مقام پر ہو سکتی ہے۔ م۔۔ مام مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہو رہا۔۔

آ۔۔۔ آئی کانٹ۔۔۔ پلیز مام کچھ کیجیے ورنہ جو آگ میرے اندر جل رہی ہے وہ مجھے جلا کر خاکستر کر دے گی۔۔

د۔۔ دیبہ میری جان ریلیکس ہو جاؤ۔ تم اپنی صحت خراب مت کرو۔ اس تناوش کو تو میں دیکھ لوں گی۔ بڑا اڑتی پھر رہی ہے نا لیکن اس کی یہ خوشی بس چند لمحوں

کی ہے، آج جو راز میں ان حویلی والوں کو بتاؤں گی اس کے بعد وہ سب اس پر تھوکنا بھی نہیں چاہیں گے۔ ہاہاہاہا۔۔۔

وہ خباثت سے قہقہ لگاتے ہوئے بولیں۔

واہ کیا قسمت پائی ہے اس لڑکی نے۔ ماننا پڑے گا، جسے ہم سب نے دھکے مار کر گھر سے نکالا تھا وہ یہاں اتنی بڑی حویلی کی مالکن بنی بیٹھی ہے۔

میں تو پچھتا رہی ہوں۔ کاش میں نے اس جاہل دیبہ کے بجائے اسے ہی اپنی بہو بنا لیا ہوتا، وہ جیسی بھی تھی کم سے کم بڑوں کا ادب تو کرتی تھی۔

شمائلہ تائی اپنے فیصلے پر افسوس کرتے ہوئے بولیں۔

ارے واہ اب وہ تمہیں اچھی لگنے لگی۔ پہلے تو وہ تم کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ ہمیشہ تم اسے گندا خون، منحوس اور نہ جانے کیا کیا کہتی رہتی تھیں۔

شاہنواز شاہ ان پر طنز کرتے ہوئے بولے۔

ہونہہ۔ آپ کو تو ہمیشہ میری باتیں بری لگتی ہیں۔

* * *

وہ سب ناشتے کی ٹیبل پر موجود ناشتہ کر رہے تھے جب اچانک ماہم مرتضٰی کی نفرت بھری آواز گونجی۔۔۔

ویسے حویلی والوں کو ماننا پڑے گا۔ کہ اتنے شان اور رتبے والے ہو کر بھی ان لوگوں نے ایک ناجائز لڑکی کو اپنے گھر کی بہو بنا لیا۔ واہ کیا قسمت پائی ہے اس لڑکی نے کہ ذات پر اتنا بڑا دھبہ ہونے کے باوجود یہ شان و شوکت حاصل ہے اسے۔۔۔

ماہم بیگم کی بات نے وہاں پر موجود سبھی کے جسم سے مانو روح کھینچ لی ہو۔ سب سے برا حال تو تناوش کا تھا۔ وہ اپنے بارے میں اتنی بڑی بات سن کر خالی خالی آنکھوں سے سب کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ن۔۔ نن۔۔ نہیں ی۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ مم۔ میں اپنے بابا کی بیٹی ہوں۔ ی۔۔ یہ ہی میرے بابا ہیں۔۔

نہیں ہیں یہ تیرے بابا۔ بلکہ تیرا باپ کون ہے شاید انہیں بھی پتہ نہیں ہو۔ ماہم بیگم چبھتے ہوئے لہجے میں بولیں۔ آج ہی تو انہیں موقعہ ملا تھا عذرا اور اس کی بیٹی سے بدلہ لینے کا تو بھلا وہ پیچھے کیسے رہ سکتی تھیں۔

ماہم اپنی ناپاک زبان کو روک لو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ مرتضٰی حیدر شاہ دبے دبے لہجے میں چیخے جب کہ باقی سب غصے سے ماہم بیگم کی طرف دیکھ رہے تھے۔

نہیں روکوں گی میں اپنی زبان۔ اور کیوں روکوں اس لڑکی کی ماں نے جس پیار پر میرا حق تھا ہمیشہ سے چھینتی آئی تھی اور بعد میں اس لڑکی نے ہماری زندگی میں آ کر میری بیٹی کے حق پر ڈاکہ ڈالا ہے،، آپ کے جس پیار اور شفقت پر میری بیٹی کا حق تھا آپ نے ہمیشہ وہ سب اس منحوس پر نچھاور کیا جو آپ کی کچھ نہیں لگتی ہے۔ آج میں اپنی زبان کو روکوں گی نہیں،، بلکہ سب کو بتاؤں گی یہ لڑکی جسے دنیا مرتضٰی حیدر شاہ کی بیٹی مانتی ہے دراصل وہ ان کی بیٹی ہے ہی نہیں۔ بلکہ وہ تو کسی کی ناجائز اولاد ہے۔

جس کی ماں بن بیاہی ماں بن بیٹھی تھی۔

ماممممممممممممم۔۔۔۔۔

اچانک مرتضٰی حیدر شاہ کا ہاتھ اٹھا تھا اور جس نے ماہم بیگم کی زہر اگلتی زبان کو بریک لگا دیا تھا۔ ماحول میں ایک دم خاموشی چھا گئی۔ جب کہ ماہم بیگم گال پر ہاتھ رکھے پھٹی پھٹی آنکھوں سے مرتضٰی شاہ کو دیکھ رہی تھیں۔

انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ مرتضٰی حیدر شاہ نے اتنے لوگوں کی موجودگی میں انہیں تھپڑ مار رہا ہے۔

اس خاموشی کو تناوش کی کانپتی آواز نے توڑا تھا۔

ب۔۔ بب۔۔ بابای۔۔ یہ کیا بول رہی ہیں ک۔۔ کہ مم۔۔ میں آپ کی بیٹی ۔۔ ننن۔ نہیں ہوں؟ آ۔۔ آپ ان کو ب۔ بولو نا کہ میں آپ کی بیٹی ہوں۔۔

ہاں میری جان میرا دل،، آپ میری بیٹی ہو۔ باقی جو کوئی بکواس کرتا ہے اس پر دھیان مت دو۔ وہ تناوش کے کانپتے وجود کو سینے سے لگاتے ہوئے بولے۔

مرتضٰی صاحب اور کتنا جھوٹ بولیں گے۔ بتا کیوں نہیں دیتے کہ یہ آپ کی بیٹی نہیں ہے۔ ٹھیک ہے آپ نہیں بتائیں گے اور ان میں سے کوئی میری بات کا یقین نہیں کرے گا۔ لیکن کوئی بات نہیں میرے پاس ثبوت ہے۔ اسے دیکھنے کے بعد پھر تو آپ سب کو یقین کرنا ہی پڑے گا۔ وہ اپنا موبائل اٹھا کر اس میں کچھ تلاش کرتے ہوئے بولیں۔ اور پھر مطلوبہ چیز ملتے ہی انہوں نے موبائل سب کے سامنے کر دیا۔

انہوں نے جب مرتضٰی حیدر شاہ کی ڈائری پڑھی تھی تو اس میں لکھی ہر بات کو کیپچر کر لیا تھا۔

_______♥□____♥□_____

□♣ماضی

آج یونی میں اس کا پہلا دن تھا۔ اس لئے وہ کافی خوفزدہ تھی۔ وہ گیٹ کے پاس سہمی کھڑی کب سے آنے جانے والے اسٹوڈنٹس کو دیکھ رہی تھی جو بے فکری سے آ جا رہے تھے۔

اچانک کچھ اسٹوڈنٹس کا گروپ اس کے پاس آیا۔ جس کی وجہ سے وہ خوفزدہ ہو گئی۔ اس نے کافی سن رکھا تھا کہ یونی میں سینئیر اسٹوڈنٹس نئے آنے والے اسٹوڈنٹس کی ریگنگ کرتے ہیں۔

کیا ہوا پریٹی گرل آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں کیا کلاس نہیں معلوم۔ چلیں ہم آپ کو کلاس تک پہونچا دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک لڑکا بولا جس کا حلیہ کافی عجیب تھا۔ اس نے گلے میں موٹی سی چین اور ہاتھوں میں مختلف بینڈز پہنے ہوئے تھے دیکھنے میں وہ کوئی گنڈہ موالی لگتا تھا۔

اس کی آواز پر خوفزدہ ہو کر وہ دو قدم پیچھے ہوئی۔ اور بیگ کی اسٹرپ پر اس کی پکڑ سخت ہوئی۔

اوہ لگتا ہے بیبی ڈر گئی۔ ارے ڈرو مت ہم تو تمہاری مدد کرنا چاہتے ہیں۔

نن۔۔ نہیں مم۔ مجھے کوئی مدد نہیں چاہیئے۔

لیکن ہم تو دینا چاہتے ہیں۔ ان میں سے ایک لڑکا اس کے قریب ہوتے ہوئے بولا۔

کیا ہو رہا ہے یہاں ؟ تم لوگوں کو شرم نہیں آتی کسی کو ٹیز کرتے ہوئے۔ رکو میں ابھی تم سب کی شکایت ابھی پرنسپل آفس میں جا کر کرتی ہوں۔

ایک لڑکی وہاں آکر انہیں وارن کرتے ہوئے بولی۔ اسے دیکھ کر ان سب کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور وہ لوگ پہلی فرست میں وہاں سے نو دو گیارہ ہو گئے۔ کیوں کہ وہ لڑکی ان کے کلاس کی جی آر تھی اور کافی اسٹرانگ فیملی سے پلانگ کرتی تھی۔ اس لئے اس سے کوئی پنگہ نہیں لیتا تھا۔

آپ کا بہت بہت شکریہ،، آپ کی وجہ سے میں بچ گئی۔ عذرا دھیمی آواز میں اس لڑکی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بولی۔

اٹس اوکے۔ شکریہ کی کوئی بات نہیں۔ ویسے تمہیں دیکھ کر ہی پتہ لگ رہا ہے کہ تم یہاں نیو ہو اور کافی ڈرپوک بھی تبھی تو وہ لوگ تمہیں تنگ کر رہے تھے۔

وہ اس کے معصوم اور خوبصورت چہرے پر نظر ڈالتے ہوئے بولی۔ اسے یہ لڑکی پہلی نظر میں کافی کیوٹ اور پیاری لگی تھی۔

ہاں آج میرا فرسٹ ڈے ہے، اور میں نے میڈیکل میں داخلہ لیا ہے۔ وہ تفصیل سے بتاتے ہوئے بولی۔

ارے واہ۔ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے میں بھی میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہوں لیکن تمہاری سینیر ہوں۔ اچھا چلو میں کلاس دکھا دوں۔ ایک منٹ ہم نے ایک دوسرے سے اپنا تعارف تو کرایا ہی۔

ہیلو آئی ایم دلنشین آفندی اینڈ یو۔

میں عذرا وقار۔

واؤ نائس نیم۔ آج سے ہم دونوں دوست ہیں اوکے۔ چلو اب چلتے ہیں۔ عذرا نے حیرت سے اس خوبصورت لڑکی کو دیکھا جو پہلی ہی ملاقات میں اسے اپنا دوست بھی بنا گئی۔ حالانکہ وہ اس سے عمر میں پانچ چھ سال بڑی تھی اور اس کی سینیر بھی تھی۔ لیکن عذرا کو کیا پتہ دلنشین آفندی ایسی ہی تھی۔ جو اسے پسند آجائے فوراً اس سے دوستی کر لیتی تھی۔ اور اس دوستی کو دل سے نبھاتی تھی۔

اور کچھ ہی دنوں میں کافی گہری دوستی ہو گئی۔ عذرا یہاں ہاسٹل میں رہ کر پڑھائی کر رہی تھی جب کہ دلنشین یونی کے پاس ایک فلیٹ میں اپنے ہسبینڈ اور بیٹے کے ساتھ رہتی تھی۔

جب دل نے اسے بتایا کہ وہ شادی شدہ ہے اور اس کا ایک پانچ سال کا بیٹا بھی ہے تو عذرا کو تو یقین ہی نہیں آیا وہ کسی قیمت پر مان ہی نہیں رہی تھی کہ وہ شادی شدہ ہے لیکن اس نے شادی کی اور اپنے بیٹے کی پکس دکھائی تب جا کر یقین آیا۔

افففف دل آپ اتنی چھوٹی موئی سی ہو کہ مجھے یقین ہی نہیں ہوا آپ شادی شدہ ہیں اور ایک بچے کی اماں بھی،، تو کب ملوا رہی ہیں آپ مجھے میرے کیوٹ سے بھانجے سے۔ افففف مجھے تو اتنی خوشی ہو رہی ہے اس گولو مولو سے کیوٹ پرنس سے ملنے کی۔۔

عذرا محبت سے ضرغام کی تصویر پر ہاتھ پھیرتے بولی تو دلنشین کھلکھلا کر ہنس دی۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔ میری شہزادی دو دن تک ویٹ کر لو پھر ملوا دیتی ہوں تمہیں تمہارے پرنس سے۔ کیوں کہ ابھی وہ یہاں نہیں ہے۔ وہ ہمارے گاؤں گیا ہوا ہے اپنے نانا نانو کے پاس۔

ٹھیک ہے میں انتظار کر لوں گی۔ وہ منہ لٹکا کر بولی اس کے

چہرے کے ایکسپریشن دیکھ کر دلنشین کے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی۔

اور پھر ٹھیک دو دن بعد دلنشین اپنے کہے کے مطابق عذرا کو اپنے گھر لے گئی جہاں جا کر اس نے ضرغام کے ساتھ کافی انجوائے کیا، ضرغام کو بھی اپنی یہ چھوٹی سی آنی بہت پسند آئی تھی۔ پورا دن اس نے دلنشین کے فلیٹ پر گزارا شام ہوئی تو وہ جانے لگی تو دلنشین یہ کہہ کر روک لیا کہ کھانا کر جانا ہم تمہیں ہوسٹل چھوڑ دیں گے۔ جس پر وہ نا چاہتے ہوئے بھی مان گئی کیوں کہ ضرغام بھی کافی ضد کر رہا تھا۔

اور پھر یوں ہونے لگا کہ کبھی وہ دلنشین کے فلیٹ پر آ جاتی کبھی سنڈے کے دن ان کے ساتھ گھومنے چلی جاتی لیکن اس دوران اس نے نوٹ کیا کہ دلنشین کا

شوہر اسے گھورتا رہتا ہے اور اس کی نظریں اچھی نہیں ہیں۔ اور اسی وجہ سے اس نے اب وہاں جانا کم کر دیا جس کی وجہ سے دلنشین نے اس سے پوچھا بھی لیکن وہ ٹال گئی کیوں کہ وہ اسے کیا بتاتی کہ اس کے شوہر کی اس پر بری نظر ہے ۔

یوں ہی دن گزر رہے تھے۔ اور اس کے ایگزام شروع ہو گئے جس کی وجہ سے وہ بہت بزی ہو گئی تھی اور دلنشین بھی بزی تھی اس لئے ان کی کم ملاقات ہوئی۔

آج سنڈے تھا اور وہ اپنی بکس پھیلائے کچھ اہم پوائنٹ نوٹ کر رہی تھی جب اس کے سیل پر دلنشین کا میسیج آیا کہ اس کی طبیعت خراب ہے اور وہ گھر پہ اکیلی ہے اور فرمان ضرغام کو لے کر گھومانے گئے ہیں۔ پلیززز تم آ جاؤ۔

میسیج پڑھتے ہی عذرا بنا سوچے سمجھے جلدی سے اپنا موبائل اور پرس اٹھاتی دلنشین کے فلیٹ کے لئے نکل پڑی اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ ایک دفعہ کال کر لے۔

وہ لفٹ کے ذریعے اوپر آئی اور دروازہ کھولنے کے بیل بجائی تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اسے حیرت ہوئی لیکن پھر وہ سر جھٹکتے اندر داخل ہو گئی۔

آیئے آیئے،، ہم تو کب سے آپ کا ہی انتظار کر رہے تھے۔ فرمان جو صوفے پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا اسے آتا دیکھ اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بول۔

ی۔۔۔ یہہ یہاں ہے تو دلنشین کہاں گئی؟ وہ اپنی خوفزدہ نگاہوں سے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ فرمان چلتا ہوا اس کے قریب آ گیا تو عذرا خوف سے پھیلی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ فرمان کی آنکھوں میں ہوس اور شیطانیت کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ عذرا کو اپنی بے وقوفی پر شدت سے رونا آیا۔ وہ نا محسوس انداز میں دروازے کی جانب کھسکی جب اس کا ارادہ بھانپ کر فرمان چیل کی طرح اس پر جھپٹا

کہاں چلیں میری بلبل۔ اتنی پلاننگ کے بعد تو آج ہاتھ لگی ہو ایسے کیسے چلی جاؤ گی۔ وہ عذرا کو کھینچ کر کمرے کی طرف لے جاتے ہوئے بولا۔

اس کے ہاتھوں کا گنداالمس اپنی کلائیوں پر پا کر عذرا کو اپنی کلائیاں جلتی ہوئی محسوس ہوئی۔

چ۔۔ چھوڑو۔۔پ۔۔ پلیززز مجھے جانے دو۔ اللہ کا واسطہ ہے۔

لیکن اس کی چیخیں اس کا رونا منتیں کرنا اس ظالم شخص پر کچھ نہ ڈال سکا۔ اور وہ نہایت بے رحمی سے اس سے اس کا سب کچھ چھین گیا۔

دلنشین جو ضرغام کے ساتھ گاؤں جا رہی تھی کیوں کہ آج اس کے بھائی کے یہاں بیٹی پیدا ہوئی تھی۔ جسے دیکھنے کے لئے وہ وہاں جا رہی تھی۔ لیکن اچانک ان کا دل گھبرانے لگا ایسا لگا جیسے کچھ بہت برا ہونے جا رہا ہو۔ ان کا دل فوراً فرمان کی طرف گیا جس کی طبیعت خراب تھی اور وہ اس لئے ان کے ساتھ نہیں جا رہا تھا۔

خان چاچا آپ گاڑی واپس موڑ لیں۔ مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے کہیں ایسا تو نہیں فرمان کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی ہو۔

وہ اپنی بے چینی کو فرمان کی طبیعت خرابی سے منسلک کرتے ہوئے بولی۔

جس پر خان چاچا نے گاڑی واپس فلیٹ کی طرف موڑ لی۔

فلیٹ کے آتے ہی وہ گاڑی سے جلدی سے اتری اور بھاگنے کے انداز میں لفٹ تک گئی اور دروازے پر پہونچ کر اسے کھولنا چاہا جب اندر سے رونے کی آواز سن کر اسے کسی انہونی کا اندیشہ ہوا۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے بیگ سے فلیٹ کی ایکسٹرا چابی نکالی اور جلدی سے دروازہ کھولا لیکن سامنے نظر آتے منظر کو دیکھ کر اس کی روح فنا ہو گئی۔

خان چاچا اور ضرغام بھی ہانپتے کانپتے دلنشین کے پیچھے آئے لیکن جو منظر انہوں نے دیکھا وہ ان دونوں کو پتھر کا کر گیا۔ خان چاچا نے جلدی سے ضرغام کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا اور چہرہ موڑ لیا۔

ف۔۔۔ر۔۔۔مان۔۔۔ی۔۔ہ۔

دلنشین کے منہ سے لفظ ٹوٹ کر ادا ہوئے۔ فرمان جو عذرا کے بے ہوش ہونے کے بعد اپنی شرٹ پہن رہا۔ دلنشین کو یہاں دیکھ کر گھبرا گیا اور اس سے کوئی بہانہ نہیں۔ بن رہا تھا کہ کس طرح سے دلنشین کے سامنے صفائی دے

چٹاخخخخخخخ۔۔۔۔۔

گھٹیا انسان یہ کیا کر دیا تم نے۔ کیا کمی رہ گئی تھی میری محبت اور وفا میں جو تم نے یہ صلہ دیا۔ دلنشین پے در پے فرمان کے چہرے پر تھپڑ برساتے ہوئے چیخی۔۔

چیخنے کی آواز سن کر عذرا جو فرمان کی درندگی برداشت نہ کر پاتے بے ہوش ہو گئی تھی۔ دلنشین کی آواز پر اس کا ذہن بیدار ہوا اور اٹھنے کی کوشش کرنے لگی۔

دلنشین میری بات سنو۔ ایسا کچھ نہیں ہے جو تم سمجھ رہی ہو۔ بلکہ یہ لڑکی مجھے بہکانے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب تم گھر نہیں تھی تو اسے کیا ضرورت تھی یہاں آنے کی اور۔۔۔۔۔

شٹ اپ۔۔۔ فرمان میں تمہارے گندی زبان سے اب ایک اور لفظ سننا نہیں چاہتی۔ میں نے تم سے اتنی محبت کی لیکن تم نے میری محبت کا یہ صلہ دیا کہ میری ہی دوست۔۔۔۔

چھی چھی۔ مجھے تو کہنے میں بھی شرم آ رہی ہے۔ وہ روتے ہوئے بولی، اور نفرت سے چہرہ موڑ لیا۔

فرمان کے اس گندے الزام پر عذرا کی روح فنا ہو گئی اسے لگا کہ دلنشین اس کا یقین نہیں کرے گی بلکہ اپنے شوہر کی باتوں کو مانے گی لیکن کیسے وہ سچائی دیکھنے کے بعد اس درندے کا یقین کرتی۔

اچانک صوفے کے پاس گرا عذرا کا سیل فون بجنے لگا۔ اس سے پہلے کہ فرمان اٹھاتا لپک کر دلنشین وہاں پہونچی اور موبائل اٹھا لیا جس پر مرتضٰی کالنگ آ رہا تھا ۔ مرتضٰی حیدر سے دلنشین ایک دو بار مل چکی تھی۔ مرتضٰی کی کال دیکھ کر دلنشین کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ وہ گھبرا گئی کہ وہ کیا کرے۔ کال کٹتے ہی

اسکرین پر میسیج نمودار ہوا۔ وہ عذرا کے ہاسٹل کے باہر کھڑا عذرا کو باہر آنے کا کہہ رہا تھا۔

اچانک اس کے ذہن نے دلنشین نے جلدی سے میسیج ٹائپ کیا کہ عذرا کی جان خطرے میں ہے۔ وہ یہاں پولیس لے کر آ جائے۔ اور اپنے فلیٹ کا ایڈریس بھی دے دیا جو ہوسٹل سے دس منٹ کی دوری پر تھا۔

فرمان نے دلنشین کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر کسی انہونی کا اندازہ لگاتے وہاں سے بھاگنا چاہا جب دلنشین نے ٹیبل پر رکھا واس اٹھا کر اس کے سر پہ دے مارا وہ لڑکھڑا کر نیچے گرا اور اس کے سر سے خو*ن ابل پڑا،،

تت۔۔ تم ایسے کیسے بچ کر جا سکتے ہو فرمان آفندی،، وہ شیرنی کی طرح دہاڑی۔

د۔۔۔ لنشین ت۔۔۔ تم۔۔ ایسا کیسے کر سکتی ہو م۔۔ میں تمہارا شوہر ہوں اور تم۔۔۔

وہ درد کی شدت. برداشت کرتے لڑکھڑاتے ہوئے بولا۔

میں ایک بیوی ہونے سے پہلے ایک عورت ہوں فرمان آفندی۔

تمہیں کیا لگا تھا کہ تم کسی عورت سے اس کی نسوانیت اور اس کا غرور چھین لو گے اور میں تمہارا ساتھ دوں گی۔

وہ فرمان کے ہاتھوں کو واس سے کچلتے چیخ چیخ کر روتے ہوئے بولی۔ اور پھر عذرا کی طرف بڑھی جو اپنا ریزہ ریزہ وجود چھپانے کے ترینگتے ہوئے صوفے کے پیچھے کھسک رہی تھی۔

دلنشین اس کے پاس بھاگ کر پہونچی اور اسے گلے لگا کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

پندرہ منٹ بعد مرتضٰی حیدر شاہ پولیس اہلکار کے ساتھ وہاں پہونچا تب تک دلنشین نے عذرا کو اچھے سے کور کر دیا تھا۔

مرتضٰی حیدر شاہ جس نے اپنی محبت کو اپنی ماں کی خاطر دل میں دفن کر دیا تھا آج اسی محبت کو اس حال میں دیکھ کر ان کے دل میں موجود محبت چیخ پڑی۔

دلنشین سے ساری باتیں سن کر اس کا غصے سے برا حال ہو گیا اور وہ بنا پولیس کی پرواہ کیئے فرمان پر ٹوٹ پڑا اور پانچ منٹ میں فرمان کی بد سے بدتر حالت کر دی بڑی مشکل سے پولیس اہلکاروں نے اسے اس سے الگ کیا تھا۔

پولیس نے ساری باتیں سن کر فرمان کو اریسٹ کر لیا اور اسے لے جانے لگے جب دلنشین نے انہیں روک لیا اور فرمان کے سامنے جا رکی۔۔

مسٹر فرمان آفندی مجھے تم جیسے درندے کے ساتھ نہیں رہنا جو دوسروں کی بہن بیٹیوں کی عزت چھینتا ہو۔ کہتے ہیں کہ شوہر محافظ ہوتا ہے لیکن تم تو ایک لٹیرے نکلے۔ میں تمہارے ساتھ اپنا نام ایک پل کے لئے بھی جڑا نہیں رہنے دے سکتی اس لئے تم ابھی کے ابھی مجھے طلاق دو۔

فرمان نے ایک نظر دلنشین کے چہرے پر ڈالی جو چہرے پر چٹانوں جیسی سختی لئے نفرت سے اسے گھور رہی تھی۔

فرمان نے تین لفظ کہا اور پولیس اسے لے گئی۔

وہ روتے ہوئے مرتضیٰ حیدر شاہ کے قدموں میں گری۔

ب۔۔ بھائی پلیززز مجھے معاف کر دیں۔۔ پلیززز عذرات۔۔ تم بھی مجھے معاف کر دو۔ یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔

ضرغام آنکھوں میں آنسو لئے اپنی ماں اور آنی کی طرف آیا۔

اس کی ماں بری طرح سے رو رہی تھی جب کہ اس کی آنی رو نہیں رہی تھی لیکن اس کے چہرے پر ایک جامد خاموشی تھی۔

آ۔۔آنی آپ چپ کیوں ہو آپ بولو نا۔ آپ ایسے بلکل بھی اچھی نہیں لگ رہیں ۔ ضر۔۔ انہیں پنش کرے گا جنہوں نے ضر کی آنی کی رولایا ہے۔ وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے عذرا کی آنکھوں سے آنسو پونچھتے ہوئے بولا جو اس کی آنکھوں سے خاموشی سے بہہ رہے تھے۔

ضرغام کی بات سن کر عذرا کی جامد پتلیوں میں حرکت ہوئی تھی۔

ض۔۔ ضر۔۔ ت۔۔ م۔۔ وعدہ کرو کہ ۔۔ ت۔۔ تم بڑے ہو کر ہر اس شخص کو پنش کرو گے جو تمہاری کی طرح کسی لڑکی کے ساتھ بیڈ کرے گا۔ ضر

پ۔۔ پرا۔ م۔۔ س می

اچانک اس کی سانس پھولنے لگی۔

آنی کیا ہوا۔۔عذرا۔۔۔۔۔۔۔۔

________♥□____♥□____

مم۔۔۔میں کون۔ ہوں میری پہچان کیا ہے۔۔یہ میرے بابا نہیں ہیں تو کون ہیں میرے بابا،، کیا میں ن۔۔۔ا۔۔ج۔۔ائز ہوں۔۔

ن۔۔۔۔ناجائز۔۔۔۔۔۔

اس لفظ کو کہتے ہوئے اسے اپنی آواز اجنبی لگی تھی۔ جب کہ اس کے لفظوں میں دلوں کو چیر دینے والا درد ہلکورے لے رہا تھا۔

اس کے منھ سے نکلنے والے لفظ نے وہاں موجود ہر شخص کو تڑپا دیا۔

ن۔۔ ننہیں آ۔۔آپ ج۔ جھوٹ بول رہی ہیں۔ی۔ہ۔۔ م۔۔ مم۔ میرے بابا ہیں۔آپ نے اور آپ کی بیٹی نے ہمیشہ مجھے تکلیف ہی پہونچائی ھے۔اب بھی صرف مجھے تکلیف دینے کے لئے اتنے گھٹیا لفظ استمال کر رہی ہیں۔

تناوش ماہم بیگم کی باتیں سن کر چیختے ہوئے بولی۔وہ ایسا کیسے بول سکتی ہے کہ وہ اس کے بابا نہیں ہیں۔

لڑکی مجھے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں ہے یہ لو تم بھی دیکھ لو کہ کیا ہے تمہاری اصلیت،،

ماہم بیگم موبائل تناوش کے سامنے کرتے ہوئے بولیں۔ارحام بخت کا دل کر رہا تھا کہ وہ اس بے رحم عورت کو اپنی حویلی سے دھکے مار کر باہر نکال دے جو اس کی وش کو تکلیف پہونچانے کی وجہ بن رہی تھی۔

تناوش نے جھٹکے سے موبائل ماہم بیگم کے ہاتھوں سے چھینا اور ڈائری کے ورق پڑھنے لگی جو ماہم بیگم نے کیپچر کیا تھا۔

اس کے ہاتھ سے موبائل چھوٹ کر نیچے گرا اور ساتھ ہی وہ بھی گری تھی گھٹنوں کے بل،،،،، ارحام دوڑ کر اس کے قریب پہونچا۔

مم۔۔۔میں کون۔ ہوں میری پہچان کیا ہے۔۔یہ میرے بابا نہیں ہیں تو کون ہیں میرے بابا،، کیا میں ن۔۔۔ا۔۔ج۔۔ائز ہوں۔۔

ن۔۔۔۔اجائز۔۔۔۔۔۔۔

اس لفظ کو کہتے ہوئے اسے اپنی آواز اجنبی لگی تھی۔ جب کہ اس کے لفظوں میں دلوں کو چیر دینے والا درد ہلکورے لے رہا تھا۔ اس کے منھ سے نکلنے والے لفظ نے وہاں موجود ہر شخص کو تڑپا دیا۔

دیبہ آنکھوں میں نفرت لئے تناوش کی حالت پر ہنس رہی تھی اسے اس حالت میں دیکھ کر اس جلتے ہوئے دل کو سکون مل گیا تھا۔

تناوش میری بچی۔ تو میری بیٹی ہے میرے جگر کا ٹکڑا،، باقی جو کچھ بھی اس ماہم نے کہا وہ سب بکواس ہے۔ تم صرف اور صرف مرتضیٰ حیدر شاہ کی بیٹی ہو۔

میری بیٹی میری جان میری آنکھوں کا نور ہو تم۔ میں نے تمہاری ماں سے شریعت سے باقاعدہ نکاح کیا ہے۔

مرتضٰی حیدر شاہ تڑپ کر اس کی طرف بڑھے اس کی ٹوٹی بکھری حالت دیکھ کر ان کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔ مرتضٰی صاحب آپ کب سے اتنے بڑے بڑے جھوٹ بولنے وہ بھی اتنی صفائی سے۔ کیا آپ نے عذرا کی پریگننسی کے بارے میں پتہ چلنے کے بعد اس سے نکاح نہیں کیا تھا؟ بولو کیا یہ جھوٹ ہے؟

انکل آپ اپنی بیوی کی چلتی زبان کو بریک لگوائیں ورنہ میں کچھ کرنے پر آیا تو یہ ان کی صحت کے لئے اچھا نہیں ہو گا۔

ارحام بخت اپنی شعلہ اگلتی آنکھوں سے ماہم مرتضٰی کو گھورتے ہوئے زہر خند لہجے میں بولا۔ اگر وہ عورت نہ ہوتی تو اب تک سید ارحام بخت کی ریوالور سے نکلی گولی کا نشانہ بن چکی ہوتی۔

ماہم بیگم کے اتنے کڑوے الفاظ سن کر تناوش کی رہی سہی امید بھی ٹوٹ گئی اس کی آنکھوں سے آنسو لڑیوں کی صورت بہہ رہے تھے۔ وہ بال نوچتے چیخنے لگی۔

آہہہہہہہہہہہہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ک۔۔۔ کیوں ؟ ک۔۔ کیوں ہوا میرے ساتھ ایسا؟۔ جسے میں نے بچپن سے بابا مانا وہ میرے بابا نہیں ہیں یہ سچائی میری رگوں سے میری روح کھینچ رہی ہے۔ اتنا درد اتنی تکلیف مجھے یہ سن کر بھی نہیں ہوئی کہ میں ایک ناجائز اولاد ہوں۔

مم۔۔ میرے بابا۔۔۔ م۔۔ رتضٰی حیدر شاہ میرے بابا نہیں ہیں۔ میری رگوں میں مرتضٰی حیدر شاہ کا خون نہیں دوڑ رہا ہے۔۔

اللہ آپ نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ کیوں مجھے مرتضٰی حیدر شاہ کی بیٹی بنا کر پیدا نہیں کیا۔ جب مجھے بچپن سے لیکر آج تک انہیں کی بیٹی ہونے کا اعزاز ملا ہے تو کیا ہو جاتا اگر تو مجھے ان کی حقیقی بیٹی ہونے کا شرف دے دیتا۔

ممم۔۔۔میں اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ حقیقت ممم میری سانسیں روک دے گی۔

ا۔۔اا۔۔ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔ بلکل نہیں ہون۔۔اچ۔۔۔ چاہئے تھا۔

اچانک وہ اپنی جگہ سے اٹھی اور بھاگتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی اور اندر سے دروازہ لاک کر لیا۔

و۔۔و ششششش۔۔ ارحام بخت اسے اس طرح بھاگتا دیکھ اسے پکارتا تیزی سے اس کی طرف بھاگا۔

سبھی تناوش کے کمرے کی طرف بھاگے انہیں شدت سے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تھا۔

وش،،،، پلیززززاوپن داڈور۔آپ میری بات سن رہی ہیں،، وش دروازہ کھولیں ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔

تناوش میری بچی دروازہ کھولو۔ میں تمہارا بابا ہوں پلیززز دروازہ کھول دو۔

گڑیا دروازہ کھولو۔

پری۔۔۔۔

وش۔۔۔۔۔۔

تنوووو۔۔۔۔۔

ہر کوئی اسے پکار رہا تھا لیکن وہ دروازہ بند کئے زمین پر بیٹھتی دونوں ہاتھ کانوں پر رکھے زور زور سے رونے لگی۔

مم۔۔۔ میرا اس د۔۔ دنیا میں ک۔۔ کوئی نہیں ہے مم۔۔ میں بلکل اکیلی ہوں ۔۔ س۔۔ سب ج۔۔ جھوٹ ہے دکھاوا ہے۔ س۔۔۔۔ سارے

ر۔۔۔۔ رشتے۔ ن۔۔ ناتے سب جھوٹ ہیں۔۔ میرا اس د۔۔ دنیام۔۔ میں کوئی سگا رشتہ نہیں ہے دنیا کی بھیڑ میں میں بلکل اکیلی ہو گئی ہوں۔ اس کی آواز میں انتہا کا درد تھا جسے سن کر باہر موجود اس کے اپنے اس کی تکلیف محسوس کر کے تڑپ اٹھے،، ارحام بخت تو اس کی آواز سے ٹپکتے درد کو محسوس کر کے پاگل ہو اٹھا۔

وش میں نے کہا دروازہ کھولو ورنہ میں یہ دروازہ توڑ کر اندر آ جاؤں گا۔ پھر آپ کو خود کو یوں تکلیف دینے پر سخت سزا دوں گا۔ کیوں کہ کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ سردار سید ارحام بخت کی سردارنی کو تکلیف پہونچائے پھر چاہے وہ آپ ہی کیوں نہ ہوں۔۔

اس کے لہجے میں اس سرد پن اور قدر وحشت تھی کہ ایک پل کے لئے تناوش بھی کانپ اٹھی۔

مم۔۔۔ میں نہیں کھولوں گی۔۔

وہ سہم کر منمناتی ہوئی آواز میں بولی۔ ان تین دنوں میں سید ارحام بخت نے ایک بار بھی اس سے اس قدر سخت لہجے میں بات نہیں کی تھی بلکہ وہ اس قدر نرمی اور پیار بھرے لہجے میں اس سے بات کرتا تھا کہ تناوش کو شک ہونے لگتا تھا کہ وہ اس دنیا کا ہے بھی یا نہیں۔

مسز تناوش ارحام بخت آپ دروازہ کھول رہی ہیں یہ میں پوچھ نہیں رہا بتا رہا ہوں۔ وہ اپنی آواز کو ممکن حد تک سخت کرتے ہوئے بولا۔ وہ کبھی خواب میں

بھی تناوش سے سخت آواز میں بات نہیں کر سکتا تھا لیکن اس ڈر سے کہ وہ اپنے آپ کو تکلیف نہ پہونچائے اسے روڈ ہونا پڑا۔

سب کافی بے چینی سے دروازہ کھلنے کا انتظار کر رہے تھے جب ٹھاہ کی آواز سے دروازہ کھلا اور دروازے کے فریم میں تناوش کا رویا رویا سرخ چہرہ نمودار ہوا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی اور بنا کسی کی طرف دیکھے خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ گئی۔ سب نے کافی حیرت سے تناوش کے اس سائیلینٹ رد عمل کو دیکھا۔

لگتا ہے رو رو کر ہماری پری کو بھوک لگ گئی ہے۔

اذلان ماہی اور سیرت سے دھیمی آواز میں بولا تو ان دونوں نے اتنے سیریس ماحول میں اس کے چٹکلے پر اسے گھور کر دیکھا۔

تناوش کچن میں آکر جلدی جلدی کیبنٹ کھنگالنے لگی اور اپنی مطلوبہ چیز پاتے ہی اسے نکالا اور پھر فریج کھول کر اندر سے. بریڈ نکالا اور ساری چیزیں کچن میں موجود چھوٹے سے ٹیبل پر رکھی اور چیئر گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ سارے لوگ تجسّس کے مارے کچن کے دروازے پر آکھڑے ہوئے۔

تناوش نے ریڈ چلی سوس کی بوتل کھول کر ڈھیر ساری سوس بریڈ پر ڈالی اور اس کے اوپر ایک اور بریڈ رکھ کر کھانے لگی اور ساتھ ہی پلیٹ میں رکھی ہری مرچ میں سے ایک لے کر اسے بھی کھانے لگی۔ پہلی ہی بائٹ میں اس کے کان سے دھواں نکلنے لگا منھ سے تو ایسا لگ رہا تھا آگ نکل رہی ہے لیکن پھر بھی وہ ڈھیٹ بنی کھاتی رہی اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری تھے۔

ہیں۔ں ں ں۔۔۔۔ یار یہ کون سی ریسپی ہے میں نے تو کبھی ٹرائے نہیں کی لگتا ہے کافی لذیذ ہے تبھی تو پری اتنے مزے سے کھا رہی ہیں۔ دانیال دلچسپی سے تناوش کے ہاتھوں میں تھمے بریڈ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔ جس پر سب نے کافی غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

اوئے کدو زبان بند کرو اپنی، ، یہ کوئی ریسپی نہیں ہے بلکہ تنو کا ایجاد کردہ فارمولا نمبر 106 ہے جب بھی وہ اسٹرلیس میں ہوتی ہے یا اسے بہت زیادہ غصہ آتا ہے یا پھر وہ بہت سیڈ ہوتی ہے تو یہی فارمولا یوز کرتی ہے۔ انا دانیال کو گھورتے ہوئے بولی۔

افففففف یہ منحوس اب کون سا ڈرامہ کر رہی ہے مجھے تو لگا تھا کہ مام کے اتنے بڑے سیکریٹ کھولنے کے بعد یہ تناوش اپنے آپ کو کچھ کر لے گی۔ لیکن یہاں تو یہ اپنی نوٹنکی سے بعض آ رہی ہے۔

دیبہ کوفت سے تناوش کی طرف دیکھتے ہوئے دھیمی آواز میں بولی جسے پاس کھڑے اریب نے اچھی طرح سے سنا تھا اس نے ایک کھولتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی۔

تناوش نے جیسے تیسے ایک بریڈ ختم کیا اور دوسرا اٹھانے لگی جب ارحام بخت کے برداشت کی مدت ختم ہوئی اور وہ چیل کی طرح تیزی سے اس کے پاس پہونچ کر اس کے ہاتھوں سے بریڈ چھین کر ٹیبل پر پٹخا اور اسے کھینچ کر کھڑا کیا۔

پاگل ہو گئی ہیں آپ اور یہ کیا حرکت تھی؟

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔پ۔۔۔پاگل۔۔۔پ۔۔اگل ہ۔۔م ن۔۔ہیں ب۔۔لکہ پا۔۔گل ت۔۔و۔۔۔یہ۔۔۔ع۔۔ورت۔۔ہو۔۔۔گئی ہے۔ج۔۔جو یہ ب۔۔بول رہی ہے کہ۔۔ہ۔۔م۔۔۔رتضیٰ ح۔۔یدر ش۔۔اہ ک۔۔ی

بیٹی نہیں ہیں۔ اسے لگتا ہے کہ یہ کہے گی اور ہم مان لیں گے۔ ارے یہ تو کیا اگر اس روئے زمین پر موجود ہر انسان آ کر مجھ سے یہ کہے کہ تم مرتضیٰ حیدر شاہ کی بیٹی نہیں ہو۔ت۔۔ و بھی م۔۔ میں نہیں مانوں گی۔۔ یہ تو بچپن سے ہی مجھ سے نفرت کرتی ہے اور اس۔ ی نفرت میں آ۔۔ کر اس نے یہ سب بکواس کری ہے لیکن پھر بھی یہ اپنے مقاصد میں ناکام رہی۔

م۔۔۔ مم۔۔ میری رگوں میں بھلے ہی ان کا خون نہیں ہے لیکن انہوں نے بچپن سے لیکر آج تک میرے لئے ہر وہ کام کیا ہے جو ایک باپ کرتا ہے مجھے انہوں اتنا پیار دیا ہے جو سگا باپ بھی نہیں کر سکتا۔

اتنا زیادہ تیکھا کھانے سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور چہرہ سرخ ہو گیا تھا لیکن اس پر اس کا اثر نہیں رہا تھا۔

دیبہ اور ماہم بیگم تو اس کا یا پلٹ پر حیران رہ گئیں کہاں وہ ابھی کچھ دیر پہلے رو رہی تھی چیخ چلا رہی تھی اور اب۔۔۔

ارحام بخت آگے بڑھا اور پانی کا گلاس اٹھا کر زبردستی اس کے منہ سے لگا دیا جسے تناوش نے ایک ہی سیکینڈ میں خالی کر دیا۔ ارحام نے اسے کرسی سے اٹھایا اور باہر کی طرف بڑھا۔

داداجان پلیز آپ اپنی فیملی کو یہاں سے جائیں کیوں کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کی فیملی کی وجہ سے میری کو کوئی اور تکلیف برداشت کرنی پڑے۔ بہت برداشت کر لیا تناوش نے اب اور نہیں۔۔

وہ جاتے ہوئے رضا حیدر شاہ کے پاس رکا اور بے رخی سے کہتا تناوش کو لئے چلا گیا۔

ماہم بیگم اپنی چال الٹی پڑتے دیکھ کر بلبلا اٹھیں۔ انہوں نے سوچا تھا کہ تناوش کا سچ جان کر حویلی والے اس سے نفرت کرنے لگیں گے اور اسے اس حویلی سے باہر نکال دیں گے لیکن یہاں تو ہر کوئی تناوش کی فکر میں گھلا جا رہا تھا۔

________♥☐________♥☐________

کمرے میں آتے ہی تناوش نے اپنا ہاتھ ارحام کی گرفت سے نکالا اور بھاگ کر واشروم میں بند ہو گئی۔ اس نے کس طرح سے باہر خود کو رونے سے بعض رکھا تھا وہ ہی جانتی تھی۔ مرتضیٰ حیدر شاہ اس کے رییل فادر نہیں ہیں اس بات کو تو اس نے برداشت کر لیا تھا لیکن اپنے وجود کی اصلیت جان کر وہ خود کو یہاں کے لوگوں کے قابل نہیں لگی تھی۔

یہ بات اسے رلا رہی تھی کہ یہ لوگ جو پہلے اس پر اپنی محبت نچھاور کرتے تھے اب یہی لوگ اس کے ناجائز ہونے پر نفرت کریں گے۔

وش دروازہ کھولیں،، آپ لگاتار میرے صبر کو آزما رہی ہیں۔

ارحام تناوش کی حرکت پر آگ بگولا ہوتے ہوئے دہاڑا۔ یہ لڑکی مسلسل اسے زچ کر رہی تھی۔

آ۔۔۔ آپ یہاں سے چلے جائیں۔ مم۔۔ مجھے آپ سے بات نہیں کرنی ۔ مم۔ مجھے تو کسی سے بات نہیں کرنی۔ جانتی ہوں میں اب آپ سب کو سچ

معلوم ہو گیا ہے اس لئے آپ سب میرے سے پ۔۔پیار نہیں کریں گے گھن آ رہی ہو گی آپ سب کو مجھ سے۔

وہ دروازے سے ٹیک لگائے روتی ہوئی بولی۔

وش اوور ریکٹ کرنے کی ضرورت نہیں ہے آپ دروازہ کھولیں ورنہ میں یہ دروازہ توڑ دوں گا۔ وش آپ کو میری آواز سنائی نہیں دے رہی کیا وش۔۔۔۔۔۔۔

اچانک تناوش کی آواز آنا بند ہو گئی تو ارحام خوفزدہ ہوتا زور سے چیخا۔ اس نے جلدی سے واشروم کی اسٹر اچابی نکالی اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا لیکن سامنے نظر پڑتے ہی اس سانس سینے اٹکتی محسوس ہوئی۔

تناوش زمین پر بے حس وحرکت پڑی تھی۔ ارحام بخت بھاگ کر اس تک پہونچا اور اس کے بکھرے وجود کو باہوں بھرتے سینے میں بھینچ لیا۔ اسے اس طرح دیکھ کر ارحام بخت کو اپنی دھڑکنیں رکتی محسوس ہوئیں۔

وش میری جان کیا ہوا آپ کو۔۔

وہ اسے گود میں اٹھائے بیڈ پر لایا اور تیزی سے باہر نکلا۔۔۔

مام ڈیڈ۔۔ وش کو نا جانے کیا ہو گیا ہے پلیززز کوئی ڈاکٹر کو کال کرو۔۔۔

ک۔۔ کیا ہوا میری بیٹی کو۔۔۔ مرتضٰی حیدر شاہ تڑپ کر بولے۔۔

ا۔۔انکل مم۔۔ مجھے نہیں پتہ ،، اسے نہ جانے کیا ہو گیا ہے وہ مجھ سے بات نہیں کر رہی۔

سید ارحام بخت جو ہر سچویشن میں خود کو مظبوط رکھتا تھا لیکن آج تناوش کو اس حال میں دیکھ کر اس کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ جیسے زندگی اس کے ہاتھوں سے ریت کی مانند پھسل رہی ہو۔۔

سب بھاگ کر ارحام کے روم میں داخل ہوئے جہاں تناوش ہوش و خرد سے بیگانہ پڑی تھی۔ دلنشین بیگم جلدی سے آگے بڑھیں اور اس کی نبض چیک کی تو سلو چل رہی تھی۔

ماہی بیٹا جلدی سے میرے روم سے میری میڈکل کٹ لے آؤ۔

جی میں ابھی لاتی ہوں۔۔

________♥□________♥□__________

بس بہت ہو گیا اب میں تمہارے ساتھ اور نہیں رہ سکتا۔ مجھے تو خود پر افسوس ہو رہا ہے کہ میں نے ایک انمول لڑکی کو چھوڑ کر تم جیسا کوئلہ چن لیا،، میں نے تمہیں چن کر خود کی ہی زندگی جہنم بنا لی۔

اریب گھر آتے ہی غصے سے چیخ پڑا۔ وہ جب جب دیبہ کو دیکھتا تو خود کا خسارہ یاد آتا کہ اگر وہ اس کے بہکاوے میں نہ آتا تو اب تک تناوش اس کی لائف میں ہوتی اس کی لائف پارٹنر بن کر۔

تم جیسی سے کیا مطلب ہے تمہارا ہاں؟ مت بھولو کہ تم کچھ وقت پہلے میری ہی محبت میں مرنے ما*رنے کے لئے تیار تھے اور میرے لیے ہی تم نے اس تناوش کو دھوکہ دیا تھا۔

دیبہ بھی غصے سے بے قابو ہوتے ہوئے چلائی ایک تو پہلے ہی تناوش کو برباد نہ کر پانے کی وجہ سے غصے میں بھری ہوئی تھی اوپر سے اریب کا اس پر چلانا۔

تم جیسی سے مطلب مکار دھو کے باز ہر کسی کی خوشی سے جلنے والی۔ چالباز گھٹیا درجے کی چالو عورت۔۔ اریب بھی کھل کر اپنی نفرت کا اظہار کر رہا تھا۔

کل تک جو ایک دوسرے کی محبت میں مرنے مارنے کے لئے تیار تھے آج وہی لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں نا کہ جو دوسرے کے لئے گڑھا کھودتا ہے وہ خود ہی اس میں جا گرتا ہے۔ ان دونوں نے ایک معصوم کی زندگی برباد کرنی چاہی تھی تو سزا تو بنتی ہے۔ اسے ہی کہتے ہیں مکافات عمل۔۔۔

اریب دیبہ کیا پاگل پن ہے کیوں ایک دوسرے سے لڑ رہے ہو۔

شاہنواز شاہ وہاں آتے ہوئے بولے۔ ان کے پیچھے گھر کے باقی سب لوگ بھی آ گئے۔

یہ پاگل پن نہیں ہے بابا۔۔ میں اب دیبہ کے ساتھ نہیں رہ سکتا اس لئے میں یہاں سے جا رہا ہوں۔ اور ہاں ایک اور بات مسز دیبہ اریب شاہنواز۔ میں کبھی

بھی تمہیں اپنے نام کی قید سے آزاد نہیں کروں گا۔ کیوں کہ یہی تمہاری سزا ہے۔ جو تمہیں پل پل احساس دلائے گی کہ تم کیا گناہ کیا ہے۔

مجھے تو اپنے گناہوں کا احساس تو بہت پہلے ہی ہو گیا تھا لیکن میرے اندر ہمت نہیں ہے کہ تناوش سے معافی مانگ سکوں اس لئے یہاں سے جا رہا ہوں اگر آنے والے وقت میں میرے اندر تناوش کا سامنا کرنے کی ہمت آ گئی تو لوٹ آؤں گا۔

_____♥□______♥□_____

او مائی گاڈ۔ اس کی سانسیں تو بہت آہستہ چل رہی ہیں اور بی پی بھی خطرناک حد تک لو ہے۔ ہمیں فوراً تناوش کو ہوسپٹل ایڈمٹ کرنا پڑے گا ورنہ ہم اسے کھو دیں گے۔

دلنشین بیگم تناوش کا چیک اپ کرتے ہوئے بولیں۔ ایک بار پہلے بھی تناوش بڑی مشکل سے بچی تھی اب ایک بار پھر سے ایسی حالت ہونا تناوش کے لئے کافی خطرناک تھا۔

* * *

وش کیااا ہواا آپ کو۔۔ پلیز اوپن یور آئیز۔۔۔

ارحام بخت تناوش کو باہوں میں بھرے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے بے قراری سے بولا۔ تناوش کو اس حالت میں دیکھ کر اس کی روح فنا ہو رہی تھی ۔اس وہ سردار سید ارحام بخت نہیں بلکہ اپنی جان سے پیاری بیوی کے لئے تڑپتا کوئی جوگی لگ رہا تھا۔ جس سے اس کا سب سے قیمتی اثاثہ چھن ہو۔

ارحام تناوش کو ہوسپٹل لے جانا ہے۔ میں گاڑی نکال رہا ہوں تم تناوش کو لے کر آؤ ہماری ذرا سی کوتاہی ہمیں کسی بڑے نقصان سے دوچار کر سکتی ہے۔

ہ۔۔۔ہا۔۔۔ں ہ۔۔۔و۔۔۔ سپٹل ل۔۔۔ے جانا ہے۔۔۔

ارحام بخت نے تناوش کو باہوں میں اٹھائے باہر کی طرف بھاگا جہاں ضرغام گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا۔ ارحام تناوش کو قیمتی شئے کی طرح باہوں میں بھرے سیٹ پر بیٹھا اور ضرغام کو فاسٹ ڈرائیونگ کرنے کو کہا۔

ان کی گاڑی حویلی سے نکلتے ہی دو تین گاڑی اور نکلی جس میں حویلی کے باقی افراد موجود تھے۔ کیوں کہ ہوسپٹل گاؤں میں ہی موجود تھا جو سردار سید ارحام بخت نے بنوایا تھا۔ ہوسپٹل حویلی سے دس منٹ کی دوری پر تھا۔ اس لئے وہاں پہونچنے میں زیادہ وقت نہیں لگا۔

ہوسپٹل پہونچتے ہی ارحام تناوش کو باہوں میں اٹھائے اندر کی طرف دوڑا۔

ڈاکٹرر۔۔۔۔۔۔۔

کہاں م۔۔رگئے ہیں سارے کے سارے ڈاکٹر، پانچ منٹ کے اندر اگر اس ہوسپٹل کے سارے ڈاکٹر یہاں حاضر نہ ہوئے تو اس ہوسپٹل کو سردار سید ارحام بخت کے قہر سے کوئی نہیں بچا پائے گا ہوسپٹل کے کوریڈور میں اس کی وحشت ناک دہاڑ گونجی۔ اس کی وحشت ناک دہاڑ پر جو جہاں تھا گرتے پڑتے

وہاں دوڑا چلا آیا۔ کیوں کہ ان سب کو پتہ تھا کہ سردار سید ارحام بخت کا غصہ کسی کہرام سے کم نہیں ہے جو اگر ٹوٹتا تو تباہی مچا دیتا تھا۔

تناوش کو فوراً آئی سی یو میں لے جایا گیا اور پچھلے آدھے گھنٹے سے سارے ڈاکٹر اندر تھے اور کچھ بتا بھی نہیں رہے تھے۔ ارحام دروازے کے باہر چکر پہ چکر لگا رہا تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اپنی سردارنی کے پاس پہونچ جائے جو دنیا بھلائے آرام سے لیٹی ہوئی تھی اور اسے اپنے بپھرے سردار کی بھی پرواہ نہیں تھی جو ہر کسی پر دہاڑتا کسی گھائل شیر سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

ضرغام نے دکھ سے اپنے بھائی جیسے کو دیکھا۔ جو بے چینی سے ادھر اُدھر چکر لگا رہا تھا۔ اس زندگی میں آج سے پہلے کبھی بھی ارحام بخت کو اس قدر ٹوٹا ہُوا نہیں دیکھا تھا جس آج دیکھ رہا تھا۔ اس کی ٹوٹی بکھری حالت اس کی بے پناہ تکلیف کا پتہ دے رہی تھی۔

اچانک کھٹ کی آواز سے دروازہ کھلا اور ایک ڈاکٹر باہر آیا۔

ڈ۔۔ڈاکٹر۔۔ ممم۔۔۔۔ میری وائف ک۔۔۔ کیسی ہیں و۔۔ووہ ٹھیک تو ہیں نا ۔۔

سردار سائیں میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ آپ کی وائف کی حالت کافی کریٹیکل ہے۔ انہیں کسی بات کا بہت. بڑا صدمہ لگا ہے جس کی وجہ سے ان کا نروس. بریک ڈاؤن ہو گیا ہے۔

ایک بار پہلے بھی شاید ان کو مائیز اٹیک آچکا ہے۔ آئی ایم سوری ٹو سے بٹ ہم آپ کو کوئی جھوٹی امید نہیں دے سکتے

آپ کی وائف کا بچ پانا ناممکن ہے۔ ایک تو ان کی حالت کافی نازک ہے دوسرا ان کے ول پاور بھی کافی ویک ہے ایسا لگتا ہے کہ جیسے وہ جینا ہی نہیں چاہتیں۔۔

ڈاکٹر کی بات سن کر ارحام گھٹنوں کے بل زمین پر گرا تھا

جب کہ پیچھے سے آتے مرتضیٰ حیدر شاہ نے دہل کر اپنے دل پر ہاتھ رکھا تھا۔

نجیب بخت اور خدیجہ بیگم اپنے بیٹے کی حالت دیکھ کر تڑپ کر اس کے پاس پہونچے۔

کہاں ہر وقت نک سک سے تیار رہنے والا سردار سید ارحام بخت اور کہاں اس وقت ملگجے سے حلیئیے میں تڑپتا ہوا ارحام بخت۔ حویلی کا ہر فرد اسے حال میں دیکھ کر تڑپ اٹھا تھا۔

ارحام میرے ایسے دل چھوٹا نہیں کرتے۔ تناوش کو کچھ نہیں ہوگا وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ ڈاکٹر دیکھ رہے ہیں نا اسے۔ اٹھو میری جان اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری تناوش کو ٹھیک کر دیں۔

م۔۔ مام ی۔۔ یہ ڈاکٹر ک۔۔۔ کیا۔ بول رہے تھے۔۔ و۔۔ وہ اندر جو ہ۔۔ ہے نا و۔ وہ میری زندگی ہے وہ ایسے کیسے مجھے۔۔ چھوڑ کر چلی جائے گی۔۔ م۔۔ مام ۔۔ ان کو بولو نا کہ ان کا بخت ان کے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔ پلیز ززا نہیں اٹھاو و نا۔۔، ی۔۔ یہ دیکھو مم۔۔ میری دھڑکنیں بھی رک رک کر چل رہی ہیں اگر و۔۔ وہ چلی گئیں تو یہ تو ہمیشہ کے لئے ر۔۔ رک جائیں گی۔

ارحام کی بات سن کر خدیجہ بیگم نے اسے سینے سے لگا لیا۔

میرے ایسا کچھ نہیں ہو گا تم اللہ سے اچھا گمان رکھو وہ سب ٹھیک کر دیں گے۔ دعاؤں میں بڑی طاقت ہوتی ہے میری جان۔

اگر تم اللہ تعالیٰ سے دل سے دعا مانگو گے نا تو وہ ضرور تمہاری سنے گا اور تمہاری وش کو ٹھیک کر دے گا۔ اب اٹھو اور جاؤ اللہ سے اپنی زندگی کو مانگ لو۔ بے شک وہ عطا کرنے والا ہے۔ اس کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے میرے بچے۔

اٹھو شاباش۔۔۔

خدیجہ بیگم کی باتوں سے اس کو امید ملی تھی اور وہ ایک نظر بند دروازے پر ڈالتا پریئر روم کی طرف بڑھ گیا۔

باقی لوگ بھی اللہ سے تناوش کی زندگی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ انا کا تو رو رو کر برا حال ہو گیا تھا۔ ماہی اور سیرت کا بھی یہی حال تھا۔ ہر کوئی تناوش کے لئے دعا گو تھا۔

تناوش جسے لگنے لگا تھا کہ سچ جان کر سب اس سے نفرت کریں گے۔ اگر وہ دیکھ لیتی کہ اسے اس حال میں دیکھ کر وہ لوگ کس قدر تڑپ رہے ہیں تو اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتی جسے اس قدر چاہنے والے لوگ ملے ہیں۔

* * *

اللہ میں جانتا ہوں کہ میں تیرا گنہگار بندہ ہوں جس کی اتنی بھی حیثیت نہیں ہے کہ وہ تجھ سے کچھ مانگ سکے۔ لیکن پھر بھی آج میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اس امید پر کہ تو اپنے در پے آئے سوالی کو دھتکارے گا نہیں۔ نہ ہی یہ دیکھے گا کہ وہ تیری عطاء کے قابل ہے بھی یا نہیں۔ بے شک تو رحیم ہے

میں بھی تیری رحمت کا طلبگار ہوں میرے مولیٰ،، میری غرضی سن لے اور میری دعاؤں پر کن فرمادے میرے،،

مجھے میری زندگی لوٹا دے مولا۔ میں ان کے بنا نہیں رہ سکتا۔ وہ میری آتی جاتی سانسوں کی ضمانت ہیں۔ اگر انہیں کچھ ہوا تو میں جی نہیں پاؤں گا۔ وہ میری دھڑکنوں کی منت ہے۔ تو ان کی سانسیں رواں کر دے میری خدا۔

ارحام بخت جائے نماز پر بیٹھا دونوں ہاتھ پھیلائے گڑگڑا کر اپنے رب سے دعائیں مانگ رہا تھا۔ اور ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی اپنے رب کو پکارے اور سارے جہانوں کا رب اس کی

پکار نہ سنے۔ اس کی بھی سن لی گئی تھی اور اس کی دعاؤں پر کن فرما دیا گیا تھا۔

♥□♥□

وہ پریئر روم سے ابھی آ کر بیٹھا ہی تھا جب دروازہ کھلا اور ڈاکٹرز باہر آئے۔

کنگریجولیشن سردار سائیں،، اب آپ کی وائف کی حالت بہتر ہے۔ شی از فائن ،، ابھی کچھ ہی دیر میں ہم انہیں وارڈ میں شفٹ کر د۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر ابھی بول ہی رہا تھا جب ارحام بخت بنا اس کی پوری بات سنے۔ تیزی سے اندر داخل ہوا۔۔

اا۔۔ارے۔۔ یہ کیا کر رہے ہیں آپ۔ ابھی آپ اندر نہیں جا سکتے۔

ڈاکٹر نے اسے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ بنا اس کی بات سنے اندر چلا گیا۔

جانے دیں ڈاکٹر وہ آپ کی نہیں سنے گا، ،انفیکٹ آپ کی کیا وہ تو کسی کی بھی نہیں سنے گا۔ ضرغام نے مسکرا کر ڈاکٹر کو جواب دیا۔ پچھلے دو گھنٹے ارحام نے کس قدر تکلیف میں گزارے تھے ضرغام اچھی طرح سے جانتا تھا۔

ارحام دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور دھڑکتے دل کے ساتھ تناوش کی طرف بڑھا جو ہوش و حواس سے بے گانہ بیڈ پر لیٹی تھی۔ وہ چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور چیئر پر بیٹھتا تناوش کی ڈرپ لگے ہاتھوں کو نرمی سے چوم کر اپنے ہاتھوں میں قید کر لیا جیسے اس کے کھو جانے کا خدشہ ہو۔

آئی ایم بلیسڈ کہ آپ کو کچھ نہیں ہوا۔ وش اگر آج آپ کو کچھ ہو جاتا تو آپ کا بخت بھی زندہ نہیں رہتا۔ ہوسپٹل کے اس بیڈ پر ہوش و حواس سے بے گانہ آپ پڑی تھیں لیکن درد مجھے ہو رہا تھا ایک ایسا درد جو لمحہ بہ لمحہ مجھے موت کے قریب لے جا رہا تھا۔ ان کچھ گھنٹوں میں میں نے تکلیف کی آخری حد کو محسوس کیا ہے۔ آپ نے سوچ بھی کیسے لیا کہ میں آپ سے محبت کرنا چھوڑ سکتا ہوں۔ بھلا کوئی سانس لینا چھوڑ سکتا ہے۔ آپ کی محبت میری رگوں میں خون بن کر دوڑ رہی ہے۔ پلیز زاب جلدی سے اٹھ جائیں کیوں کہ مجھے آپ کے منھ سے

آپ کی میٹھی آواز سننی ہے۔ جسے سن کر میری روح تروتازہ ہو جاتی ہے

۔ پلیززز وش۔۔۔۔

اور یہ جو آپ نے مجھ سے دور جانے کی پلاننگ کی ہے نا اس کی آپ کو بہت بھیانک سزا ملے گی۔ آپ نے سوچا بھی کیسے کہ آپ مجھے یوں اکیلا کر کے چلی جائیں گی۔

تناوش کی حالت یاد آتے ہی اچانک اس کی آواز میں سختی در آئی تھی۔ اس نے جھک کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

تناوش کی پلکوں میں جنبش ہوئی تھی اور اس نے دھیرے سے اپنی بوجھل پلکیں اٹھائی تو نظر سیدھے ارحام پر پڑی جو چہرے پر دنیا جہان کی محبت سجائے اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

و۔۔ وش آپ کو ہوش آگیا۔ آر یو اوکے،،، آ۔۔ آپ کو کہیں تکلیف تو نہیں

۔۔۔۔۔

آ۔۔ آپ۔۔۔ک۔۔ کو۔۔۔ن ہ۔۔۔ ہیں۔۔۔۔۔

تناوش نے کانپتی آواز میں سوال کیا جس پر ارحام بخت کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

وش۔۔ یہ میں ہوں آپ کا شوہر،، ارحام بخت،، کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ مجھے پہچانے سے انکار کر رہی ہیں،، سیر یسلی بڑا ہی گندا مزاق ہے۔ وہ تناوش پر جھکے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

ب۔۔۔ بابا۔۔۔۔۔۔ مم۔۔ مجھے بابا کے۔۔۔۔۔ پاس ج۔۔۔۔۔ انا ہے
پ۔۔۔ پلیززززز

تناوش سہمی ہوئی آواز میں بولی۔۔

واٹ دا ہیل۔۔۔۔۔ کیا مزاق ہے یہ مسز تناوش ارحام بخت،،

آپ اپنے شوہر سردار سید ارحام بخت کو پہچاننے سے انکار کر رہی ہیں،، آر یو میڈ۔۔۔۔

ارحام بخت پوری قوت سے دہاڑا۔ ایک تو پچھلے دو گھنٹے سے اس کی بگڑی حالت کی وجہ سے پریشان تھا اللہ اللہ کر کے وہ ٹھیک ہوئی تو میڈم اسے ہی پہچاننے سے انکار کر رہی ہیں۔

ارحام بخت کی دہاڑ پر باہر موجود سبھی لوگ گھبرا گئے اور وہ سب ایک دم اندر داخل ہوئے۔

کیا ہوا ارحام پتر آپ چیخ کیوں رہے ہیں۔ دادو نے اسے غصے میں دیکھ کر پوچھا۔

غصہ نہ ہوں تو اور کیا کروں دادو؟ یہ آپ کی بہو مجھے یعنی اپنے شوہر کو پہچاننے سے انکار کر رہی ہیں،، ارحام بخت سخت جھنجھلایا ہوا تھا۔ ارحام بخت کی بات سن کر سب کے منھ حیرت سے کھل گئے۔

او مائی گاڈ کہیں ہماری پری کی یاداشت تو نہیں چلی گئی۔

مطلب کہ اب ہم سب کو وہ بھول جائیں گی۔ اذلان نے شاکڈ آواز میں بولا۔

شٹ اپ اذلان۔۔ زیادہ بکواس کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ کیا تم لوگ ہر وقت پری پری کی رٹ لگائے رہتے ہو۔ بھابھی ہیں تم لوگوں کی،، آج کے بعد تم لوگوں کے منھ سے میں پری یا تنو نہ سنوں۔ صرف اور صرف بھابھی کہہ کر بلاؤ گے تم لوگ آئی سمجھ۔۔ ان کا تناوش کو پری بلانا اسے ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا اس لئے اس نے غصے سے اذلان کو ڈانٹ دیا۔

اسے پھر سے ڈیول روپ میں آتا دیکھ وہ تینوں خوف سے کانپ اٹھے۔ جب سے تناوش ارحام کی زندگی میں آئی تھی اس نے غصہ کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اکثر وہ ان سے نرم لہجے میں بات کر لیا کرتا تھا۔

جب کہ انا کا تو منہ ہی کھل گیا،، مطلب اب وہ اپنی دوست کو نک نیم سے بھی نہیں بلا سکتی اب اسے بھابھی بولنا پڑے گا۔ اسے اپنے فیوریٹ لالا سے یہ امید نہیں تھی۔

تناوش میری بچی آپ ٹھیک ہو؟

ج۔۔۔ی ب۔۔ بابا مم۔۔ میں ٹھیک ہوں، پلیززز مم۔۔۔ مجھے گھر لے چلیں۔ یہاں مجھے بلکل بھی اچھا نہیں لگ رہا۔ ان دواؤں کی اسمیل سے میری طبعیت اور خراب ہو جائے گی۔ وہ کنکھیوں سے ارحام کی طرف دیکھتے ہوئے اٹک اٹک بولی جو کافی غصے میں لگ رہا تھا۔ جس سے تناوش خوفزدہ ہو کر مرتضیٰ حیدر شاہ کے ہاتھوں پر گرفت مظبوط کر گئی۔

باقی سب حیران پریشان کھڑے تھے جب دروازہ کھول ڈاکٹر اندر داخل ہوا جسے دیکھ کر ارحام بخت تیر کی تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔۔

ڈاکٹر کیا میری وائف کی میموری لوس ہو گئی ہے ؟

واٹٹٹ ؟ یہ کس نے کہا؟ شی از فائن۔ الحمد للہ بلکل ٹھیک ٹھاک ہیں اور ان کی یادداشت بھی بلکل درست ہے۔

ڈاکٹر کی بات سن ارحام بخت نے ایک سرد نظر تناوش پر جو اسے ہی دیکھ کر رہی تھی اور اس کے دیکھنے پر جھٹ سے آنکھ موند گئی۔ اس نے تو بس ایک چھوٹا مزاق کیا تھا لیکن اب ارحام بخت کے ریکشن کو دیکھ کر اسے ڈر لگنے لگا تھا۔

اسے اپنا مزاق بھاری پڑ گیا تھا۔

اچانک ارحام کا سیل فون بجنے لگا۔ جسے ارحام نے جیب سے نکال کر کال کٹ کرنی چاہی لیکن نمبر پر نظر پڑتے ہی وہ یس کرتے موبائل کان سے لگا چکا تھا۔ دوسری طرف کی بات سن اس کے چہرے پر چٹانوں جیسی سختی چھا گئی اور آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔

ارحام پتر کیا ہوا کہاں جا رہا ہے تو؟

کچھ نہیں دادو بس کسی کو سبق سکھانے جا رہا ہوں۔ کچھ ہی دیر میں آ جاؤں گا۔ وہ تناوش پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈال کر بولا۔ اسے پتہ تبھی چل گیا کہ تناوش یاداشت جانے کا ناٹک کر رہی ہے کیوں کہ جب وہ اسے پہچاننے سے انکار کر رہی تھی

تو بات کرتے ہوئے وہ ارحام سے نظریں چرا رہی تھی۔ اور اس کی طرف دیکھنے سے گریز کر رہی تھی۔

تناوش کی اس حرکت نے ارحام کو کافی غصہ دلایا تھا کیوں کہ تناوش کا مزاق میں بھی یہ کہنا کہ وہ ارحام کو نہیں جانتی اسے طیش دلا گیا تھا کیوں کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ تناوش مزاق میں بھی اس کو بھولے۔ اب وہ اپنی سر دارنی سے ناراض ہو گیا تھا اور وہ بھی سخت والا۔ جب تک وہ اسے نہیں مناتی وہ ماننے والا نہیں تھا۔

اس کے جانے کے بعد ماہی، سیرت اذلان اور دانی بھاگ کر اس کے نزدیک آئے تھے۔ اور اس کا حال احوال پوچھنے لگے۔

اففف پری آپ نے تو ہمیں ڈرا دیا تھا۔ مجھے تو لگا کہ آپ ہم سب کو بھی بھول گئیں ہیں۔ سیرت آنکھوں میں نمی لئے بولی تو اس کی بات پر تناوش ہلکہ سا مسکرائی۔

باقی سب بھی اس سے باری باری آکر ملے اور اسے ٹھیک ٹھاک دیکھ کر ان سب کے دل کو سکون ملا تھا۔

د۔۔۔دل۔۔آآ۔۔آپ مم۔۔مجھ۔۔۔سے ن۔۔ ناراض ہ۔۔ ہیں ک۔۔ کیا۔

ہاں میں تم سے ناراض ہوں،، تم نے سوچا بھی کیسے کہ ہم سب تم سے نفرت کریں گے۔ ہم تمہیں خطاوار کیوں سمجھیں گے جب تمہاری کوئی غلطی ہی نہیں ہے۔ آئندہ ایسا سوچا نا تو ہم سے برا کوئی نہیں ہو گا سمجھیں۔

وہ تناوش کو گھورتے ہوئے بولیں۔ تناوش نے محبت سے اس عظیم عورت کو دیکھا۔

______♥□______♥□________

منہوس لڑکی لڑکی تیری وجہ سے میرا بیٹا مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ اللہ کرے تو کبھی خوش نہ رہے،، جس طرح میں اپنے بیٹے کی جدائی میں تڑپ رہی ہوں اسی طرح تو بھی ساری زندگی تڑپے اور تجھے کسی پل چین و سکون نصیب نہ ہو۔

شمائلہ تائی مسلسل چیختے ہوئے دیبہ کو بددعائیں دے رہی تھیں۔

ن۔۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اریب ایسے کیسے مجھے چھوڑ کر جا سکتا ہے۔

ن۔۔ نہیں و۔۔ وہ مجھے ایکلا چھوڑ کر چلا گیا۔

یہ سب اس تناوش کی وجہ سے ہوا ہے۔ مم۔۔ میں م۔۔ ما، ردوں گی اس کو۔۔
اگر میں خوش نہیں رہ سکتی تو اس کا بھی خوشیوں پر کوئی حق نہیں ہے
۔ مم۔۔۔ میں اس سے ہر خوشی چھین لوں گی۔۔ وہ اپنے بالوں کو نوچتی چیخ چیخ کر بول رہی تھی۔ اس کے انداز میں وحشت تھی۔ ایسا کرتے وہ کوئی سائیکو لگ رہی تھی۔

شمائلہ تائی اسے ایسا کرتے دیکھ دہل کر پیچھے ہٹ گئیں۔

ماہم بیگم روتے ہوئے اپنی بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔ یہ سب انہیں کی وجہ سے ہوا تھا اگر انہوں نے بچپن سے اس کے ذہن میں نفرت کا بیج نہ بویا ہوتا تو آج ان کی بیٹی کی یہ حالت نہ ہوتی۔

* * *

دو دن بعد آج تناوش ڈسچارج ہو کر حویلی آ رہی تھی۔ ان دو دنوں میں سب نے اس کا بہت خیال رکھا تھا۔ ان دو دنوں میں ارحام بخت نے اس سے ایک لفظ بات نہیں کی تھی وہ اس کی پوری کیئر کر رہا تھا۔ لیکن اسے بلاتا نہیں تھا گھنٹوں اس کے پاس بیٹھا رہتا لیکن اس سے بات نہیں کرتا۔ وہ تناوش کو فل اگنور کر رہا تھا جس کی وجہ سے کافی بے چین تھی جسے ارحام بخوبی سمجھ رہا تھا لیکن وہ اتنی آسانی سے تناوش کو معاف کرنے والا نہیں تھا۔

ڈاکٹر نے تو پورا ہفتہ ایڈمٹ رہنے کو بولا تھا لیکن تناوش نے زبردستی دو ہی دن بعد حویلی جانے کا رونا شروع کر دیا تھا جس پر سب ہار مانتے آج اسے لے جا رہے تھے۔

ماہی سیرت دانیال اذلان ، ، سب تناوش کے ویلکم کی تیاری میں لگے ہوئے تھے انا بھی صبح سے یہی موجود تھی۔ اس نے بھی تنو کے لئے ایک سرپرائز پلان کیا تھا جسے دیکھ کر تناوش کی چیخیں نکل جانی تھی۔

یار سیرت یہ فلاورز یہاں نہیں بلکہ ادھر لگانا چاھئے تھا۔ تم بھی نا۔ ماہی ادھر آتے ہوئے بولی۔

اوئے لڑاکو لومڑی میری بہن کو زیادہ آرڈر مت دو خود تو کچھ کرتی نہیں ہو صرف سب کو بھاشن دیے جا رہی ہو یہ کرو یہ نہ کرو۔ آئی۔ بڑی وڈی اماں۔ ہونہہ

تم چپ کرو کام چور۔ میں بھی کوئی فالتو نہیں گھوم رہی بلکہ کام کر رہی ہوں تم ہی کب سے ایک ہی جگہ پر اٹکے ہوئے ہو کب سے اس پنکھے کو صاف کر رہے ہو جو صاف ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا۔ کام چور کہیں کا۔

ماہی کسی کو بخش دے ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔۔۔

یار تم لوگ لڑنا بند کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم سب لڑتے رہ جاؤ اور وہ لوگ آ بھی جائیں اور ساری تیاریاں دھری کی دھری رہ جائیں۔ دانی ان کی لڑائی سے تنگ ہوتا دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے غصے سے بولا۔ کیوں کہ اذلان اور ماہی کام کم کر رہے تھے اور لڑ زیادہ رہے تھے۔

سیرت بی بی آپ کو ضرغام سائیں بلا رہے ہیں۔ بلقیس وہاں آتے ہوئے بولی۔

جاؤ کہہ دو کہ سیرت کام کر رہی ہے بعد میں آ جائے گی۔ سیرت اسے ٹالتے ہوئے بولی۔ کیوں کہ اسے پتہ تھا کہ وہ کیوں اسے بلا رہا ہے۔

نہیں انہوں نے کہا ہے کہ آپ ابھی جائیں کام بعد میں کر لینا۔

میں نے کہا نا کہ بعد میں آ جاؤں گی تو۔۔۔۔

تمہارے کام کی تو ایسی کی تیسی،، تم ابھی کے ابھی روم میں آؤ ورنہ۔۔۔۔

مم۔۔ میں آ رہی ہوں آپ چلیں۔ سیرت جلدی سے بولی اور ان سب کو چور نظروں سے دیکھتی ضرغام کے پیچھے چلی گئی۔

ہیں ں ں ں ں ۔۔۔۔ یہ کیا تھا گائیز۔ ایسی کون سی خوفیا دھمکی دی ضرغام لالا نے کہ ہماری سیرت میڈم فوراً بھاگتی چلی گئیں۔ انا کی تو حیرت ہی نہیں ختم ہو رہی۔

آپ نہیں سمجھیں گی ابھی۔ شادی ہونے دو پھر سب پتہ چل جائے گا۔ ماہی مزے سے بولی۔ جس پر انا نے شرم دلاتی نظروں سے اسے گھورا تو وہ دانت دکھانے لگی۔

کیا ہے ضر ؟آپ نے مجھے اس طرح سے کیوں بلایا،، کام کر رہی تھی نا میں۔۔۔۔۔

سیرت اندر آتے ہی بولنے لگی تھی جب دروازے کی اوٹ میں کھڑے ضرغام نے اسے اپنی طرف کھینچا۔۔

ہرنی میں کتنی دفعہ کہا ہے کہ دن بھر تم بھلے ہی اس حویلی میں جہاں مرضی گھومو جس کے پاس چاہو وقت گزارو لیکن جب میں حویلی میں موجود رہوں تو تم ایک

پل کے لئے بھی میری نظروں سے دور نہیں ہونی چاہیئے۔ لیکن تم میرے اتنا سمجھانے کے باوجود کل رات روم میں نہیں آئی اور رات کو بھی ماہی کے کمرے سو گئیں۔ اب غلطی کی ہے تو سزا تو بنتی ہے۔ وہ اس کے سرخ لبوں کو فوکس کرتے ہوئے بولا جس پر سیرت نے انہیں سختی سے بھینچ لیا۔

ہرنی تمہاری یہ کمزور حد بندی مجھے روک نہیں سکتیں۔ ضرغام کہتے ہوئے اس کی خم دار ٹھوڑی پر جھکا اور شدت سے بوسہ دے کر اپنے دانت گاڑ دیئے جس پر سیرت سسک اٹھی۔ ان بند کلی نما ہونٹوں کے کھلتے ہی ضرغام نے انھیں اپنے لبوں کی گرفت میں لے لیا اس کے لمس میں شدت تھی جنون اور دیوانگی تھی۔ وہ آس پاس کا ہوش بھلائے اس کے نرم لبوں کی مٹھاس چرانے میں مصروف تھا جب اپنے کندھے پر تناوش کے ناخنوں کی چبھن محسوس کر کے اس کے لب آزاد کر دئے۔

افففف ہرنی تم تو جنگلی بلی بنتے جا رہی ہو۔۔

اور آپ کیا بنتے جا رہے ہیں ؟ کا میرا سانس روکا ہوا تھا۔ مجھے تو لگا کہ اب میرا آخری دن۔۔۔۔۔۔۔۔

ابھی وہ بول ہی رہی تھی جب ضرغام ایک بار پھر سے اس کے لبوں پر قفل لگا دیا لیکن اس بار اس کے لمس میں نرمی تھی۔

اور جب لگا کہ سیرت سانس نہیں لے پا رہی تب جا کر اس کے لبوں کو آزادی بخشی۔

ض۔۔۔ ضر۔۔ آ۔۔۔ آپ۔۔

بہت رومانٹک ہوں،، ہے نا تم یہی کہنے جا رہی تھی۔ وہ شرارت سے آنکھ ونگ کرتے ہوئے بولا جس پر سیرت کے حیا کے رنگ چھا گئے لیکن اسے اس پر غصہ بھی بے پناہ آیا جو اس قدر بے باک تھا کہ کچھ بھی بول جاتا تھا۔

افففف نجیب،، سالن میں اتنی ہلدی کون ڈالتا ہے۔ ہٹیے میں ڈالتی ہوں۔

اس وقت گھر کے سبھی مرد کچن میں موجود تھے اور وہ سب تناوش کے لئے اپنے ہاتھوں سے کھانا بنا رہے تھے۔ لیکن وہ لوگ بنا کم بگاڑ زیادہ رہے تھے جن پر انہیں خواتین سے ڈانٹ بھی پڑ رہی تھی۔ ابھی خدیجہ بیگم نے نجیب بخت کو ہلدی ڈالنے کو بولا تو انہوں نے دو چمچ بھر بھر کے ڈال دی اور تیسرا ڈالنے جا رہے تھے جب خدیجہ بیگم نے روک دیا۔

دوسری طرف حمید بخت کو ان کی بیگم نے پیاز چھیلنے کو دی ہوئی تھی جسے چھیلتے ہوئے ان کی آنکھوں سے گنگا جمنا جاری تھی۔ مرتضیٰ حیدر شاہ دادو کے ساتھ بیٹھے مٹر چھیل رہے تھے غرض کہ ہر کوئی کام میں مصروف تھا۔

ہیلو گائیز،، کیا یہاں میری کوئی مدد درکار ہے؟

نک سک سے تیار ضرغام آفندی کچن میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

ہاں بیٹا آ جاؤ تم بھی اور کام میں ہاتھ ہٹاؤ،، ایسا کرو یہ آٹا گوندھ دو تب تک میں فرائی کا مصالحہ تیار کر لیتی ہوں۔

دلنشین بیگم نے مصروف انداز میں کہا۔

ضرغام نے ایک نظر اپنے ڈریس پر ڈالی اور ایک نظر آٹے کی پرات پر پھر بیچاری نظروں سے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔

یار رمائے جان آپ مجھے کوئی اور کام دے دیں یہ مجھ سے نہیں ہوگا۔

بلکل بھی نہیں تم یہی کروگے۔ اب یہی کام بچا ہے اور سب مصروف ہیں اس لئے آٹا تو تمہیں گوندھنا پڑے گا۔ یو کیری آن آفیسر ضرغام آفندی۔

دلنشین بیگم کے آرڈر پر چارو ناچار ضرغام نے اپنی شرٹ کی آستین چڑھاتا پانی کا جگ اٹھایا اور آٹا گوندھنے لگا۔ اب پولس اسٹیشن میں مجرموں کو کوٹنے والے آفیسر ضرغام آفندی کو کیا پتہ آٹا کیسے گوندھا جاتا ہے سو انہوں نے پہلی ہی بار میں سارا پانی آٹے میں ڈال دیا۔

او مائی گاڈ ضر یہ کیا کر دیا،، ایسے آٹا گوندھتے ہیں۔

ہاہاہاہاہا یہ آٹا ہے یا۔۔۔۔۔۔۔۔

سیرت جو سب کے لئے کچن سے پانی کی بوتل لینے آئی تھی ضرغام کو آٹا گوندھتا دیکھ کر اس کے منہ سے قہقہ بلند ہوا۔

سب نے مڑ کر دیکھا تو آٹے کو دیکھ کر اپنا سر پیٹ لیا اففف کس اناڑی کو یہ کرنے کا کہہ دیا۔

ضرغام پتر تم صرف مجرموں کی پٹائی کر سکتے ہیں ایسے کام کرنا تمہارے بس کی بات نہیں ہے۔ رہنے دو تم۔ تم ہی یہ تمہارے ماموں لوگ بھی باہر جائیں ان سے بھی کچھ نہیں ہو گا ہم کر لیں گے۔

جس پر وہ سب جان بچی تو لاکھوں پائے کے مصداق وہاں فوراً نکل گئے

ارحام بخت نے بانہوں میں بھر کر گاڑی میں ڈالنا چاہا تو تناوش مزاحمت کرنے لگی جس پر ارحام بخت نے گھور کر اسے دیکھا تو اس کی ایک گھوری پر وہ مزاحمت چھوڑ کر اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی، ، ایک تو پہلے ہی اس کا کھڑوس سردار اس سے بات نہیں کر رہا تھا اب اس کی مزاحمت پر اور ناراض ہو جاتا۔

ارحام نے احتیاط سے اسے اندر بٹھایا اور سیٹ بیلٹ باندھ کر

گھوم کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور گاڑی اسٹارٹ کرتا خاموشی سے ڈرائیونگ کرنے لگا۔ تناوش نے کنکھیوں سے ارحام کے سنجیدہ چہرے پر ڈالی۔

ب۔۔ بجنٹ ک۔۔ کیا آپ مم۔۔ مجھ سے ناراض ہیں؟ اس نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا لیکن وہ بنا کچھ بولے خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔

حویلی پہونچتے ہی اس نے گاڑی روک اور اتر کر تناوش کی طرف آیا اور دروازہ کھول کر اسے باہنوں میں بھرتا اندر کی طرف بڑھ گیا۔ تناوش تو اس کی ناراضگی کا لمحہ طویل ہوتے دیکھ گھبرا گئی تھی اسے ارحام کی ناراضگی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔

وہ دونوں جیسے ہی اندر داخل ہوئے ماہی سیرت وغیرہ نے ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کرتے ان کا استقبال کیا۔ ہر طرف پھول بکھرے ہوئے تھے چونکہ رات کا وقت تھا اس لئے جگہ جگہ کینڈل جلا کر روشنی کی گئی تھی۔

ارحام اسے گود میں اٹھائے آرام سے ہال میں رکھے صوفے پر بیٹھا دیا۔ تناوش حیرانگی سے ساری سجاوٹ کو دیکھ رہی تھی۔

ی۔۔۔ی۔ ہہ س۔۔ جاوٹ۔ کیا کوئی پارٹی ہو رہی ہے یہاں۔

ہاں آج یہاں پر ایک اسپیشل انسان کے لئے پارٹی ارینج کی گئی ہے جس کے آنے سے ہماری زندگی میں خوشیوں کے رنگ بکھر گئے ہیں۔ اور وہ اسپیشل کوئی اور نہیں بلکل ہماری موسٹ بیوٹیفل ڈاٹر ان لا،، ہماری پیاری سی بیٹی تناوش ارحام بخت ہیں۔ تھینک یو سو مچ مائے چائیلڈ،، ہماری زندگی میں آنے کے لئے۔ نجیب بخت گلاب کا پھول تناوش کو دیتے ہوئے بولے اسی طرح باقی سب نے تناوش کر پھول دے کر اسے شکریہ کہا۔ مرتضی حیدر شاہ نے اس کے سر پر کراؤن رکھا اور محبت سے اس کی نم آنکھوں پر بوسہ دیا۔

اس پروٹوکول اور سب کی پر خلوص محبت پر تناوش کی تو آنکھیں بھیگ گئیں۔

ت۔۔۔ھینک یو سو مچ فار ایوری تھنگ،، مم۔۔ میں کیا کہوں؟ مم۔۔ میرے پاس تو الفاظ ہی نہیں ہیں جن سے آپ سب کا شکریہ ادا کر سکوں،، بس اتنا کہوں گی کہ آپ سب میرے لئے میرے رب کی طرف سے عطا کئے بہترین

انعام ہیں جو میرے رب نے میری نا جانے کس نیکی کے بدلے مجھے عطا کیا ہے

۔

مجھے آج اپنی قسمت پر رشک ہو رہا ہے کہ آپ سب ملے۔

وہ روتے ہوئے بولی۔

افففففف گائیز آپ سب نے تو ماحول کو کتنا سینٹی کر دیا ہے اور میری بیسٹی کو بھی لیکن کوئی بات نہیں میرے پاس ایک ایسا سرپرائز ہے جسے دیکھ کر تنو خوشی سے جھوم اُٹھے گی۔

ٹن ٹناہہہہہہہہہہہہہ ننننن۔۔۔ان سے ملیں یہ نیناں میری اا ور تنو کی بیسٹ سے بھی بیسٹ فرینڈ فار ایور،،

انا پلر کے پیچھے چھپی نیناں کو سامنے کرتے ہوئے بولی۔

جسے دیکھ کر تناوش کے منھ سے ایک زور دار چیخ بلند ہوئی

نینووووووو۔۔

اومائی گاڈ نینوووویہ تم ہو یا میں کوئی خواب دیکھ رہی ہوں۔ وہ خوشی لبریز لہجے میں بولی۔ سامنے بیٹھے ارحام نے ایک نظر اپنی سردارنی کو دیکھا جو خوشی سے چہک رہی تھی اس کے سامنے تو کبھی اتنی خوشی نہیں دکھائی۔

ہاں میں ہوں،، یہ انا نے سرپرائز پلان کیا تھا کہ جب تم ہوسپٹل سے آؤ تب میں تم سے ملوں تمہارے بارے میں سن کر میں تو کل ہی آگئی تھی۔ تو بتاؤ کیسا لگا سرپرائز ؟؟

بہت بہت زیادہ اچھا۔ وہ چہکتی ہوئی بولی۔ اس کے چہرے چھائی خوشی وہاں موجود ہر کسی کو بہت بھلی لگ رہی تھی۔

اب باری ہے کیک کٹ کرنے کی،، مجھے تو بہت بھوک لگ رہی ہے جلدی کاٹیں پری ی ی ی۔۔۔۔۔۔

سیرت جلدی جلدی بول رہی تھی جب ارحام کی سخت گھوری پر خوف سے لڑکھڑائی۔

تناوش نے کیک کاٹا اور پہلا پیس دادو کو کھلایا اور پھر باقی سب کو۔ ارحام کو کھلاتے ہوئے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے لیکن سب دیکھنے پر جلدی سے کھلا کر ہاتھ کھینچ لیا۔

اچانک ساؤنڈ سسٹم میں دھیمے سروں میں میوزک آن ہوا۔۔

Aye Dil Laaya Hai Bahaar,

Apnon Ka Pyar Kya Kehna,

Milein Hum Chhalak Utha,

Khushi Ka Khumaar Kya Kehna,

Khile Khile Chehron Se Aaj,

Ghar Hai Mera Gul-e-Gulzaar ,

Kya Kehna,

Khile Khile Chehron Se Aaj,

Ghar Hai Mera Gule Gulzaar,

Kya Kehna,

Aye Dil Laaya Hai Bahaar,

Apnon Ka Pyar Kya Kehna,

Milein Hum Chhalak Utha,

Khushi Ka Khumaar Kya Kehna,

Hum Tum Yoon Hi Milte Rahein,

Mehfil Yoon Hi Sajti Rahe,

Bas Pyaar Ki Yehi Ek Dhun,

Har Subah Shaam Bajti Rahe,

Gale Mein Mehekte Rahein,

Pyaar Bhari Baahon Ke Haar ,

Kya Kehna,

Khile Khile Chehron Se Aaj,

Ghar Hai Mera Gule Gulzaar,

Kya Kehna,

Oooo….. ,

Oooo….. ,

Oooo….. ,

سب نے کافی انجوائے کیا،، رات کافی زیادہ ہو گئی تھی اس لئے سب اپنے کمروں میں چلے گئے۔

مرتضٰی حیدر شاہ نے تناوش کو اس کے ریل فادر کے بارے میں بتانا چاہا تھا) لیکن اس نے منع کر دیا تھا کہ وہ ہی اس کے بابا ہیں اور اسے کسی اور کے بارے (میں جاننے کی ضرورت نہیں ہے۔

♥□♥□♥□

تناوش کو کمرے لا کر ارحام نے اسے بیڈ پر بٹھایا اور اس کی دوائیں نکال کر ہاتھ پر رکھی جسے اس نے خاموشی سے کھا لیا اور پانی کا گلاس اس کے ہونٹوں سے لگایا تو وہ پینے لگی۔

اس کی نظریں ارحام کے سنجیدہ چہرے پر ٹکی ہوئی تھیں۔

اسے لٹا کر ارحام نے اس کے اوپر کمبل ڈالا اور اٹھ کر جانے لگا جب ہمت کرتے تناوش نے اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر جانے سے روکا۔

ب۔۔ بخت آپ میرے ناراض ہیں کیا۔ پلیزز بخت میرے سے بات کریں،، میں آپ کا غصہ آپ کی ناراضگی آپ کی نفرت سب سہہ سکتی ہوں لیکن آپ کی خاموشی نہیں۔۔

پ۔۔ پلیززز بخت۔۔۔۔

وہ اچانک ارحام کے گلے لگتی شدت سے رو دی،، اس سے ارحام کی بے رخی برداشت نہیں ہو رہی تھی۔

اسے اتنی بری طرح سے روتا دیکھ۔ ارحام بو کھلا گیا وہ تو بس ناراض ہونے کا ناٹک کر رہا تھا۔

وش۔ میری طرف دیکھیں اور رونا بند کریں میں آپ سے ناراض نہیں ہوں اور نہ زندگی میں کبھی ہو سکتا ہوں،، بس مجھے آپ کا وہ پرینک پسند نہیں آیا تھا بھلے ہی وہ مزاق تھا لیکن آپ کے ان چند جملوں نے میری روح ادھیڑ دی تھی، میں

زندگی میں کبھی خوفزدہ نہیں ہوا لیکن آپ نے مجھے ڈرا دیا تھا بہت بری طرح،،

ب۔۔ بخت مم۔ میں نے مزاق میں کہا تھا۔۔

آئی نو،، وش کہ وہ سب مزاق تھا لیکن آپ کے معاملے میں میرا

دل بہت کمزور ہے وہ ایسے مزاق افورڈ نہیں کر سکتا آئندہ احتیاط کیجئے گا۔۔

وہ تناوش کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر تکیے سے لگاتا اس پر کسی گھٹا کی طرح جھک گیا۔

آ۔۔۔آآپ ناراض تھے نا۔۔

ہاں لیکن اب نہیں ہوں،، ڈسٹرب مت کریں،، مجھے خود کو محسوس کرنے دیں ،آپ کو نہیں پتا ان تین دنوں میں میں کتنا تڑپا ہوں آپ کے لئے،، وہ اس کی مزاحمت کو ناکام کرتا اس کے خوبصورت چہرے کے نقوش کو اپنی قربت سے رنگین کرنے لگا،،

آ۔۔۔آآآپ۔۔۔ن۔۔ ناراض ہ۔۔ہی۔۔۔ا۔۔اچھے تھے۔۔

تناوش اس کی جسارتوں کو برداشت کرتی پھولی سانسوں کے درمیان بولی۔ جس پر خاموش کمرے میں ارحام بخت کا دلکش قہقہہ گونجا جس پر تناوش شرماتی چہرہ اس کے سینے میں چھپا گئی۔

اس کا شرمایا لجایا روپ ارحام بخت کو بری طرح اپنی طرف اپیل کر رہا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر لائٹ اوف کی اور اپنے سینے سے تناوش کا چہرہ نکال کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔

ب۔۔ بخت آآ۔۔ آپ نے لائٹ کیوں اوف کر دی۔۔۔۔۔

وہ اس لئے میری سر دارنی جی کیوں کہ کچھ دیر بعد آپ کو ہی ان سے پرابلم ہوتی ۔

اس کے قدرے باک جواب پر تناوش سر سے پیر تک سرخ ہو گئی۔

ارحام نے تناوش کے بالوں میں ہاتھ ڈال کر شدت سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لے کر اس کی سانسیں خود کی سانسوں سے الجھا دی۔ اس کی قدر جنون بھری شدت پر تناوش کانپ گئی،، وہ اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑے ارحام کی شدت برداشت کرنے لگی۔ جب ارحام کو لگا کہ وہ سانس نہیں لے پاری تب جا کر اس کے لبوں کو آزادی بخشی۔

اس کے لبوں کو آزاد کرتے وہ اس کی گردن پر جا بجا اپنا سلگتا لمس چھوڑنے لگا ،، تناوش بھی اس کی محبت محسوس کرتے خود کو اس کے سپرد کر گئی۔

♥□♥□♥□

کچھ دنوں بعد،،،،

آج بخت حویلی میں جشن کا سماں تھا پوری حویلی کو دلہن کی طرح خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ برقی قمقموں سے سجی بخت حویلی رات کی تاریکی میں جگمگ کرتی اپنی مثال آپ لگ رہی تھی۔

آج بخت حویلی کے دونوں چھوٹے بیٹوں کی شادی تھی جس میں شمولیت کے لئے بڑی بڑی شخصیات شامل ہو رہی تھیں۔ یہ شادی یقینا یادگار شادی ہونے والی تھی۔

مہمان آنا شروع ہو چکے ہیں،، تناوش بچے جاؤ دیکھو یہ ماہی تیار ہو گئی کہ نہیں،، ایک تو میں اس لڑکی کے نکھروں سے تنگ آ چکی ہوں،، میڈم نے رولا ڈالا ہوا تھا کہ شادی کون سا روز روز ہونی ہے اس لئے اپنی شادی پر وہ ممبئی کی سب سے

بیسٹ بیوٹیشن سے تیار ہو گی،، اتنی شارٹ نوٹس پر پتہ نہیں کیسے ارحام اسے یہاں بلایا ہے،،

خدیجہ بیگم ماہی سے تنگ آئی ہوئی تھیں۔

ریلیکس ماما،، میں ابھی جا کر دیکھتی ہوں۔ وہ انہیں تسلی دیتی اوپر ماہی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی جہاں وہ دونوں دلہنیں تیار ہو رہی تھیں۔

وہ اندر داخل ہوئی تو وہ دونوں تیار ہو کر عجیب عجیب پوز بنا کر ایک دوسرے کے ساتھ سیلفیاں نکال رہی تھیں۔

تناوش نے اپنا سر پیٹ لیا،، آج دونوں کی شادی ہو رہی تھی لیکن دونوں کا بچپنا ی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔

بس کر دو مہمان آنا شروع ہو گئے ہیں،، کچھ ہی دیر بعد اسٹیج پر جانا ہے دونوں کو ۔اور خبردار جو وہاں جا کر کوئی اوٹ پٹانگ حرکات کی تو۔ اور انا تم اپنی زبان کو قابو میں رکھنا زیادہ پٹر پٹر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تناوش دونوں کو ڈپٹتے ہوئے بولی۔

یار ماہی یہ میری دوست ہی ہے نا، ، اللہ اللہ اس نے تو ابھی سے جیٹھانیوں والے جلوے دکھانے شروع کر دیئے۔

انا نوٹنکی نہیں، ، چپ چاپ ادھر بیٹھی رہو کچھ ہی دیر میں مولوی صاحب آئیں گے پہلے نکاح ہو گا پھر تم لوگ کو اسٹیج پر لے جایا جائے گا۔ وہ انہیں سمجھاتی اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی ایک تو آج کل اسے بات بے بات غصہ بہت آتا تھا جس پر وہ خود پریشان ہو جاتی تھی۔ کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی تو سامنے نک سک سے تیار ارحام کھڑا اپنے اوپر پرفیوم چھڑک رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اپنا ڈریس لیتی واشروم میں جانے لگی جب ارحام نے ہاتھ پکڑ کر روکا۔

وش کیا ہوا طبیعت تو ٹھیک ہے نا آپ کی۔

ہاں میں ٹھیک ہوں بس ویکنیس ہو رہی ہے تھوڑی۔

زیادہ خراب ہو رہی ہے کیا ڈاکٹر کو بلواؤں؟

ارے نہیں بس ایسے ہی۔۔ آپ پریشان مت ہوں میں بلکل ٹھیک ہوں۔۔

ابھی وہ کچھ کہتا جب باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔

جی۔۔۔

سائیں آپ کو ضرغام سائیں بلا رہے ہیں۔

اوکے تم جاؤ میں آ رہی ہوں ایک سیکنڈ تم کچن میں جاؤ اور ایک گلاس جوس اور کچھ فروٹس کاٹ کر لے آؤ،،

جی سائیں۔۔۔

وش میں باہر جا رہا ہوں بلقیس جو لے کر آئے گی آپ کو فنش کرنا ہے اوکے،، صبح سے آپ نے کچھ کھایا نہیں ہے اس لئے ویکنیس ہو رہی ہے،، فنکشن ختم ہوتے ہی ہم ڈاکٹر کے پاس چلیں گے۔۔ وہ اس کا گال تھپتھپاتے وہاں سے چلا گیا۔

نکاح ہو چکا تھا وہ چاروں اسٹیج پر بیٹھے ایک دوسرے کے سنگ کافی خوبصورت لگ رہے تھے۔ دانیال انا کے ساتھ ماہی اذلان کے ساتھ۔

دور بیٹھے ان کے والدین محبت سے اپنے بچوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔

بیٹو تم آج تو بجلیاں گرا رہی ہو۔ قسم سے اس روپ میں تم دل کو ٹھاہ کر کے لگی ہو،،

کیا مطلب باقی روپ میں میں تمہیں اچھی نہیں لگتی انا تو فوراً تڑک کر بولی۔ جس پر بیچارہ دانیال بوکھلا گیا۔

نہیں مم میرا وہ مطلب نہیں بلکہ تم ہمیشہ اچھی لگتی ہو۔

ہمم یہ ہوئی نا بات،، بس ایسے ہی ساری زندگی میری تعریفیں کرتے رہنا عمر بڑھے گی تمہاری۔۔

دوسری طرف ماہی اذلان آج کے دن بھی ایک دوسرے پر گولہ باری کرنے سے بعض نہیں آ رہے تھے،،،

واؤ کتنے پیارے لگ رہے ہیں نا میرے بھائی بھابھی،، اللہ کرے انھیں کسی کی نظر نہ لگے۔

سیرت ان چاروں کی بلائیں لیتی ہوئی بولی۔

کوئی اور بھی پیارا لگ رہا ہے اگر آپ نظرِ کرم ادھر فرما دیں تو مہربانی ہو گی۔ ضرغام اس کھلے کھلے نقوش کو محبت سے تکتے ہوئے بولا۔ تو شرماتی مسکرا کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔

سارے مہمان کھانا کر جا چکے اب فیملی میمبرز ہی تھے،

فوٹو سیشن اسٹارٹ ہوا تو سب فوٹو نکلوانے والے لگے، تناوش جیسے ہی اسٹیج پر چڑھنے لگی جب اچانک زوردار چکر آیا وہ گرنے لگی جب ارحام نے آگے بڑھ کر اسے تھام لیا۔

تناوش بے ہوش ہو گئی تھی ارحام اسے باہوں میں بھر کر اندر لے گیا۔ دلنشین بیگم اس کے پیچھے اندر گئی اور باقی سب کو باہر بھیج دیا۔ سب کافی پریشان ہو گئے کہ اچانک کیا ہو گیا۔

کچھ دیر بعد دلنشین بیگم باہر آئیں تو ان کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

مائے جان کیا ہوا وش کو وہ ٹھیک تو ہیں نا؟

ہاں وہ بلکل ٹھیک ہے لیکن جو خبر میں دینے والی ہوں اس کے بعد آپ سب ٹھیک نہیں رہیں گے۔۔ بلکہ خوشی سے پاگل ہو جائیں گے۔

دلنشین پتر کیا پہیلیاں بجھا رہی ہے صاف صاف بتا۔۔

اماں جان آپ پر دادی بننے والی ہیں،، اس حویلی کا نیا وارث آنے والا ہے۔

ان کی بات سن کر سب کے پریشان چہرے وشی سے کھل گئے۔

ارحام تو بھاگ کر اندر داخل ہوا۔

تناوش جو پیٹ پر ہاتھ رکھے اس خوشی کو محسوس کر رہی تھی ارحام کو دیکھ شرما کر اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

ارحام نے آگے بڑھ کر اسے اپنی باہنوں میں بھر لیا،،

تھینک یو سوچ میری جان،، مجھے اتنی بڑی خوشی دینے کے لئے۔ آپ کو بتا نہیں سکتا کہ میں آج کتنا خوش ہوں۔

اس کے ہر لفظ سے خوشی جھلک رہی تھی۔ تناوش شرماتی چہرہ اس کے سینے میں چھپا گئی۔

______________The end ✍□

اسلام علیکم میرے سوہنے ریڈرز 😍😊 الحمدللہ آج میرا فرسٹ ناول کمپلیٹ ہو گیا ہے 😍 □ آپ سب کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے میرے ناول پر اتنا اچھا رسپانس دیا،، آپ سب کے اس پیار کی میں تہہ دل سے شکر گزار ہوں 😍 مجھے یقین نہیں تھا کہ میرے ناول کو اتنا اچھا رسپانس ملے گا، لیکن امید سے 😍😊 بڑھ کر رسپونس ملا ہے

تھینکس_آل_مائے_سویٹ_ریڈرز#

ناول پڑھ کر تبصرہ ضرور کرئے گا کہ آپ کو ناول کیسا لگا ؟□ پلیززززز 😷😷 یہ آپ کی رائیٹر کی چھوٹی سی خواہش ہے۔